حصہ اول

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

مفتی عبدالباقی اخونزادہ

www.youtube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulbaqi
www.t.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

☆حصہ اول☆

مفتی عبد الباقی اخونزادہ

فہرست

تعارف	8
پیش لفظ	9
تنبیہات سلسلہ نمبر 1	10
میت کے جسم سے نہلانے والی کے ہاتھ کا چمٹ جانا	10
تنبیہات سلسلہ نمبر 2	12
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا	12
تنبیہات سلسلہ نمبر 3	14
موت کے وقت کلمہ زبان پر جاری نہ ہونا	14
تنبیہات سلسلہ نمبر 4	17
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر سلام بھیجنا	17
تنبیہات سلسلہ نمبر 5	21
حارث اور اویس نام رکھنا	21
تنبیہات سلسلہ نمبر 6	23
ورقہ بن نوفل کا اسلام	23
تنبیہات سلسلہ نمبر 7	27
استخارے کی دعا اور طریقہ	27
تنبیہات سلسلہ نمبر 8	32
حضرت علی اور اونٹنی کا قصہ	32
تنبیہات سلسلہ نمبر 9	34
اپنے بچے کو اللہ کے حوالے کرنا	34
تنبیہات سلسلہ نمبر 10	38
قیامت کے روز امت کا حساب	38
تنبیہات سلسلہ نمبر 11	40

زنا قرض ہے	40
تنبیہات سلسلہ نمبر 12	45
خاتمہ بالخیر کا عجیب نسخہ	45
تنبیہات سلسلہ نمبر 13	47
موت کے وقت کی سختی دور کرنے کا نسخہ	47
تنبیہات سلسلہ نمبر 14	49
گائے کے گوشت کا حکم	49
تنبیہات سلسلہ نمبر 15	52
دیہاتی کے سوالات	52
تنبیہات سلسلہ نمبر 16	58
جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال عبادت	58
تنبیہات سلسلہ نمبر 17	60
یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی شادی	60
تنبیہات سلسلہ نمبر 18	63
خدیجہ میرا بستر لپیٹ دو	63
تنبیہات سلسلہ نمبر 19	65
صحابہ کا جنگ میں مسواک کرنا	65
تنبیہات سلسلہ نمبر 20	71
زقوم کا پھل	71
تنبیہات سلسلہ نمبر 21	75
بچی کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا کلام	75
تنبیہات سلسلہ نمبر 22	76
عورتوں کے فضائل	76
تنبیہات سلسلہ نمبر 23	82
زنا کی سزا	82

تنبیہات سلسلہ نمبر 24	85
حضرت علی کا خطبہ بغیر الف (خطبہ مونقہ)	85
تنبیہات سلسلہ نمبر 25	87
نماز کے فضائل اور سزاؤں کا بیان	87
تنبیہات سلسلہ نمبر 26	93
قریبی رشتہ داروں میں شادی	93
تنبیہات سلسلہ نمبر 27	99
حضرت فاطمہ کو بتائی گئی وتر والی تسبیحات	99
تنبیہات سلسلہ نمبر 28	101
شب معراج کونسی ہے	101
تنبیہات سلسلہ نمبر 29	106
سعودی عرب میں باہر سے درآمدشدہ گوشت کا حکم	106
تنبیہات سلسلہ نمبر 30	114
تین محبوب چیزیں	114
تنبیہات سلسلہ نمبر 31	120
شق صدر کا واقعہ	120
تنبیہات سلسلہ نمبر 32	127
خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنا	127
تنبیہات سلسلہ نمبر 33	138
یمن کے بادشاہ تُبّع حمیری کا قصہ	138
تنبیہات سلسلہ نمبر 34	146
فجر کے بعد سونا	146
تنبیہات سلسلہ نمبر 35	152
شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینے کا حکم	152
تنبیہات سلسلہ نمبر 36	158

شب براءت کا تعین (قسط نمبر 1)	158
تنبیہات سلسلہ نمبر 36	163
شب برات کے متعلق روایات (قسط نمبر 2)	163
تنبیہات سلسلہ نمبر 36	174
اکابرین امت کے اس رات کے متعلق اعمال و اقوال(قسط نمبر 3)	174
تنبیہات سلسلہ نمبر 37	181
مہمان کا اکرام	181
تنبیہات سلسلہ نمبر 38	185
فقر کے اَسباب	185
تنبیہات سلسلہ نمبر 39	190
مولود کعبہ کی تحقیق	190
تنبیہات سلسلہ نمبر 40	194
رمضان المبارک کی فضیلت کی روایت	194
تنبیہات سلسلہ نمبر 41	201
چند مشہور روایات کی تحقیق	201
۱ .چاروں مشہور فرشتوں کا اترنا	201
۲ .جبرائیل ﷺ کا جہنم کے بارے میں خبر دینا	202
۳ .جبرائیل ﷺ کی چالیس ہزار سال کی عبادت	204
۴ .انتقال کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام سے مکالمہ	205
۵ .التحیات کا پس منظر	206
٦ .حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانچ اعمال کی ترغیب	208
۷ .حضرت فاطمہ کو بتائی گئی وتر والی تسبیحات	209
۸ .تراویح کے ایک سجدے پر پندرہ سو(۱۵۰۰) نیکیاں ملنا	210
۹ اعتکاف پر دو حج اور دو عمروں کا ثواب	211
۱۰. حضرت موسی کو افطار کے وقت کی فضیلت	212

تنبیہات سلسلہ نمبر 42	214
افطار کا وقت	214
تنبیہات سلسلہ نمبر 43	220
صلاۃ التسبیح	220
تنبیہات سلسلہ نمبر 44	231
شوال کے چھ روزے	231
تنبیہات سلسلہ نمبر 45	238
۲. قضائے عمری کا حکم	240
۳. جمعہ الوداع کے موقع کی دعا	242
۴. عید کے موقعہ پر چند مشہور شدہ غیر مستند اعمال	244
لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ 400 بار پڑھنا	245
تنبیہات سلسلہ نمبر 46	246
مولا علی	246
تنبیہات سلسلہ نمبر 47	254
گھوڑے کا گوشت	254
تنبیہات سلسلہ نمبر 48	259
قبرستان جانے کا حکم	259
تنبیہات سلسلہ نمبر 49	272
اعضائے وضوء کی دعا	272
تنبیہات سلسلہ نمبر 50	279
پہلی اولاد کا لڑکی ہونا	279

تعارف

مفتی عبد الباقی اخونزادہ صاحب نے ۱۹۹۴ میں جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی سے درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ جس کے بعد ۱۹۹۴۔۱۹۹۵ میں اس ہی ادارے سے تخصص فی الفقہ کیا۔ بعد ازاں ۲۰۰۱۔۲۰۰۴ تک جامعہ دار لعلوم کراچی سے تمرینِ افتاء کیا اور وفاقی اردو یونیورسٹی سے تاریخِ اسلام میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت مفتی صاحب جامعہ اسلامیہ رضیہ للبنات۔ سائیٹ کراچی میں مہتمم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مفتی صاحب واٹس ایپ کے گروپس میں شرعی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔

اور مفتی صاحب کی یوٹیوب کے چینل پر مختلف سوالات کے جوابات اپلوڈ کیئے جاتے ہیں۔

Mufti Online by Mufti Abdul Baqi

YouTube http://YouTube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulBaqi

مفتی صاحب کے ٹیلی گرام چینل کا لنک

http://T.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

مفتی صاحب کا واٹس ایپ نمبر

+92-333-8129000

پیش لفظ

یہ کتاب مفتی عبد الباقی اخونزادہ صاحب کی طرف سے اہم موضوعات اور احادیث کی صداقت کے حوالے سے کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ اہم موضوعات اور احادیث جو کہ دورِ حاضر میں خصوصاً سوشل میڈیا پر زبان زدِ عام ہیں ان کی تحقیق کی گئی ہے کہ آیا وہ صحیح ہیں یا غلط۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ اکثر اوقات سوشل میڈیا پر شیئر کیئے جانے والے موضوعات اور احادیث کی جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہ ضعیف، غیر مستند اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ جس سے عوام الناس لاعلمی کے باعث جھوٹ کے پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب نے یہ سلسلہ شروع کیا تا کہ عام مسلمان اور خصوصاً علماء کرام اس کتاب سے استفادہ حاصل کریں۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کی اہم موضوعات اور احادیث کی حوالے سے کی گئی تحقیق کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر آپ احباب میں سے کسی کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہ مہربانی اس کی نشاندہی ضرور فرمائیں۔

تنبیہات سلسلہ نمبر 1

میت کے جسم سے نہلانے والی کے ہاتھ کا چمٹ جانا

سوال: ایک واقعہ کثرت سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کا جب انتقال ہوا تو اسکو نہلانے والیوں میں سے ایک عورت کا ہاتھ اس میت کے جسم سے چمٹ گیا، پھر امام مالک رحمہ اللہ کے کہنے پر اسکو کوڑے مارے گئے... کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ مختلف کتابوں میں مذکور ہے لیکن جن حضرات نے اس واقعے کی تحقیق کی ہے انہوں نے اس واقعے کو موضوع قرار دیا ہے.

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس واقعے کو نقل کرکے فرمایا کہ یہ واقعہ مجھے کچھ اس طرح لکھا ہوا ملا ہے، مجھے لگتا ہے کہ یہ راوی کا خود سے بنایا گیا واقعہ ہو.

وجدت له حكاية (يشبه أن يكون من وضعه) قرأت بخط الحافظ قطب الدين الحلبي ما نصه وسيدي أبي عبدالرحمن بن عمر بن محمد بن سعيد وجدت بخط عمي بكر بن محمد بن سعيد ثنا يعقوب بن إسحاق بن حجر العسقلاني املأ قال ثنا إبراهيم بن عقبة حدثني المسيب بن عبدالكريم الخثعمي حدثتني أمةالعزيز امرأة أيوب بن صالح صاحب مالك قالت: غسلنا امرأة بالمدينة فضربت امرأة يدها على عجيزتها فقالت: ما علمتك إلا زانية أو مابونة فالتزقت يدها بعجيزتها فأخبروه مالكا؛ فقال: هذه المرأة تطلب حدها فاجتمع الناس فأمر مالك أن تضرب الحد فضربت تسعة وسبعين سوطا ولم تنتزع اليد فلما ضربت تمام الثمانين انتزعت اليد وصلى على المرأة ودفنت...

اس واقعے کی سندی حیثیت:

اس واقعے کا اہم راوی جو اس واقعے کو لکھوانے والا ہے وہ یعقوب بن اسحاق العسقلانی ہے.

۱. اس راوی کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹا راوی ہے.

يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم بن يزيد بن حجر القرشي أبوالحسن العسقلاني، وهو كذَّاب، كما وصفه بذلك الذهبي. (ميزان الاعتدال: 176/5، ت/9260)

۲. حافظ ابن حجر نے بھی اس کو جھوٹا قرار دیا ہے.

وأورد له الحافظ رحمه الله في اللسان (ت/8631) حديثاً، فقال بعده: وهذا من أباطيل يعقوب، إشارة منه أنه من وَضْعِهِ... والله أعلم.

۳. لسان المیزان میں لکھا ہے کہ یہ راوی جھوٹا ہے.

يعقوب بن إسحاق (بن إبراهيم بن يزيد بن حجر بن محمد المعروف بابن حجر) العسقلاني: كذاب.

خلاصہ کلام

یہ واقعہ کسی صحیح سند سے منقول نہیں ہے اور اکابر محدثین نے بھی اس کی صحت کا انکار کیا ہے، لہذا اس واقعہ کو بیان کرنا یا اس کو پھیلانا درست نہیں ہے.

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہات سلسلہ نمبر2

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا

سوال: ایک مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ٹاٹ کا لباس پہنا تو ان پر اللہ تعالی کی طرف سے سلام آیا اور کہا گیا کہ ابو بکر سے پوچھو کہ وہ مجھ سے راضی ہے یا نہیں... کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

مذکورہ واقعہ اگرچہ کافی مشہور ہے لیکن یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں.

امام ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں اس واقعے کے راوی العلاء بن عمرو الحنفی الکوفی کے تذکرے میں اس روایت کو نقل کر کے اس واقعے پر جھوٹا ہونے کا حکم لگایا اور اس راوی کو بھی متروک قرار دیا ہے.

وفي "ميزان الإعتدال" للحافظ الذهبي (128/5): عمر بن حفص السياري حدثنا العلاء بن عمرو عن أبي إسحاق الفزاري عن سفيان عن آدم بن علي عن ابن عمر قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم جالس وعنده أبوبكر عليه عباء قد خللها على صدره بخلال إذ نزل جبرائيل فأقرأه من الله السلام وقال: مالي أرى أبابكر عليه عباء قد خللها قال: ياجبرائيل! أنفق ماله علي؛ قال: فأقرئه من الله السلام؛ وقل له: يقول لك ربك: أراض أنت عني في فقرك أم ساخط؟ وذكر الحديث... وهو كذب.

اسی طرح حافظ عراقی نے بھی امام ذہبی کے قول کو نقل کیا ہے.

وقال الحافظ العراقي في تخريج الإحياء:

حديث ابن عمر: "بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس وعنده أبوبكر وعليه عباءة قد خللها على صدره بخلال إذ نزل جبريل عليه السلام فأقرأه عن الله السلام وقال له: يارسول الله! ما لي أرى أبابكر عليه عباءة قد خللها على صدره بخلال؟ فقال: أنفق ماله علي قبل الفتح، قال: فأقرئه من الله السلام وقل له: يقول لك ربك: أراض أنت عني في فقرك هذا أم ساخط؟ قال: فالتفت النبي صلى الله عليه وسلم إلى أبي بكر وقال: يا أبابكر! هذا جبريل

يقرئك السلام من الله ويقول: أراض أنت عني في فقرك هذا أم ساخط؟ قال: فبكى أبوبكر رضي الله عنه وقال: أ على ربي أسخط؟ أنا عن ربي راض."

أخرجه ابن حبان والعقيلي في الضعفاء.

قال الذهبي في الميزان: هو كذب.

ابن حبان فرماتے ہیں کہ علاء بن عمرو ایسی روایات نقل کرتا ہے جو بے دلیل اور بے اصل ہوتی ہیں.

وقال ابن حبان في المجروحين (ج:2، ص:185): العلاء بن عمرو شيخ يروي عن أبي إسحاق الفزاري العجائب لا يجوز الاحتجاج به بحال.

خلاصہ کلام

یہ واقعہ صحیح سند سے کہیں بھی منقول نہیں، لہذا اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

مارچ ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 3

موت کے وقت کلمہ زبان پر جاری نہ ہونا

سوال: ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک صحابی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت ان کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہورہا تھا تو آپ علیہ السلام نے ان کی ماں کو بلوا کر دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ ماں کا نافرمان ہے اور ماں اسکو معاف کرنے پر راضی نہیں، لیکن جب آپ علیہ السلام نے اسکو جلانے کا کہا تو ماں نے معاف کر دیا... کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمه تعالی

یہ روایت اگرچہ امام احمد رحمہ اللہ نے ابتداء اپنی کتاب "مسند احمد" میں ذکر کی لیکن بعد میں اس روایت کو اپنی کتاب سے نکال دیا کیونکہ اس کی سند انتہائی کمزور ہے.

قال أبو عبدالرحمن: وكان في كتاب أبي: حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا فائد بن عبدالرحمن قال: سمعت عبدالله بن أبي أوفى يقول: جاء رجل إلى النبي صلي الله عليه وسلم فقال: يارسول الله! إن هاهنا غلاماً قد احتضر؛ يقال له: قل لا إله إلا الله، فلا يستطيع أن يقولها. قال: أليس قد كان يقولها في حياته؟ قال: بلى، قال: فما منعه منها عند موته؟ (فذكر الحديث بطوله) لم يحدث أبي بهذين الحديثين (حديثين من طريق فائد عن ابن أبي أوفى) ضرب عليهما من كتابه؛ لأنه لم يرض حديث فائد بن عبدالرحمن، وكان عنده متروك الحديث... انتهى النقل من "المسند..."

وأما بقية الحديث، كما جاءت في المصادر الأخرى التي ذكرته، فهي كالتالي:

قال: فنهض رسول الله صلي الله عليه وسلم ونهضنا معه حتى أتى الغلام فقال: يا غلام! قل لا إله إلا الله. قال: لا أستطيع أن أقولها، قال: ولم؟ قال: لعقوق والدتي، قال: أحية هي؟ قال: نعم، قال: أرسلوا إليها، فأرسلوا إليها؛ فجاءت، فقال لها النبى صلي الله عليه وسلم: ابنك هو؟ قالت: نعم. قال: أرأيت لو أن ناراً أججت؛ فقيل لك: إن لم تشفعي له قذفناه في هذه النار. قالت: إذن كنت أشفع له، قال: فأشهدي الله، وأشهدينا معك بأنك

قد رضيت. قالت: قد رضيت عن ابني، قال: يا غلام! قل لا إله إلا الله. فقال: لا إله إلا الله. فقال صلي الله عليه وسلم: الحمد لله الذي أنقذه من النار.

اس روایت کو نقل کرنے والے دیگر محدثین کرام:

١ . امام عقیلی:

أخرجه العقيلي في "الضعفاء الكبير" (461/3)

٢ . ابن جوزی:

ومن طريقه ابن الجوزي في "الموضوعات" (87/3)

٣ . طبرانی:

وعزاه غير واحد للطبراني.

٤ . خرائطی:

ورواه الخرائطي في "مساوئ الأخلاق" (رقم:251)

٥ . بیهقی:

والبيهقي في "شعب الإيمان" (197/6) وفي "دلائل النبوة" (205/6)

٦ . قزوینی:

والقزويني في "التدوين في تاريخ قزوين" (369/2)

ان تمام محدثین نے اس روایت کو فائد بن عبدالرحمن کی سند سے نقل کیا ہے.

جميعهم من طريق فائد بن عبدالرحمن، عن عبدالله بن أبي أوفى.

فائد بن عبدالرحمن اس راوی کے بارے میں محدثین کرام کے اقوال:

١ . امام احمد کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے.

قال فيه الإمام أحمد: متروك الحديث.

٢ . ابن معین کہتے ہیں کہ یہ کسی قابل نہیں۔

وقال ابن معين: ليس بشيء.

۳ . ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے تھے کہ یہ گیا گذرا راوی ہے، اس کی روایات نہ لکھی جائیں، ابن ابی اوفی سے اس کی نقل کردہ روایات باطل ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔۔۔ اگر اس کی روایات کے جھوٹ ہونے پر قسم کھائی جائے تو غلط نہ ہو گا۔

وقال ابن أبي حاتم: سمعت أبي يقول: فائد ذاهب الحديث، لا يكتب حديثه، وأحاديثه عن ابن أبى أوفى بواطيل لا تكاد ترى لها أصلا، كأنه لا يشبه حديث ابن أبى أوفى، ولو أن رجلا حلف أن عامة حديثه كذب لم يحنث.

۴ . امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے.

وقال البخاري: منكر الحديث.

انظر: "تهذيب التهذيب" [(256/8)]

۵ . ابن حبان نے ان کی روایات کو نا قابل اعتماد قرار دیا.

وقال ابن حبان: كان ممن يروى المناكير عن المشاهير، ويأتي عن ابن أبي أوفى بالمعضلات، لا يجوز الاحتجاج به. ["المجروحين" (203/2)]

٦ . امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ ابن اَبي اَوفی سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔

وقال أبو عبدالله الحاكم رحمه الله: يروي عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعة. (المدخل إلى الصحيح:155)

خلاصہ کلام

اس روایت کی اسنادی حیثیت انتہائی کمزور اور نا قابل اعتبار ہے، لہذا اس واقعے کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا یا اسکو بیان کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

مارچ ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر4

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر سلام بھیجنا

سوال: حج یا عمرہ کیلئے جانے والوں سے یہ کہنا کہ میری طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر سلام عرض کر دینا... کیا اس طرح کے عمل کا کوئی ثبوت صحابہ یا سلف میں کسی سے منقول ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

اصل تو اس باب میں یہی ہے کہ ہر انسان جہاں ہو وہیں سے درود اور سلام پڑھ کر اللہ کے حبیب کے حضور پیش کرے، اللہ تعالی کے مقرر کردہ فرشتے اس درود اور سلام کو اللہ کے نبی کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں، جیسا کہ روایت میں ہے:

۱ . آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین میں اللہ تعالی کے گھومنے والے فرشتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں.

وقال صلى الله عليه وسلم: "إن لله في الأرض ملائكة سياحين يبلغوني من أمتي السلام".
(رواه الإمام أحمد والنسائي وغيرهما)

۲ . ایک دوسری روایت میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ بہترین دن ہے، پس اس دن مجھ پر کثرت سے سلام بھیجو کیونکہ تمہارا سلام مجھ تک پہنچایا جاتا ہے.

وقال صلى الله عليه وسلم: "خير أيامكم يوم الجمعة، فأكثروا عليَّ من الصلاة فيه، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم."

۳ . اسی طرح ایک روایت میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قبر کو میلے کی جگہ نہ بناؤ، مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے چاہے تم کہیں بھی ہو۔

وقال عليه الصلاة والسلام: "لا تجعلوا قبري عيداً، ولا بيوتكم قبوراً، وصلُّوا عليَّ، فإن صلاتكم تبلغني أين كنتم"-

سلام بھجوانے کے مانعین کی رائے:

مندرجہ بالا روایات کی وجہ سے علمائے کرام کا ایک طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ جب ہمارا سلام دنیا کے کسی بھی کونے سے آپ علیہ السلام تک فرشتوں کے ذریعے پہنچادیا جاتا ہے تو پھر کسی اور کے ذریعے سلام بھجوانے کا کوئی معنی اور مطلب نہیں بنتا جبکہ اس عمل کی ترغیب نہ اللہ کے نبی نے دی اور نہ اکابر صحابہ کرام میں سے کسی سے یہ بات ثابت ہے۔

سلام بھجوانے کے قائلین کی رائے:

یہ حضرات کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں (اور یہی جمہور امت کا عقیدہ ہے)، لہٰذا جیسا کہ آپ کی زندگی میں آپ کی طرف سلام کا بھیجنا ثابت اور باعث اجر تھا ویسے ہی آپ کے انتقال کے بعد بھی ایسا کرنا درست ہے۔

آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں سلام بھیجنے کا ثبوت:

۱ . ابو عامر رضي اللہ عنہ کا سلام کہلوانا:

ایک صحابي نے دوسرے صحابي سے کہا کہ اے بھتیجے! آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام پیش کر دو.

ابْنَ أَخِي! انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ أَبُوعَامِرٍ: اسْتَغْفِرْ لِي. (صحيح مسلم: 2498، كتاب فضائل الصحابة)

۲ . سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کا سلام کہلوانا:

فَقَالَ لَهُ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِآتِيَهُ بِخَبَرِكَ، قَالَ: فَاذْهَبْ إِلَيْهِ، فَاقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامَ. (موطا امام مالك: 1338، كتاب الجهاد)

۳ . محمد بن المنکدر کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کے انتقال کے وقت حضور علیہ السلام کو سلام پیش کرنے کی درخواست:

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ وَهُوَ يَمُوتُ، فَقُلْتُ لَهُ: أَقْرِئْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي السَّلَامَ. (مسند احمد: 11660)

۴ . ایک اور صحابی:

إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، فَقَالَ: "وَعَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ". (ابوداود: 2934، كتاب الخراج، وكتاب الادب: 5231)

آپ علیہ السلام کی قبر مبارک پر سلام بھجوانے کا سلف کا معمول:

☆ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے باقاعدہ سلام کا بھیجنا ثابت ہے۔

- یزید المہدی کہتے ہیں کہ جب میں نے عمر بن عبد العزیز سے اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تم آپ علیہ السلام کی قبر پر حاضر ہو تو میرا سلام عرض کر دینا۔

  عن يزيد المهدي قال: لما ودّعت عمر بن عبدالعزيز قال: إن لي إليك حاجة؛ قلت ياأمير المؤمنين كيف ترى حاجتك عندي؟ قال: أني أراك إذا أتيت المدينة سترى قبر النبي فأقرئه مني السلام.

- حاتم بن وردان کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ باقاعدہ لوگوں کو سلام کیلئے شام سے مدینہ منورہ روانہ کرتے تھے۔

  وعن حاتم بن وردان قال: كان عمر بن عبدالعزيز يُوجّه البريد قاصدا من الشام إلى المدينة ليُقرئ عنه النبي السلام. [ذكره القاضي عياض في الشفاء في باب الزيارة (ج:2، ص:83)]

- ابو سعید کہتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تم مدینہ جاؤ گے اور اللہ کے نبی کی قبر دیکھو گے تو وہاں میرا سلام عرض کر دینا۔

  وعن ابى سعيد قال: قال لى عمر بن عبدالعزيز: إذا اتيت المدينة سترى قبر النبى فاقرئه منى السلام. (خلاصة الوفاء: 359)

- خفاجی کہتے ہیں کہ سلف کا طریقہ کار رہا ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کروایا کرتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی طریقہ کار رہا کہ وہ آپ علیہ السلام اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام بھجوایا کرتے تھے۔

  وذكر الخفاجى: كان من دأب السلف أنهم يرسلون السلام إلى رسول الله وكان ابن عمر يفعله ويرسل له عليه الصلاة والسلام ولأبى بكر وعمر رضي الله عنهما .

- خفاجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں فرشتوں کے ذریعے سلام پہنچا دیا جاتا ہے لیکن اس صورت (یعنی سلام بھجوانے کی صورت) میں آپ علیہ السلام سے مخاطب ہونے کی اور آپ علیہ السلام کی طرف سے جواب کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

ورسول الله صلى الله عليه وسلم وإن كان يبلغه سلام من سلم عليه وان كان بعيدا عنه لكن في هذا فضيلة خطابه عنده ورده عليه السلام بنفسه. [من نسيم الرياض للخفاجی (ج:3، ص:516) وذكرها الفيروزآبادی في الصلاة والبشر (ص:153)]

- اسی طرح امام نووی کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی کو اس بات کی وصیت / تلقین کی کہ میرا سلام پہنچا دے تو اسے چاہیئے کہ باقاعدہ سلام پیش کرے کہ فلاں بن فلاں آپ کو سلام عرض کر رہا ہے۔

الإمام النووي قال في "المجموع شرح المهذب": وَإِنْ كَانَ قَدْ أُوصِيَ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْك يَارَسُولَ الله من فلان بن فُلَانٍ، وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يُسَلِّمُ عَلَيْك يَارَسُولَ اللهِ، أَوْ نَحْوَ هَذِهِ الْعِبَارَةِ.

- اسی طرح فقہ کی معتبر کتب میں بھی اس بات کی وضاحت ہے کہ سلام پیش کر دینا چاہیئے۔*

جاء في "الاختيار لتعليل المختار" (176/1) وفي "الفتاوى الهندية" (1/265-266): وَيُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكِ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ وَجْهِهِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ مَا شَاءَ.

ويبلغه سلام من اوصاه فيقول: السلام عليك يارسول الله من فلان بن فلان. (الفقه على المذاهب الاربعة)

خلاصہ کلام

درود اور سلام کی کثرت مطلوب بھی ہے اور محبوب بھی، لہٰذا ہر مسلمان کو اس کی پابندی کرنی چاہیئے، اور اگر کبھی ایسا موقعہ ہو کہ کوئی سفر مدینہ پر جانے والا ملے تو اس سے بھی اپنا سلام عرض کر دینے کا ضرور کہنا چاہیئے کہ اس میں آپ علیہ السلام سے محبت وعقیدت کے اظہار کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کی اتباع بھی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہات سلسلہ نمبر 5

حارث اور اویس نام رکھنا

سوال: گذشتہ دنوں استاد محترم مفتی زرولی خان صاحب کا ایک کلپ سننے کا موقعہ ملا جس میں حضرت نے "حارث" نام رکھنے سے منع فرمایا کہ اس نام کے صحابہ موجود نہیں تھے... اس کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمه تعالی

سرسری مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نام کے بہت سے صحابہ کرام موجود ہیں جن میں اہل بدر، اہل احد اور صلح حدیبیہ میں شریک صحابہ بھی ہیں.

"اسد الغابة" میں "حارث" نامی ۲۹ صحابہ کا ذکر موجود ہے، فہرست میں 957 نمبر سے لے کر 986 نمبر تک "حارث" نام کے صحابہ ہیں، نمونے کے طور پر تین صحابہ کے نام اور حالات یہاں درج کئے جاتے ہیں:

١. الحارث بن مالك (958):

الحارث بن مالك مولى أبي هند الحجام.

- قال ابن منده: سماه لنا بعض أهل العلم، ويقال: إن اسم أبي هند الحارث بن مالك.
- روى أبوعوانة عن جابر عن الشعبي عن ابن عباس، قال: احتجم النبي صلى الله عليه وسلم وأعطى الحجام أجره، حجمه أبوهند، غلام لبني بياضة، وكان أجره كل يوم مدا ونصفا، فشفع له رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مولاه، فوضع عنه نصف مد.
- ورواه شعبة، والثوري، وشريك، وأبوإسرائيل، عن جابر، فمنهم من قال: أبوطيبة، ومنهم من قال: مولى لبني بياضة.
- ورواه إسحاق بن بهلول، عن أبيه، عن ورقاء، عن جابر، عن الشعبي، عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم حجمه أبوهند، واسمه الحارث بن مالك.
- أخرجه ابن منده، وأبونعيم، وليس فيه ذكر لمولى أبي هند، وإنما الاسم لأبي هند لا غير... والله أعلم.

٢. الحارث بن مضرس (964):

الحارث بن مضرس بن عبد رزاح.

بايع تحت الشجرة وشهد ما بعدها واستشهد بالقادسية.

٣. الحارث بن معاذ بن نعمان بن امرئ القيس (965):

له صحبة وشهد بدرا، وهم ثلاثة: اخوه سعد، الحارث وأوس.

- **روایات سے اویس نام کا ثبوت:**

مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تابعین میں بہتر انسان اویس ہوگا.

فقد قال عنه صلى الله عليه وسلم: إن خير التابعين رجل يقال له أويس. (رواه مسلم).

اویس بن عامر بن جزء بن مالک القرنی:

اویس رحمہ اللہ آپ علیہ السلام کے زمانے میں موجود تو تھے لیکن آپ علیہ السلام کو دیکھ نہیں سکے تھے.

ادرك النبى صلى الله عليه وسلم ولم يره، وسكن الكوفة، وهو من كبار تابعيها.(اسد الغابة: 331)

خلاصہ کلام

بلاشبہ حارث اور اویس نام رکھنا درست ہے اور حضور علیہ السلام کے زمانے میں اس نام کے صحابہ بھی موجود تھے، لہذا سوال میں مذکور دعوی درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہات سلسلہ نمبر6

ورقہ بن نوفل کا اسلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے بعد سب سے پہلے جن دو شخصیتوں کے سامنے یہ حقیقت آئی ان میں سے ایک حضرت خدیجہ اور دوسرے ورقہ بن نوفل تھے.

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ورقہ کے پاس گئیں تو ورقہ نے کہا کہ شاید یہ وہی نبی ہیں جن کا گذشتہ امتوں کو انتظار تھا اور پھر آپ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر میں اس وقت زندہ رہا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی تو میں آپ کی بھرپور مدد کرونگا.

وقال عروة بن زبير: لما وصفت خديجة لورقة بن نوفل شأن محمد قال لها: والله يابنة اخي! ما أدرى لعل صاحبك النبى الذى ينتظر أهل الكتاب الذى يجدونه مكتوبا عندهم فى التوراة والإنجيل، والله لئن أدركته وأنا حي لأبلين فى نصرته وحسن موازرته عذرا، فمات ورقة قبل ذلك. (الاصابة: 608/6، دلائل النبوة، بيهقى: 145/2

- حضرت خدیجہ نے جب آپ علیہ السلام سے ورقہ کے بارے میں سوال کیا کہ وہ تو اعلان نبوت سے قبل فوت ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ورقہ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا، اگر وہ جہنمی ہوتا تو سفید لباس میں نہ ہوتا. (یہ روایات اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں)

- روى الإمام أحمد في مسنده قال: (24367) حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنَا أَبُوالْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ خَدِيجَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، فَقَالَ: قَدْ رَأَيْتُهُ فِي الْمَنَامِ، فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ ثِيَابُ بَيَاضٍ، فَأَحْسِبُهُ لَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ بَيَاضٌ...

قلت: وهذا اسناد ضعيف، ابن لهيعة ضعيف سيء الحفظ جدًا...والصواب الارسال.

- وأخرجه الترمذي في سننه قال: حدثنا أبوموسى الانصاري، أخبرنا يونس بن بكير، أخبرنا عثمان بن عبدالرحمن، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة قالت: سئل رسول الله صلى الله

عليه وسلم عن ورقة، فقالت له خديجة: إنه كان صدقك، وإنه مات قبل أن تظهر. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أريته في المنام وعليه ثياب بياض، ولو كان من أهل النار لكان عليه لباس غير ذلك". (هذا حديث غريب).

وعثمان بن عبدالرحمن، ليس عند أهل الحديث بالقوي.

اسی طرح آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ورقہ کو برامت کہو کیونکہ میں نے اس کی ایک یا دو جنتیں دیکھی ہیں.

- وأخرج الحاكم في مستدركه قال: (4211) أَخْبَرَنِي عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ زِيَادٍ الْعَدْلُ، ثنا الْإِمَامُ أَبُوبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثنا أَبُوسَعِيدٍ الْأَشَجُّ، ثنا أَبُومُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جَنَّةً أَوْ جَنَّتَيْنِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاه.
- ثم ذكره الإمام أحمد في العلل بصيغة التمريض فقال (3:419)

وَمِنْهُم ورقة بن نَوْفَل بن أَسد الَّذِي يُقَال أَن النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَسُبُّوا وَرَقَة فَإِنِّي رَأَيْت لَهُ جنَّة أَو جنتين..."

- وعلله الإمام الدارقطني في علله بالإرسال فقال(3495/157): وَسُئِلَ عَنْ حَدِيثِ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا ورقة بن نوفل؛ فإني رأيت له جنة، أو جنتين".

- اسی طرح جب آپ علیہ السلام کے سامنے آپ کے اولین محسنین کا تذکرہ ہوا مثلا: خدیجہ، ابو طالب اور ورقہ بن نوفل کا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

☆ ابو طالب کو میری برکت سے جہنم کی گہرائی سے نکال کر جہنم کے کنارے پر لایا گیا.

☆ خدیجہ کیلئے جنت میں نہر کے کنارے محل تیار کیا گیا.

☆ ورقہ بن نوفل کو جنت میں سندس کے لباس میں دیکھا.

(اخرجه ابن عدی فی "الكامل": 519/1)

♧ عن جابر رضی الله عنه قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ابى طالب قال: أخرج الى ضحضاح من جهنم.

- وسئل عن خديجة قال: ابصرتها على نهر من انهار الجنة فی بيت من قصب لا صخب فيه ولا نصب.
- وسئل عن ورقة بن نوفل قال: ابصرته فی بطنان الجنة عليه السندس.

ورقہ بن نوفل کے بارے میں علمائے امت کے اقوال:

۱. ورقہ بن نوفل (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی) صحابی تھے، اس قول کے قائل امام طبری، بغوی، ابن قانع، ابن السکن وغیرہ ہیں۔

ورقة بن نوفل بن أسد بن عبدالعزى بن قصي القرشي الأسدي، ابن عم خديجة زوج النبي صلى الله عليه وسلم. فمن العلماء من ذكره في الصحابة كالطبري والبغوي وابن قانع وابن السكن وغيرهم- ["الإصابة" (607/6)]-

۲. امام زرکلی کہتے ہیں کہ ورقہ ابن نوفل کی زندگی کے بارے میں ایک کتاب لکھی گئی جس میں ان کو صحابہ میں شامل کیا گیا ہے۔

وقال الزركلي رحمه الله: وفي المؤرخين من يعده في الصحابة-

قال البغدادي: ألف أبوالحسن برهان الدين إبراهيم البقاعي تأليفا في إيمان ورقة بالنبي، وصحبته له، سماه بذل النصح والشفقة، للتعريف بصحبة السيد ورقة- ["الأعلام" (115/8)]-

☆ ورقہ حالت ایمان میں دنیا سے گئے ہیں لیکن صحابی نہیں تھے۔

۳. ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ورقہ فترہ کے دور میں دعوت اسلام سے قبل انتقال کر گئے تھے۔

□ قال ابن كثير رحمه الله: وتقدم الكلام على إيمان ورقة بن نوفل بما وجد من الوحي، ومات في الفترة رضي الله عنه- ["البداية والنهاية" (25/3)]

۴. امام ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ دعوت اسلام سے پہلے فترہ وحی میں ورقہ کا انتقال ہوا، لہذا وہ صحابی نہیں کہلائے جائینگے۔
وقد ذكر الذهبي: وإنما مات الرجل في فترة الوحي بعد النبوة وقبل الرسالة، كما في الصحيح- ["سير أعلام النبلاء" (129/1)]

۵. حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ورقہ نے اقرار نبوت تو کیا تھا لیکن دعوت سے قبل انتقال ہو گیا، لہذا ان کو صحابی کہنا مشکل ہے۔
وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله بعد أن ذكر حديث بدء الوحي: "فهذا ظاهره أنه أقر بنبوته، ولكنه مات قبل أن يدعو رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس إلى الإسلام، فيكون مثل بحيرا، وفي إثبات الصحبة له نظر- ["الإصابة" (607/6)].

خلاصہ کلام

ان تمام روایات کا خلاصہ یہی ہے کہ ورقہ بن نوفل ادیان سابقہ میں سے حق راستے پر تھے اور ان کا انتقال حالت ایمان پر ہوا ہے، لہذا بعض علماء نے انکو صحابہ میں شمار کیا ہے اور بعض نے نہیں، لیکن مؤمن ہونے اور اہل جنت ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہات سلسلہ نمبر 7

استخارے کی دعا اور طریقہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو زندگی گذارنے کا بہترین طریقہ یہ سکھایا کہ ہر آن ہر گھڑی اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ جوڑے رکھو اور ہر معاملے کو اللہ تعالی کے سپرد کرنا سکھایا، اسی لئے آپ علیہ السلام ہر معاملے میں استخارے کا حکم فرماتے اور صحابہ کو باقاعدہ سکھاتے تھے، جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام میں استخارہ اتنے اہتمام سے سکھاتے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے.

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أقدر وتعلم وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي (أو قال فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ) فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي (أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ) فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ".

قَالَ: «ويسمي حَاجته».

- دو رکعت نماز پڑھی جائے اور پھر اس دعا کو مانگا جائے جو دعا لکھی گئی ہے.

بغیر نماز کے استخارہ کرنے کا حکم:

اگر نماز پڑھنے کا وقت میسر نہیں یا مختصر دعا پڑھنے کی طبیعت ہے تو روایات میں مختصر دعا بھی سکھائی گئی ہے جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت ہے:

- "اَللّٰهُمَّ خِرْلِی وَاخْتَرْلِی"

فتح الباری میں ابن ابی جمرہ کا قول منقول ہے کہ دعا سے پہلے نماز کا مقصد بادشاہ کے دروازے کو کھٹکھٹانا ہے کیونکہ اس میں اعلیٰ درجے کی عاجزی ہے لیکن اگر (کسی وجہ سے اس وقت) نماز کا پڑھنا ممکن نہ ہو تو بغیر نماز کے بھی خیر کی دعا مانگی جا سکتی ہے.

قال ابن أبي جمرة (كما في "فتح الباري" (186/11): الحكمة في تقديم الصلاة على الدعاء أن المراد بالاستخارة حصول الجمع بين خيري الدنيا والآخرة، فيحتاج إلى قرع باب الملك، ولا شيء لذلك أنجع ولا أنجح من الصلاة، لما فيها من تعظيم الله، والثناء عليه؟ والافتقار إليه مآلا وحالا.

والاستخارة التي علمنا إياها الرسول صلى الله عليه وسلم تكون بصلاة ركعتين ثم الدعاء بعدها.

وإذا تعذر على المسلم الصلاة، لسبب من الأسباب فلا حرج عليه من دعاء الله تعالى أن ييسر له خير الأمرين من غير صلاة-

امام نووی فرماتے ہیں کہ اگر (کسی وجہ سے اس وقت) نماز کا پڑھنا ممکن نہ ہو تو صرف دعا سے بھی استخارہ کیا جا سکتا ہے.

قال النووي رحمه الله في "الأذكار" (ص/120): "ولو تعذرت عليه الصلاة استخار بالدعاء".

وقد نقل كلام النووي هذا جماعة من علماء المذاهب، مقرين ومستشهدين به.

انظر: "حاشية رد المحتار" (27/2)،

"الفواكه الدواني" (35/1)،

"شرح مختصر خليل للخرشي" (37/1)،

"أسنى المطالب" (205/1).

استخارے کے مختلف طریقے:

موجودہ دور میں جہاں نت نئے ایجادات ہوئے وہیں پر دینی معاملات میں بھی نت نئے طریقے شروع کئے گئے ہیں اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ استخارے کے نام کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا، کہیں آن لائن استخارے تو کہیں پر استخارے کیلئے پرچیاں ڈلوائی گئیں اور کہیں پر زائچے نکلوا کر استخارے کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی.

☆ اس میں واضح بات یہ ہے کہ استخارہ خود کرنے کا عمل ہے، پورے دور صحابہ میں کسی سے استخارہ کروانے کا واقعہ نہیں ملتا اور نہ خواب کے نظر آنے کو لازم قرار دیا گیا، بلکہ اللہ سے خیر کو طلب کر کے دل کے اطمینان کو بنیاد بنایا گیا اور اگر دل مطمئن نہیں ہو رہا یا بات سمجھ نہیں آ رہی تو مشورے کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔

کسی اور سے استخارہ کروانے کا حکم:

کسی اور سے استخارہ کروانے کے متعلق علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں:

۱. بعض حضرات نے اس کا انکار کیا ہے اور اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ خیر القرون میں اس عمل کا ثبوت موجود نہیں۔

۲. بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نماز ہے اور نماز میں نیابت نہیں ہوتی۔

جیسے ابن عبد البر سے منقول ہے کہ اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ نماز چاہے فرض ہو یا نفل، زندہ یا مردہ کسی کی طرف سے بھی اس میں نیابت درست نہیں۔

قال ابن عبدالبر رحمه الله: أما الصلاة فإجماع من العلماء أنه لا يُصلِّي أحدٌ عن أحدٍ فَرْضاً عليه من الصلاة، ولا سُنة، ولا تطوعا لا عن حي ولا عن ميت، وكذلك الصيام عن الحي، لا يجزئ صوم أحدٌ في حياته عن أحد، وهذا كله إجماع لا خلاف فيه.

جبکہ بعض علمائے کرام نے استخارے میں نیابت کو درست قرار دیا ہے اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اسکے بارے میں کوئی ثبوت تو موجود نہیں لیکن انہوں نے ایک روایت سے استدلال کیا ہے کہ "اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو پہنچا دے"۔

وقد رأى بعض العلماء صحة النيابة في الاستخارة، ففي حاشية العدوي المالكي على شرح الخرشي لخليل:

تنبيه: كان بعض المشايخ يستخير للغير، وقال بعض الفضلاء: يؤخذ من قوله صلى الله عليه وسلم: "من استطاع منكم أن ينفع أخاه فلينفعه". أن الإنسان يستخير لغيره، والحديث في الجامع الصغير، وفي الاستدلال بما ذكر شيء كما في بعض الشراح.

وقال سليمان الجمل الشافعي في فتوحات الوهاب:

تنبيه: ظاهر الحديث (أي الوارد في تعليم الاستخارة) أن الإنسان لا يستخير لغيره، وجعله الشيخ محمد الحطاب المالكي محل نظر، فقال: هل ورد أن الإنسان يستخير لغيره؟ لم أقف في ذلك على شيء، ورأيت بعض المشايخ يفعله.

قلت: قال بعض الفضلاء: ربما يؤخذ من قوله عليه السلام: "من استطاع منكم أن ينفع أخاه فلينفعه" أن الإنسان يستخير لغيره.

موسوعہ الفقہیہ الکویتیہ میں کسی اور کی طرف سے استخارہ کرنے کے باب میں لکھا ہے کہ مالکیہ اور شوافع اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ حنفیہ اور حنابلہ اس باب میں خاموش ہیں.

جاء في الموسوعة الفقهية الكويتية (ج:3، ص:246):

النِّيَابَةُ فِي الِاسْتِخَارَةِ: الِاسْتِخَارَةُ لِلْغَيْرِ قَال بِجَوَازِهَا الْمَالِكِيَّةُ، وَالشَّافِعِيَّةُ أَخْذًا مِنْ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ.

وَجَعَلَهُ الْحَطَّابُ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ مَحَل نَظَرٍ. فَقَال: هَل وَرَدَ أَنَّ الإِْنْسَانَ يَسْتَخِيرُ لِغَيْرِهِ؟ لَمْ أَقِفْ فِي ذَلِكَ عَلَى شَيْءٍ، وَرَأَيْتُ بَعْضَ الْمَشَايِخِ يَفْعَلُهُ. وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِذَلِكَ الْحَنَابِلَةُ والحنفية.

ایک روایت کی تحقیق:

استخارے کے متعلق ایک مشہور روایت زبان عام پر جاری ہے:

- "ما خاب من استخار ولا ندم من استشار"

اس روایت کے متعلق عرض ہے کہ یہ روایت سند کے لحاظ سے انتہائی ضعیف ناقابل بیان ہے، اور اسکے ضعف کی وجہ اس میں موجود راوی عبدالسلام اور عبدالقدوس ہیں، انکے بارے میں سب سے محتاط قول علامہ ھیثمی کا ہے کہ "كلاهما ضعيفان جدا". یہ روایت "معجم طبرانی" میں ہے.

عبدالقدوس بن حبیب کے بارے میں محدثین کے اقوال:

ابوحاتم: متروك الحديث، كان لا يصدق.

البخاری: تركوه، منكر الحديث.

ابن حبان: كان يضع الحديث على الثقات، لا يحل كتابة حديثيه ولا الرواية عنه.

النسائي: متروك.

مسلم: ذاهب الحديث.

الهيثمي: رواه الطبراني فى الأوسط والصغير من طريق عبدالسلام بن عبدالقدوس وكلاهما ضعيفان جدا.

خلاصہ کلام

استخارہ ایک بہت عظیم عمل ہے اور ہر مسلمان کو اس کی عادت بنانی چاہیئے کہ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اپنے رب سے خیر کو طلب کیا جائے لیکن یہ عمل خود کرتے رہنا چاہیئے، اگر کبھی کبار کوئی اہم کام ہو اور کچھ سمجھ نہ آرہا ہو تو کسی قریبی دیندار سمجھدار شخص سے استخارہ کروانے میں حرج نہیں، لیکن نہ تو اس کو عادت بنایا جائے اور نہ دھندا بنانے والوں کے ہاتھوں کھلونا بننا چاہیئے۔

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہات سلسلہ نمبر 8

حضرت علی اور اونٹنی کا قصہ

سوال: ایک واقعہ کثرت سے سوشل میڈیا پر نشر کیا جارہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوت دیا کہ اسکو بازار میں فروخت کرکے آٹا لے آئیں کہ گھر میں کئی دنوں سے فاقہ ہے، حضرت علی نے چھ درہم میں وہ فروخت کردیا، اتنے میں ایک سائل نے اللہ کے نام کی صدا لگائی تو حضرت علی نے وہ چھ درہم اس سائل کو دے دیئے اور آپ خالی ہاتھ لوٹنے لگے تو راستے میں ایک دیہاتی ملا جس کے پاس ایک موٹی اونٹنی تھی، اس اعرابی نے کہا کہ آپ اس اونٹنی کو خریدینگے؟ تو حضرت علی نے قیمت پاس نہ ہونے کا عذر کیا تو اعرابی نے وہ اونٹنی حضرت علی کو ادھار دے دی، تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اونٹنی کو ساٹھ درہم نفع پر خرید لیا، حضرت علی نے پہلے دیہاتی کو اسکے دراہم لوٹائے اور آپ رضی اللہ عنہ کو ساٹھ دراہم کا نفع ہوا، جب آپ علیہ السلام کو واقعہ سنایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلا دیہاتی جبریل تھے اور خریدار میکائیل تھے اور آپ نے چھ دراہم اللہ کیلئے خرچ کئے تو اسکا بدلہ اللہ تعالٰی نے دس گنا لوٹا کردیا.

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ اردو کی مشہور کتابوں میں موجود ہے لیکن اسکا حوالہ حدیث کی کسی بھی مضبوط کتاب میں (چاہے وہ مستند ہو یا ضعیف روایات پر لکھی گئی کتاب ہو) نہیں ملتا.

تلاش بسیار کے بعد اس کا حوالہ اہل سنت میں سے علامہ صفوری کی کتاب "نزهة المجالس" میں بغیر کسی سند کے ملا ہے جو اس واقعہ کے غیر مستند ہونے کی دلیل ہے.

نزهة المجالس میں ہے کہ جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام انسانی صورت میں بیچنے والے اور خریدار کی شکل میں آئے.

اوردها الصفوري على انها حكاية، دون سند ولم يعزها لاحد.

حكاية: خرج علي بن أبي طالب رضي الله عنه يبيع إزار فاطمة رضي الله عنها ليأكلوا من ثمنه فباعه بستة دراهم فرآه سائل فأعطاه إياها، فجاء جبريل في صورة أعرابي ومعه ناقة فقال: يا أباالحسن! اشتر هذه الناقة، فقال: ما معي ثمنها، قال: إلى أجل؛ فاشتراها بمائة،

ثم تعرض له ميكائيل في طريقه فقال: أتبيع هذه الناقة؟ قال: نعم؛ ولقد اشتريتها بمائة، قال: ولك الربح ستون، فباعها له فتعرض له جبريل فقال: بعت الناقة؟ قال: نعم، قال: ادفع لي ديني، فدفع له مائة ورجع بستين، فقالت له فاطمة: من أين لك هذا؟ قال: تاجرت مع الله تعالى بستة دراهم فأعطاني ستين، ثم جاء النبي صلى الله عليه وسلم فأخبره بذلك فقال: البائع جبريل، والمشتري ميكائيل، والناقة لفاطمة تركبها يوم القيامة. (نزهة المجالس ومنتخب النفائس: 206/1)

☆ نزھۃ المجالس ایسی کتاب ہے کہ جس میں ہر طرح کا رطب ویابس جمع کیا گیا ہے، لہذا جب تک سند کے ساتھ اسکا حوالہ موجود نہ ہو معتبر نہیں.

- شیعوں کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ "نزھۃ المجالس" کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے.

(إحقاق الحق، ج: 6، ص: 107)

(الموسوعة عن فاطمة الزهراء، ج: 17، ص: 299)

حلبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام سیوطی سے اس واقعے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا واقعہ ہے.

ونقل الحلبي في "السيرة الحلبية" (282/2) أن السيوطي سئل عن هذه القصة فأجاب بأنها من الكذب الموضوع.

علامہ ابن القیم کہتے ہیں کہ روافض نے حضرت علی کی شان میں بے شمار روایات بنائی ہیں.

وقال أيضا رحمه الله: وأما ما وضعه الرافضة في فضائل علي فأكثر من أن يعد.

حافظ ابویعلی کہتے ہیں کہ فضائل علی میں من گھڑت روایات کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے.

قال الحافظ أبويعلى الخليلي في كتاب الإرشاد: وضعت الرافضة في فضائل علي رضي الله عنه وأهل البيت نحو ثلاث مئة ألف حديث.

خلاصہ کلام

یہ واقعہ من گھڑت اور غیر مستند ہے، لہذا اس کا بیان کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

تنبیہات سلسلہ نمبر 9

اپنے بچے کو اللہ کے حوالے کرنا

سوال: ایک قصہ مشہور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے سے ایک شخص گذرا جس نے بچے کو کندھے پر بٹھایا ہوا تھا تو حضرت عمر ان دونوں کی مشابہت دیکھ کر متعجب ہوئے، اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت اس بچے کی ولادت کا قصہ بڑا عجیب ہے. جب یہ ماں کے پیٹ میں تھا اور مجھے جہاد میں جانا تھا تو میں نے اللہ تعالٰی سے کہا کہ اے اللہ! میں اس حمل کو تیرے سپرد کرتا ہوں، یہ دعا کرکے میں اللہ کے راستے میں چلا گیا، جب میں واپس آیا تو مجھے خبر دی گئی کہ میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا، مجھے بہت افسوس ہوا. جب ایک رات کو ہم کھانا کھانے بیٹھے تو میں نے دیکھا کہ قبر سے روشنی باہر آرہی ہے، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ یہ روشنی کیسی ہے تو اس نے کہا کہ ہر رات اس قبر سے یہ روشنی پھوٹتی ہے، مجھے جستجو ہوئی اور میں نے قبر کھودنے کا ارادہ کیا کہ اچانک قبر خود بخود کھل گئی اور یہ بچہ ماں کی گود میں بیٹھ کر کھیل رہا تھا، میں قبر میں اترا تو ایک ندا آئی کہ تونے بچے کو اللہ کے سپرد کیا تھا، اللہ تعالٰی نے اسکی حفاظت فرمائی، اگر تو ماں کو بھی اللہ کے سپرد کرتا تو اسکو بھی سلامت پاتا. کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

یہ قصہ مختلف کتابوں میں منقول ہے جیسے ابن ابی الدنیا نے اپنے مختلف تصنیفات میں اور خرائطی، طبرانی، عجلونی اور مختلف مصنفین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے.

والقصة رواها ابن أبي الدنيا في كتاب "مجابو الدعوة"، وفي "مَن عاش بعد الموت" وفي "هواتف الجنان"، وفي كتاب "القبور"، ورواها الخرائطي في "مكارم الأخلاق" والطبراني في "الدعاء". وأوردها العجلوني في "كشف الخفاء" نقلا عن عز الدين بن جماعة في كتاب "هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك"، أنه قال: رُوي عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه... فَذَكَر القصة..... (والتعبير بـ "رُوي" تضعيف ، إذ أنها صيغة تمريض).

اس واقعے کا متن:

جاء رجل الى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه وأرضاه وكان الرجل معهُ ابنه وليس هناك فرق ما بين الابن وأبيه فتعجب عمر رضي الله عنه قائلاً: والله ما رأيت مثل هذا اليوم عجبا، ما أشبه أحد أحداً أنت وأبنك الا كما أشبه الغراب الغراب (والعرب تضرب في أمثالها أن الغراب كثير الشبه بقرينه).

فقال الرجل: ياأمير المؤمنين! كيف ولو عرفت بأن أمه ولدته وهي ميتة. فغير عمر من جلسته وبدل من حالته وكان رضي الله عنه وأرضاه يحب غرائب الأخبار فقال للرجل: أخبرني؟ قال: يا أمير المؤمنين! كانت زوجتي أم هذا الغلام حاملاً به فعزمت على السفر فمنعتني فلما وصلت الى الباب الحت علي أن لا أذهب وقالت: كيف تتركني وأنا حامل، فوضعت يدي على بطنها وقلت: "اللهم إنني أستودعك غلامي هذا" ومضيت. وخرجت فمضيت وقضيت في سفري ماشاءالله لي ان أمضي وأقضي ثم عدت فلما عدت وإذا بباب بيتي مقفل وإذا بأبناء عمومتي يحيطون بي ويخبرونني أن زوجتي قد ماتت.

فقلت: انا لله وانا اليه راجعون. فأخذوني ليطعموني عشاءً قد أعدوه لي فبينما أنا على العشاء وإذا بدخان يخرج من المقابر، فقلت: ما هذا الدخان؟ قالوا: هذا الدخان يخرج من مقبرة زوجتك كل يوم منذ أن دفناها، فقال الرجل: والله إنني لمن أعلم خلق الله بها، كانت صوامةً قوامةً عفيفة لا تقرب منكراً وتأمر بالمعروف ولا يخزيها الله أبدا، فقمت وتوجهت الى المقبرة وتبعني أبناء عمومتي. فقال: فلما وصلت إلى قبرها ياأمير المؤمنين أخذت أحفر حتى وصلت اليها فاذا بها ميتة جالسة وابنها هذا الذي معي حي عند قدميها وإذا بمناد ينادي: يا من استودعت الله وديعةً خذ وديعتك.

اس واقعے کی اسنادی حیثیت:

اس واقعے کا مدار ایک راوی پر ہے جس کا نام عبید بن اِسحاق العطار ہے۔

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

۱. امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ شخص منکر روایات نقل کرتا تھا۔

قال فيه الإمام البخاري (كما في "التاريخ الكبير" 441/5): عبيد بن إسحاق أبو عبدالرحمن العطار الكوفي مات سنة عشرة، عنده مناكير.

۲. یحیی بن معین کہتے ہیں کہ یہ ضعیف راوی ہے۔

قال يحيى: هو ضعيف، وقال ايضاً (74/1): عبيد بن إسحاق العطار ضعيف.

۳. ایک اور جگہ فرمایا: ليس بشيء.

۴. امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ متروک راوی ہے۔

وقال فيه النسائي (72/1): عبيد بن إسحاق العطار متروك الحديث؛ كوفي.

۵. ابن عدی کہتے ہیں کہ عام طور پر منکر المتن یا منکر السند روایات نقل کرتا ہے.

اس واقعے کی ایک اور سند:

اس واقعے کے ضعف کی بڑی وجہ عبید بن اسحاق العطار ہے. لیکن بعض کتابوں میں اس واقعے کی ایک اور سند بیان کی جاتی ہے کہ اس واقعے کو عثمان بن زفر نے عاصم بن محمد سے نقل کیا ہے.

اس سند میں ابن ابي الدنیا کے استاد محمد بن الحسین ثقہ ہیں لیکن ان کے استاد عثمان بن زفر مجھول الحال راوی ہیں، اگرچہ بعض محدثین نے ان کو صدوق قرار دیا ہے.

قال أبو عبدالباري: في كلام أبي حاتم بيان سبب الإنكار ألا وهو تفرد عبيد بن إسحاق به مع ضعفه، لكنه لم يتفرد به، بل تابعه عثمان بن زفر (وهو صدوق كما في التقريب).

قال ابن أبي الدنيا عقب الرواية السابقة: قال محمد بن الحسين (شيخه في الحديث) فسألت عثمان ابن زفر عن هذا الحديث فقال: سمعته من عاصم بن محمد.

ومحمد بن الحسين هو أبوشيخ البرجلاني، أورده الذهبي في الميزان (522/3) فقال: أرجو أن يكون لا بأس به، ما رأيت فيه توثيقا ولا تجريحا، لكن سئل عنه إبراهيم الحربي فقال: ما علمت إلا خيرا.

وتعقبه الحافظ في اللسان (137/5) فقال: وما لذكر هذا الرجل الفاضل الحافظ (يعني في الضعفاء) وقد ذكره ابن حبان في الثقات (88/8، رقم:15338).

حکیم ترمذی عبید بن اسحاق العطار کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم العمری نے اس واقعے کی تصدیق کی ہے اور بعض لوگوں نے اس بچے کے بچے کو کوفہ میں دیکھا ہے۔

وزاد الحكيم الترمذي من طريق عبيد بن إسحاق: فحدثت بهذا الحديث محمد بن إبراهيم العمري فقال: هذا والله الحق، وقد سمعت عم أبي عاصم يذكر، ورأيت ابن ابن هذا الرجل بالكوفة وقال لي موالينا: هو هذا.

خلاصہ کلام

اس واقعے کے متعلق اگرچہ ایک سند اور کچھ اقوال ثبوت کے بھی موجود ہیں لیکن اس واقعے کا متن اس قدر منکر اور انوکھا ہے کہ حدیث سے شغف رکھنے والا ادنی طالب علم بھی اس کی صحت میں شک کرے گا، لہذا ہمارے نزدیک یہ واقعہ ثابت نہیں اور اس کو بیان کرنے اور پھیلانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 10

قیامت کے روز امت کا حساب

سوال: ایک روایت ہمارے ہاں مشہور ہے کہ معراج کی رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ اے اللہ! میری امت کا حساب میرے ہاتھ میں دے دینا تاکہ میری امت کے عیوب پر میرے علاوہ کوئی شخص مطلع نہ ہو تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب آیا کہ اے احمد! میں اپنے بندوں کا ایسا حساب لونگا کہ تجھے بھی ان کے گناہوں کی اطلاع نہ ہو سکے گی...

اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب باسمہ تعالی

یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہے جس میں معراج پر آپ علیہ السلام کا تشریف لے جانا اور پھر وہاں جبریل علیہ السلام اور اللہ تعالی سے مختلف مکالمات کا ذکر ہے، یہ تمام روایت من گھڑت ہے.

روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ میری امت کا حساب میرے ہاتھ میں دے دیجئے، تو جواب ملا کہ اے احمد! یہ میرے بندے ہیں، میں ان کے عیوب آپ پر بھی نہیں کھولونگا تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی! گناہگاروں کا کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالی کی طرف سے جواب آیا کہ جب مجھ جیسا رحیم اور تجھ سا شفیع موجود ہیں تو گناہگاروں کو کیا ڈر ہے۔

عن ابي القاسم محمود بن الفرج بن أبي القاسم المقرئ الكرخي أنبأنا أبوحفص عمر بن أبي بكر المقرئ أنبأنا أبو الصفا تامر بن علي أنبأنا منصور بن محمد بن علي الأصبهاني المذكر أنبأنا محمد بن أحمد بن إبراهيم القاضي ثنا محمد بن أيوب الرازي ثنا القعسي عن سلمة بن وردان عن ثابت البناني عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ليلة أسري بي إلى السماء سألت ربي عزوجل فقلت: إلهي وسيدي! اجعل حساب أمتي على يدي لئلا يطلع على عيوبهم أحد غيري، فإذا النداء من العلي: يا أحمد! إنهم عبادي؛ لا أحب أن أطلعك على عيوبهم، فقلت: إلهي وسيدي ومولائي! المذنبون من أمتي؟" فإذا النداء من

العلا: يأحمد! إذا كنت أنا الرحيم وكنت أنت الشفيع فأين المذنبون بيننا! فقلت: حسبي حسبي."

اس روایت میں یہ راوی جھوٹ بنانے والا ہے۔

فيه محمد بن علي المذكر

اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ان پر جھوٹ کی تہمت ہے اور یہ مختلف سندوں کو جوڑ کر روایت بناتا ہے۔

قال في المغني: متهم تالف.

امام سیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت اس نے گھڑی ہے۔

قال السيوطي: وأخلق بهذا الحديث أن يكون من وضعه.

اسی نوع کی ایک اور روایت بھی ہے جس کا راوی بھی جھوٹا ہے.

وفي رواية أخرى "تذكرة الموضوعات" للفتني قال:

وفي الذيل: "ليلة أسري بي سألت الله عزوجل فقلت: إلهي وسيدي! اجعل حساب أمتي على يدي لئلا يطلع على عيوبهم أحد غيري، فإذا النداء من العلي: يأحمد! إنهم عبادي؛ لا أحب أن أطلعك على عيوبهم، فقلت: إلهي وسيدي ومولاي! المذنبون من أمتي؟ فإذا النداء من العلي: يأحمد! إذا كنت أنا الرحيم وكنت أنت الشفيع فأين تبين المذنبون؟ فقلت: حسبي حسبي".

– قال: فيه محمد بن أيوب: كذاب.

خلاصہ کلام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے شفاعت کبری کا ایک بہت بڑا مقام اور اعزاز عطا فرمایا ہے جس کی برکت سے انشاءاللہ اس امت کے گناہگاروں کی سفارش ہوگی اور امت کو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جائینگے، لیکن اس اعزاز کیلئے یا آپ علیہ السلام کی شفقت کو بتانے کیلئے ایسے من گھڑت واقعات کی چنداں ضرورت نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر11

زنا قرض ہے

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ زنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی برائی کیلئے یہ بات کافی ہے کہ قرآن مجید نے اس قبیح عمل کیلئے انه كان فاحشة ومقتا وساء سبيلا فرمایا کہ یہ عمل بے حیائی اور غلط روش کا مجموعہ ہے اور قرآن نے اس عمل کو روکنے کیلئے اس عمل کے دواعی (یعنی اسکی طرف لے جانے والے افعال) بد نظری اور بے پردگی تک کو منع فرمادیا. لیکن ہمارے ہاں بہت ساری مشکلات میں سے ایک مشکل یہ بھی ہے کہ شریعت نے جس عمل کیلئے جو حکم یا درجہ مقرر کیا ہوتا ہے ہم اس حکم اور درجے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ کچھ ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس عمل سے شریعت کا فائدہ ہونے کے بجائے خود شریعت کو نقصان پہنچتا ہے. اسی سلسلے میں ہر عمل کیلئے موضوع اور من گھڑت روایتوں کا سہارا لے کر اس کو عام کیا جاتا ہے، یہی سلسلہ زنا کے متعلق روایات کو پوسٹوں کے ذریعے عام کر کے کیا جارہا ہے.

زنا کے متعلق کچھ مشہور کردہ باتیں:

جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ زنا کی شناعت اور خباثت کے بیان کیلئے قرآن مجید کی آیات کریمہ اور بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں لیکن پھر بھی ہمارے ہاں اس بات کو بطور حدیث پیش کیا جاتا ہے:

- زنا ایک قرض ہے، اگر باپ لے گا تو بیٹی کو ادا کرنا پڑے گا. یہ بات سند کے لحاظ سے بھی درست نہیں اور نہ ہی عقلا اور نقلا اسکا کوئی ثبوت ہے.

ثابت شدہ روایات:

اس موضوع کے بارے میں جو روایت ثابت ہے اسکے الفاظ کچھ یوں ہیں:

- "عفوا تعف نساؤكم" کہ تم پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاکدامن رہیں گی.

اس روایت کے دو طرق سند ضعیف سے ثابت ہو کر حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچتے ہیں جبکہ باقی طرق موضوع ہیں.

- **پہلی سند:**

وأخرجه أبونعيم أيضاً في المرجع السابق (285/2) من طريق الوليد بن مسلم، ثنا صدقة بن يزيد، ثنا العلاء بن عبدالرحمن، عن أبيه، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "عفوا تعف نساؤكم".

اس سند کو اگرچہ امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن امام ذہبی نے سوید کو ضعیف قرار دیا ہے.

الحديث صححه الحاكم، وتعقبه الذهبي بقوله: "بل سويد ضعيف".

قلت: سويد هذا هو ابن إبراهيم الجَحْدَري، أبوحاتم الحنّاط، وهو صدوق، إلا أنه سيىء الحفظ، له أغلاط.

- الكامل لابن عدي (1257/3، 1259)، والتقريب (340/1 رقم 593)، والتهذيب (270/4 رقم 467).

- **دوسری سند:**

اس سند میں صدقہ بن یزید ضعیف راوی ہے.

وأما الطريق التي رواها أبونعيم، عن الوليد بن مسلم، ففي سندها شيخ الوليد، وهو صدقة بن يزيد الخراساني، الشامي، ضعفه أحمد، وابن عدي، وأبوحاتم، وعده ابن الجارود، والساجي، والعقيلي في الضعفاء.

- وقال البخاري: منكر الحديث. ووثقه أبوزرعة الدمشقي، ودحيم.

قلت: ولعل الأرجح من حاله أنه: صدوق يخطيء.

اس مضمون کی موضوع روایات:

۱. حضرت عائشہ کی روایت: اس میں خالد بن یزید العمری جھوٹا راوی ہے.

عن الزبير، عن عائشة، عن النبي صلَّى الله عليه وسلم قال: "عفوا تعف نساؤكم، وبروا آباءكم تبركم أبناؤكم، ومن اعتذر إلى أخيه المسلم من شيء بلغه عنه، فلم يقبل عذره، لم يرد عليّ الحوض".

– قال الهيثمي في "المجمع" (81/8 و 139): فيه خالد بن يزيد العمري وهو كذاب.

۲. حضرت انس کی روایت: اس میں ابراہیم بن ہدبۃ الفارسی البصری ہے جس کو خبیث جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔

وأما حديث أنس رضي الله عنه فقال السيوطي في الموضع السابق: قال ابن عساكر في سباعياته: أخبرني أبوالقاسم هبةالله بن عبدالله بن أحمد الواسطي، الشروطي، أنبأ أبوبكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب، أنبأ أبوسعيد أحمد بن محمد بن عبدالله الماليني، سمعت أبابكر المفيد، سمعت الحسن بن عبدالله العبدي، سمعت أباهدبة يحدث عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بروا آباءكم تبركم أبناؤكم، وعفوا تعف نساؤكم، ومن لم يقبل متنصلاً صادقاً أو كان كاذباً فلا يرد على الحوض".

والحديث بهذا الإسناد موضوع.

أبوهدبة الراوي للحديث عن أنس اسمه إبراهيم بن هدبة الفارسي، البصري، وهو كذاب خبيث، كذبه ابن معين، وعلي بن ثابت، وأبوحاتم.

وقال ابن حبان: دجال من الدجاجلة. اهـ. من المجروحين (114/1 –115)، واللسان (119/1 – 120 رقم: 370).

۳. ابن عباس کی سند: اس میں بھی اسحاق بن نجیح الملطی جھوٹا ہے۔

وأما حديث ابن عباس رضي الله عنهما فأخرجه ابن عدي في الكامل (324/1) من طريق إسحاق بن نجيع الملطي، عن ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "عفوا تعف نساؤكم".

ومن طريق ابن عدي أخرجه ابن الجوزي في "الموضوعات" (106/3).

وهذا أيضاً موضوع بهذا الإسناد في سنده إسحاق بن نجيح الملطي وقد كذبوه. (الكامل: 323/1 – 325) والتقريب.

اس موضوع کے متعلق من گھڑت روایات:

ا. "ما زنى عبد قط فادمن على الزنا إلا ابتلى فى اهل بيته".

اگر کوئی بندہ زنا کا عادی بنتا ہے تو اس کی سزا کے طور پر اس کے گھر والوں کو اس عمل میں مبتلا کر دیا جاتا ہے. یہ روایت من گھڑت ہے.

۲. "من زنی زنی به ولو بحیطان داره".

جو شخص زنا کرتا ہے اس کے ساتھ زنا کیا جائے گا اگر چہ اس کے گھر کی دیواروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو. یہ روایت بھی من گھڑت ہے.

- "ما زنی عبد قط فادمن علی الزنا إلا ابتلی فی اهل بيته".

یہ روایت موضوع ہے. اس میں اسحاق بن نجیح روایات گھڑنے والا راوی ہے.

هذا الحديث موضوع.

رواه ابن عدي (2/15) وأبونعيم في "أخبار أصبهان" (278/1)

عن إسحاق بن نجيح عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعا، وقال ابن عدي: "وإسحاق بن نجيح بين الأمر في الضعفاء، وهو ممن يضع الحديث".

– وأورده السيوطي في "ذيل الأحاديث الموضوعة" (ص: 149 رقم: 728) وقال: "إنه من أباطيل إسحاق بن نجيح".

- "من زنی زني به ولو بحيطان داره".

یہ روایت بھی من گھڑت ہے. اس میں قاسم الملطی جھوٹا راوی ہے.

هذا الحديث موضوع.

رواه ابن النجار بسنده عن القاسم بن إبراهيم الملطي: أنبأنا المبارك بن عبدالله المختط: حدثنا مالك عن الزهري عن أنس رضی الله عنه مرفوعا، قال ابن النجار: "فيه من لا يوثق به". قلت: وهو القاسم الملطي كذاب. [كذا في "ذيل الأحاديث الموضوعة" للسيوطي (ص 134) و"تنزيه الشريعة" لابن عراق (1/316)].

خلاصہ کلام

اللہ رب العزت ظالم ذات نہیں اور نہ ہی کسی ایک شخص کے گناہوں کی سزا دوسروں کو دینگے، البتہ علمائے امت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کھلم کھلا زنا کرے اور اپنے اس فسق اور گناہ پر اصرار کرتا رہے تو یقینا اس کے گھر والے جو اس کو یہ عمل کرتے دیکھ رہے ہونگے انکے دلوں سے بھی اس گناہ کی برائی ختم ہو جائے گی اور وہ بھی اس عمل میں مبتلا ہونگے، لیکن اگر کوئی کسی غلطی کو کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنے عمل پر شرمندہ ہو تو انشاءاللہ اس کی مغفرت اور رحمت بہت وسیع ہے، اور اللہ رب العزت جس عمل کو خود ناپسند فرماتے ہیں اس عمل میں اپنے بندوں کو سزا کے طور پر کیوں مبتلا فرمائینگے.

اللہ رب العزت ہم سب کے ایمان اور عزتوں کی حفاظت فرمائے..(آمین)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر12

خاتمہ بالخیر کا عجیب نسخہ

سوال: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ ایمان پر خاتمہ کا کامیاب نسخہ بتلایئے تو انہوں نے فرمایا: "مراقی الفلاح" (جو فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس) میں ایک حدیث ہے:

قال ﷺ: من صلى ركعتي الفجر (اي سنته) في بيته يوسع له في رزقه ويقل المنازع بينه وبين اهله ويختم له بالايمان. (مراقي الفلاح؛ شرح نور الايضاح، ص: 111)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر میں پڑھے تو اس کے رزق میں وسعت کر دی جائے گی، اور اسکے اور اسکے گھر والوں میں جھگڑے کم ہو جائیں گے اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا. (حوالہ: رسالہ سہ ماہی حکیم الامت، صفحہ نمبر: ۱۱)

الجواب باسمه تعالی

واضح رہے کہ "مراقی الفلاح" فقہ کی کتاب ہے، لہذا کسی بھی فقہ کی کتاب میں کسی روایت کا موجود ہونا بطور حوالہ کافی نہیں ہوتا، بلکہ حدیث کی کسی مستند کتاب میں اس روایت کا موجود ہونا ضروری ہے.

روایت کا درجہ اور حکم:

یہ روایت احادیث کی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں. البتہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی کتاب "الأجوبة المرضية" میں نقل کیا ہے.

"من صلى سنة الفجر في بيته يوسع له في رزقه وتقل المنازعة بينه وبين أهله ويختم له بالإيمان".

- المحدث: السخاوي.
- المصدر: الأجوبة المرضية.
- الصفحة أو الرقم: (916/3).
- خلاصة حكم المحدث: لا أصل له.

خلاصہ کلام

یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں، لہذا اس روایت کا بیان کرنا یا پھیلانا بھی درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر13

موت کے وقت کی سختی دور کرنے کا نسخہ

سوال: ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ: "کیا میری امّت کو موت کی تکلیف برداشت کرنی پڑے گی؟" تو فرشتے نے عرض کیا: جی ہاں، تو آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، آپ کی اس حالت کو دیکھ کر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ "اے محمد! اگر آپ کی امّت ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گی تو اس کا ایک پاؤں دنیا میں اور ایک پاؤں جنت میں ہوگا."

الجواب باسمه تعالی

ہمارے علم کے مطابق اس مضمون کی روایت کتب احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں، چاہے صحاح ہوں یا ضعیف روایات یا موضوعات کی کتابیں.

البتہ کچھ روایات کو جوڑ کر اس مضمون کو بنانے کی کوشش کی گئی ہے.

- **روایت نمبر1:**

نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت:

اس مضمون کی روایات کو امام نسائی، امام طبرانی اور ابن السنی نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ "جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا تو اسکو جنت میں داخل ہونے سے صرف موت مانع ہے." (یعنی مرتے ہی جنت) اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا گیا ہے.

قال الإمام النسائي رحمه الله في "السنن الكبرى" (9848):

أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرٍ، بِطَرسُوسَ، كَتَبْنَا عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ آيَةَالْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ".

– وهكذا رواه الطبراني في "الكبير" (7532).

– والروياني في "مسنده" (1268).

– وابن السني في "عمل اليوم والليلة" (124) من طريق محمد بن حمير به.

وهذا إسناد جيد.

- **روایت نمبر۲:**

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات کے وقت موت کی سختی کو دیکھا تو فرشتے سے کہا کہ نرمی کا معاملہ کرنا تو آسمان سے ایک فرشتہ آیا جس نے بتایا کہ آپ کے ساتھ بیس گنا زیادہ نرمی کی گئی جبکہ موت کی سختی کا ایک جھٹکا تلواروں کے کاٹنے سے زیادہ سخت ہے تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے درخواست کی کہ اے اللہ! میری امت پر موت کی سختی آسان کر دے اور ان کی مشقت مجھے دے دے.

وقال: ااا إن للموت لسكرات، وطلب من ملك الموت أن يرفق به، فنزل عليه ملك من السماء وقال: يامحمد! إن السلام يقرئك السلام، ويقول لك: إنه خفف عنك بضعا وعشرين سكرة، وكل سكرة كتقطيع السيوف، فقال الرسول صلى الله عليه وسلم وهو يصارع الموت: اللهم شدد عليّ سكرات الموت وخفف عن أمتي، وأعادها ثلاثاً.

روایت کا حکم:

یہ روایت من گھڑت اور جھوٹی ہے کیونکہ یہ روایت کسی بھی کتاب میں (صحیح یا ضعیف سند سے کہیں بھی) منقول نہیں، بلکہ روایات کی تحقیق کرنے والے تمام افراد وادارے اس کی تحقیق سے عاجز آچکے ہیں.

خلاصہ کلام

لہذا اب یہی کہا جائے گا کہ اس وقت میسجز کے ذریعے جس روایت کو عام کیا جارہا ہے یہ روایت ناقابل اعتبار اور ناقابل بیان ہے، لہذا اس طرح کی چیزیں پھیلانے سے اجتناب لازم ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر14

گائے کے گوشت کا حکم

ایک حکیم صاحب کا بیان نظر سے گذرا جس میں انہوں نے دو دعوے کیئے:

۱. گائے کا گوشت مضر صحت ہے.
۲. گائے کا گوشت صحابہ کے دور میں نہیں کھایا گیا.

الجواب باسمہ تعالی

اس دعوے کو اگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات شریعت کی دونوں بنیادوں (یعنی قرآن اور حدیث) کے خلاف نظر آتا ہے، کیونکہ اللہ رب العزت نے حلال جانوروں میں گائے کو بھی ذکر فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی، ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ جس چیز میں ضرر ہو اور اللہ تعالی اس کو حلال قرار دیں یا آپ علیہ السلام اس کو قربانی میں پیش کریں.

قرآن میں حلت کا ثبوت:

قال تعالی: وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ.

احادیث میں گائے کا ثبوت:

وفي الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها "أن النبي صلى الله عليه وسلم ضحى عن نسائه بالبقر".

اور جہاں اللہ تعالٰی نے دودھ کو بطور نعمت ذکر فرمایا وہیں پر گوشت کے کھانے کو انعام کے طور پر ذکر فرمایا:

كما قال تعالى: وَإِنَّ لَكُمْ فِي الأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ.

☆ لہذا یہ دعوی کرنا کہ صحابہ اسکو نہیں کھاتے تھے یا یہ صحت کیلئے مضر ہے، قرآن کی رو سے یہ دعوی صحیح نہیں.

روایات کی تحقیق:

گائے کے گوشت کے متعلق دو روایات مختلف طرق سے وارد ہیں:

- الأول: "عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَإِنَّهَا تَرُمُّ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ، وَهُو شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ".

اس روایت میں گائے کا دودھ پینے کا حکم ہے کہ یہ ہر درخت سے چرتی ہے، لہٰذا اس میں شفا ہے.

- الثانی: "عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا، فَإِنَّ أَلْبَانَهَا وسُمْنَانَهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ، وَلُحُومَهَا دَاءٌ".

اس روایت میں گائے کا دودھ اور مکھن کھانے کا حکم ہے اور گوشت کو بیماری فرمایا گیا.

روایات کی تحقیق اور ان کا حکم:

۱. پہلی روایت:

صحیح الاسناد والمتن ہے کہ سند بھی درست اور متن بھی قرآن کے حکم کے موافق ہے.

– قال النسائی "السنن الكبرى" (6863/193/4): أخبرنا عبيدالله بن فضالة نا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ يعنى الثَّوْرِيَّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً، فَعَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَإِنَّهَا تَرُمُّ مِنْ الشَّجَرِ كُلِّهِ".

وأخرجه كذلك البزار (1450) عن سلمة بن شبيب، والطحاوی "شرح المعانی"(326/4).

محدثین کرام نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں صرف دودھ پینے کا تذکرہ ہے.

۲. دوسری روایت:

جس میں گائے کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے، اس روایت کو متقدمین میں سے امام حاکم اور متأخرین میں سے اَلبانی نے صحیح قرار دیا ہے. لیکن یہ روایت سند اور متن کے اعتبار سے صحیح نہیں. سند کے لحاظ سے تو اسلئے کہ کسی سند پر صحت کا حکم لگانے میں امام حاکم کا تساہل معروف ہے جبکہ اس سند میں ایک راوی انتہائی ضعیف ہے.

"عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا، فَإِنَّ أَلْبَانَهَا وسُمْنَانَهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ، وَلُحُومَهَا دَاءٌ".

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس سند میں سیف بن مسکین انتہائی کمزور راوی ہے.

۱. سَيْفُ بْنُ مِسْكِينٍ السُّلَمِيُّ الْبَصْرِيُّ:

قال ابن حبان فی "المجروحين" (3477/1): يأتي بالمقلوبات والأشياء الموضوعات، لا يحل الاحتجاج به لمخالفته الأثبات فی الروايات على قلتها.

وقال الدارقطني: ليس بالقوي.

☆ وقد أجاد ابن الجوزي في قوله:

"فكل حديث رأيته يخالف المعقول أو يناقض الأصول فاعلم أنه موضوع، فلا تتكلف اعتباره".

علامہ ابن جوزی نے اس کے متعلق بہت اعلی بات فرمائی کہ "ہر وہ روایت جو اصول یا عقول کے خلاف ہو تو اس کو موضوع روایت ہی شمار کیا جائے".

شیخ البانی رحمہ اللہ کی تصحیح:

شیخ ابن العیثمین سے جب اس روایت اور شیخ البانی کی تصحیح کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے نہایت جامع بات فرمائی کہ "غلطی سے پاک اور معصوم صرف اللہ کا نبی ہے باقی ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے اور یہ شیخ کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے".

خلاصہ کلام

"لحم البقر داء" کہ (گائے کا گوشت بیماری کا سبب ہے) یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں اور یہ اصول شرع کے بھی خلاف ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالی نے بطور انعام ذکر فرمایا ہے اسکا نقصان دہ ہونا ممکن نہیں، البتہ اگر کسی کے مزاج پر خشکی کا غلبہ ہو یا اس علاقے کی آب ہوا خشک ہو تو پھر حکماء گائے کے گوشت سے پرہیز بتاتے ہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر15

دیہاتی کے سوالات

سوال: ایک روایت بہت مشہور ہے جس میں ایک دیہاتی کے سوالات اور آپ علیہ السلام کے جوابات کا تذکرہ ہے، اس روایت میں دنیااور آخرت کی تمام بھلائیوں کو مجتمع کیا گیا ہے؟ اس روایت کی صحت کے بارے میں آپ کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

سب سے پہلے اس روایت کے الفاظ کو نقل کیا جاتا ہے.

روایت کا متن:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں آپ سے ایسی بات پوچھنا چاہتا ہوں جو مجھے دنیااور آخرت میں مستغنی بنادے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو.

دیہاتی اور آپ علیہ السلام کے درمیان مکالمہ:

۱. دیہاتی: میں سب سے زیادہ علم والا بننا چاہتا ہوں.
آپ علیہ السلام: تقوی اختیار کرو، عالم بن جاؤ گے.
۲. دیہاتی: سب سے زیادہ امیر / غنی بننا چاہتا ہوں.
آپ علیہ السلام: قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے.
۳. دیہاتی: سب سے زیادہ عادل بننا چاہتا ہوں.
آپ علیہ السلام: جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو.
۴. دیہاتی: اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: لوگوں کو نفع پہنچاؤ، اچھے آدمی بن جاؤ گے.

۵. دیہاتی: اللہ کے دربار میں خاص خصوصیت کا درجہ چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: اللہ کا ذکر کثرت سے کرو.

۶. دیہاتی: احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: اللہ کی ایسی بندگی کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے.

۷. دیہاتی: اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: فرائض کا اہتمام کرو.

۸. دیہاتی: قیامت کے روز گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالی سے ملنا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: جنابت کے بعد فوراً غسل کیا کرو.

۹. دیہاتی: قیامت کے دن نور میں اٹھنا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: ظلم کرنا چھوڑ دو.

۱۰. دیہاتی: یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالی مجھ پر رحم کرے.

آپ علیہ السلام: اللہ کے بندوں پر رحم کرو.

۱۱. دیہاتی: گناہوں میں کمی چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: کثرت سے استغفار کیا کرو.

۱۲. دیہاتی: سب سے زیادہ عزت والا بننا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کر دو.

۱۳. دیہاتی: سب سے زیادہ طاقتور بننا چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: اللہ پر توکل کرو.

۱۴. دیہاتی: رزق کی کشادگی چاہتا ہوں.

آپ علیہ السلام: ہمیشہ باوضو رہو.

۱۵. دیہاتی: یہ چاہتا ہوں کہ اللہ اور اسکے رسول کا محبوب بن جاؤں.

آپ علیہ السلام: جو اللہ اور اسکے رسول کا محبوب ہو اسے اپنا محبوب بنالو۔

۱۶. دیہاتی: قیامت کے روز اللہ تعالی کے غصے سے بچنا چاہتا ہوں۔

آپ علیہ السلام: لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔

۱۷. دیہاتی: دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں۔

آپ علیہ السلام: حرام نہ کھاؤ۔

۱۸. دیہاتی: یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز اللہ تعالی میری پردہ پوشی فرمائیں۔

آپ علیہ السلام: لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔

۱۹. دیہاتی: کیا چیز گناہوں سے معافی دلائے گی؟

آپ علیہ السلام: آنسو، عاجزی، بیماری۔

۲۰. دیہاتی: سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟

آپ علیہ السلام: اچھے اخلاق، تواضع اور صبر۔

۲۱. دیہاتی: سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

آپ علیہ السلام: بداخلاقی اور بخل۔

۲۲. دیہاتی: اللہ کے غصے کو کیا چیز ٹھنڈا کرتی ہے؟

آپ علیہ السلام: چپکے چپکے صدقہ اور صلہ رحمی۔

۲۳. دیہاتی: کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی؟

آپ علیہ السلام: دنیا کی مصیبتوں پر صبر۔

کنزالعمال میں یہ روایت بغیر سند کے منقول ہے۔

عن خالد بن الوليد رضي الله عنه قال: جاء أعرابي إلي رسول الله صلي الله عليه وسلم فقال: يارسول الله! جئت أسألك عما يغنيني في الدنيا والآخرة.

فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم: سل عما بدا لك.

فقال: أريد ان أكون أعلم الناس.

فقال صلي الله عليه وسلم: اتق الله تكن أعلم الناس.

فقال: أريد أن أكون أغني الناس.

فقال صلي الله عليه وسلم: كن قانعاً تكن أغني الناس.

قال: أحب أن أكون أعدل الناس.

فقال صلي الله عليه وسلم: أحب للناس ما تحب لنفسك تكن أعدل الناس.

قال: أحب أن اكون خير الناس.

فقال صلي الله عليه وسلم: كن نافعاً للناس تكن خير الناس.

قال: أحب أن أكون أخص الناس إلى الله.

فقال صلي الله عليه وسلم: أكثر من ذكر الله تكن أخص الناس إلى الله.

قال: أحب أن أكون من المحسنين.

فقال صلي الله عليه وسلم: أعبد الله كأنك تراه وإن لم تكن تراه فإنه يراك.

قال: أحب أن أكون من المطيعين.

فقال صلي الله عليه وسلم: أد فرائض الله تكون من المطيعين.

قال: أحب أن ألقي الله نقياً من الذنوب.

فقال صلي الله عليه وسلم: اغتسل من الجنابة متطهراً تلقي الله نقياً من الذنوب.

قال: أحب أن أحشر يوم القيامة في النور.

فقال صلي الله عليه وسلم: لا تظلم أحدا تحشر يوم القيامة في النور.

قال: أحب أن يرحمني ربي يوم القيامة.

فقال صلي الله عليه وسلم: ارحم نفس وارحم عباده يرحمك ربك يوم القيامة.

قال: أحب أن تقل ذنوبي.

فقال صلي الله عليه وسلم: أكثر من الأستغفار تقل ذنوبك.

مختصرا...

محدثین کا کلام:

یہ روایت بغیر سند کے سیوطی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ میں نے شمس الدین بن القماح کی کتاب میں لکھا ہوا پایا کہ ان سے ابو العباس المستغفری نے بیان کیا کہ میں طلب علم میں مصر گیا اور میں نے استاد ابو حامد المصری سے یہ روایت چاہی تو انہوں نے مجھے ایک سال تک روزے رکھنے کا حکم دیا، پھر ایک سال کے بعد اپنے مشائخ کی سند سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی.

يوجد في كتاب "كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال" للمتقي الهندي، (برقم 44/47، ج: 16، ص: 53–54).

ولكنه غير معزو إلى كتاب من كتب السنة وليس له إسناد؛ بل جاء بهذا اللفظ: قال الشيخ جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى: وجدت بخط الشيخ شمس الدين بن القماح في مجموع له عن أبي العباس المستغفري قال: قصدت مصر أريد طلب العلم من الإمام أبي حامد المصري، والتمست منه حديث خالد بن الوليد، فأمرني بصوم سنة، ثم عاودته في ذلك فأخبرني بإسناده عن مشايخه إلى خالد بن الوليد، قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم.....الى اخره.

شیخ ابن باز کا کلام:

یہ روایت بغیر سند کے منقول ہے اور جن لوگوں کی طرف نسبت کی جاتی ہے وہ سب کے سب مجہول راوی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ اس روایت کو گھڑنے والے نے بہت سی روایات اور واقعات کو جوڑ کر یہ پورا مضمون بنایا ہے.

جاء رجلٌ إلى النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ فقال: إني سائِلُك عمَّا يغنينى في الدنيا والآخرةِ، فقال له: سلْ عمَّا بدا لك، قال: يا نبيَّ اللهِ أحبُّ......الخ

– الراوي: خالد بن الوليد.

– المحدث: ابن باز.

– المصدر: مجموع فتاوى ابن باز.

– الصفحة أو الرقم: 330/26.

– خلاصة حكم المحدث: موضوع، ورواته مجاهيل.

وكأن واضعه جمع متنه من الأحاديث الصحيحة ومن بعض كلام أهل العلم، وبعض ألفاظه منكرة لا توافق الأدلة الشرعية.

خلاصہ کلام

یہ روایت ثابت نہیں بلکہ من گھڑت ہے، اس روایت کو بہت ساری روایات کے الفاظ اور اہل علم کے اقوال سے جوڑ کر بنایا گیا ہے، لہذا حدیث کے طور پر اس کا بیان کرنا یا اسکو شائع کرنا ہرگز درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر16

جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال عبادت

سوال: ایک روایت سنی ہے کہ ایک بار جب حضرت جبریل علیہ السلام نے چالیس ہزار سال کی نماز پڑھی تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ امت محمدیہ کی فجر کی سنتوں کے اجر سے بھی کم ہے...
برائے مہربانی اس کی تحقیق فرمادیجئے...

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت نہ تو کسی مستند کتاب میں موجود ہے اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے اور نہ ہی اس میں فجر کی دو سنتوں کی فضیلت کا ذکر ہے.

روایت کا مکمل متن:

ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یااللہ! میں آپ کی عبادت کرنا چاہتاہوں، اللہ پاک نے فرمایا کرلو، انہوں نے دو رکعت نماز کی نیّت باندھی اور اس اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی کہ چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) سال کے بعد سلام پھیرا، اللہ پاک نے فرمایا: تم نے بہت اچھی نماز پڑھی ہے، لیکن ایک امّت آنے والی ہے جس کی فجر کی دو سنّتیں تیری ان دو رکعتوں سے بڑھ جائینگی جو وہ لوگ اپنی فکروں اور سوچوں سمیت ادا کرینگے کیونکہ ان کی نماز میرے حکم سے ہوگی اور تمہاری نماز تمہاری چاہت سے ہے.

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یااللہ! آپ ان کو ان کی عبادت پر کیا دینگے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جنت المأوی دونگا، تو جبریل نے اللہ تعالی سے اس جنت کو دیکھنے کی اجازت مانگی تو اللہ تعالی نے اجازت دے دی تو جبریل علیہ السلام نے اپنے سارے پر کھول دیئے (حالانکہ جبریل جب صرف دو پر کھولتے ہیں تو ہر بار پر کھولنے اور بند کرنے پر تین ہزار سال کا سفر طے کرلیتے ہیں) اور جبریل علیہ السلام تین سو سال اڑتے رہے اور تھک کر سجدے میں گر گئے اور عرض کیا کہ میں اس جنت کے آدھے یا ایک تہائی تک پہنچ گیاہوں یا نہیں؟ تو جواب ملا کہ اے جبریل! اگر تجھے دوگنی قوت اور پر دیئے جائیں اور تو ہزاروں سال اڑتا رہے تب بھی امت محمدیہ کو دو رکعت پر دیئے جانے والے اجر کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتا.

عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "لما خلق الله تعالى جبرائيل عليه السلام على أحسن صورة وجعل له ستمائة جناح، طول كل جناح ما بين المشرق والمغرب نظر إلى نفسه فقال (أي: جبريل): إلهي! هل خلقت أحسن صورة مني؟ فقال الله تعالى: لا، فقام جبرائيل وصلى ركعتين شكرًا لله تعالى، فقام في كل ركعة عشرين ألف سنة، فلما فرغ من الصلاة قال الله تعالى: ياجبرائيل! عبدتني حق عبادتي ولا يعبدني أحد مثل عبادتك لكن يجيء في آخر الزمان نبي كريم حبيب إليَّ يقال له: محمد، وله أمة ضعيفة مذنبة يصلون ركعتين مع سهو ونقصان في ساعة يسيرة وأفكار كثيرة وذنوب كبيرة، فوعزتي وجلالي إن صلاتهم أحب إليَّ من صلاتك؛ لأن صلاتهم بأمري وأنت صليت بغير أمري، قال جبرائيل: يا رب! ما أعطيتهم في مقابلة عبادتهم؟ فقال الله تعالى: أعطيتهم جنة المأوى. فاستأذن من الله تعالى أن يراها، فأذن الله تعالى له، فأتى جبرائيل وفتح جميع أجنحته ثم طار؛ فكلما فتح جناحين قطع مسيرة ثلاثة آلاف سنة وكلما ضم قطع مثل ذلك، فطار على هذا ثلاثمائة عام فعجز ونزل في ظل شجرة وسجد لله تعالى فقال في سجوده: إلهي! هل بلغت نصفها أو ثلثها أو ربعها؟ فقال الله تعالى: ياجبرائيل! لو طرت ثلاثمائة ألف عام ولو أعطيتك قوة مثل قوتك وأجنحة مثل أجنحتك فطرت مثل ما طرت لا تصل إلى عشر من أعشار ما أعطيته لأمة محمد في مقابلة ركعتين من صلاتهم".

خلاصہ کلام

یہ روایت کتب احادیث میں کہیں پر بھی موجود نہیں بلکہ یہ من گھڑت اور موضوع روایت ہے، لہذا اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 17

یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی شادی

سوال: قرآن حکیم نے سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا ہے وہیں پر * "امرأۃ العزیز" * کا ذکر بھی ملتا ہے، لیکن یہ خاتون کون تھی، اس کا نام کیا تھا اور اس کا یوسف علیہ السلام سے جو رشتہ ذکر کیا جاتا ہے اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کیا ملتا ہے؟ جبکہ اس متعلق مختلف تفاسیر اور کتابوں میں اس قدر واقعات ملتے ہیں کہ صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے... برائے مہربانی تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں...

الجواب باسمہ تعالی

قرآن مجید اور احادیث مطہرہ میں جس قدر بیان موجود ہے اس کو ماننا اور اس کی تصدیق کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو باتیں قرآن و حدیث میں موجود نہیں اس کا تسلیم کرنا بھی ضروری نہیں بلکہ اس کا صحیح ہونا بھی سند کے درست ہونے پر موقوف ہوتا ہے۔

تاریخی کتب میں زلیخا کا تذکرہ:

- **زلیخا کا نام:**

"زلیخا" عزیز مصر توطیفار یا پوتیفار کی زوجہ کا نام ہے جو مصر کی ساکنہ تھی، اور روایات کے مطابق بے اولاد تھی اس لئے کہ شوہر نامرد تھا، اور مصر کے ملک میں چونکہ اس وقت بت پرستی کا دور دورہ تھا یہ بھی بت پرست تھی۔

بائبل میں اس شخص کا نام فوطیقار لکھا ہے جس نے یوسف کو خریدا تھا۔ قرآن مجید نے آگے چل کر عزیز کے لقب سے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ شاہی خزانے کا یا باڈی گارڈوں کا افسر تھا۔ تلمود میں اس کی بیوی کا نام زلیخا لکھا ہے۔ (زلیخا یا راعیل). عزیز مصر کی بیوی کا نام راعیل تھا، کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ رعابیل کی بیٹی تھیں.

(ماخوذ از)

ا. "تفسیر عثمانی" (مفسر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ)

۲. "تفسیر ابن کثیر" (حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر)

گویا قرآن وحدیث میں اس کے نام کے متعلق کوئی واضح بات موجود نہیں بلکہ اسرائیلی روایات کی بنیاد پر اس کا نام "راعیل"* اور لقب "زلیخا" بیان کیا جاتا ہے.

- **یوسف علیہ السلام سے شادی:**

جس طرح قرآن و حدیث ان کے نام کے بارے میں خاموش ہیں اسی طرح ان کی شادی کے متعلق بھی خاموش ہیں، البتہ تفاسیر اور تاریخ کی کتابوں نے اسرائیلیات سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ وزیر خزانہ بننے کے بعد یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے شادی ہوئی تھی.

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے وزیر خزانہ بننے کی فرمائش کی تو بادشاہ نے ان کو وزیر بنادیا، اس کے بعد زلیخا کا شوہر مر گیا تو بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی شادی زلیخا سے کرادی اور جب یوسف علیہ السلام اس کے پاس گئے تو فرمایا کہ کیا یہ اس عمل سے بہتر نہیں جس کی تم مجھے دعوت دے رہی تھی؟ تو زلیخا نے کہا کہ اے دوست! سابقہ کاموں پر مجھے ملامت نہ کرو۔۔۔۔۔ پھر اللہ تعالی نے ان کو اولاد نصیب فرمائی، دو بیٹے ہوئے: ایک کا نام افرائیم اور دوسرے کا نام میشا بن یوسف، پھر افرائیم کا بیٹا نون ہوا اور نون کا بیٹا یوشع (علیہم السلام).

ورود في زواج يوسف عليه السلام من "راعيل" خبرٌ عن إمام السير والتاريخ محمد بن إسحاق رحمه الله حيث يقول: لما قال يوسف للملك: {اِجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ} قال الملك: قد فعلت! فولاه فيما يذكرون عمل إطفير، وعزل إطفير عما كان عليه، يقول الله: {وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاء} الآية.

قال: فذكر لي (والله أعلم) أن إطفير هَلَكَ في تلك الليالي، وأن الملك الرَّيان بن الوليد، زوَّج يوسف امرأة إطفير "راعيل"، وأنها حين دخلت عليه قال: أليس هذا خيرًا مما كنت تريدين؟ قال: فيزعمون أنها قالت: أيُّها الصديق! لا تلمني، فإني كنت امرأة كما ترى حسنًا وجمالاً، ناعمةً في ملك ودنيا، وكان صاحبي لا يأتي النساء، وكنتَ كما جعلكَ الله في حسنك وهيئتك، فغلبتني نفسي على ما رأيت. فيزعمون أنه وجدَها عذراء، فأصابها، فولدت له

رجلين: أفرائيم بن يوسف، وميشا بن يوسف، وولد لأفرائيم نون، والد يوشع بن نون، ورحمة امرأة أيوب عليه السلام.

– رواه ابن أبي حاتم في "التفسير" (2161/7)

– والطبري في "جامع البيان" (151/16).

وورد نحوه عن زيد بن أسلم التابعي الجليل، وعن وهب بن منبه المعروف بالرواية عن الإسرائيليات. [نقل ذلك السيوطي في "الدر المنثور" (553/4)].

علامہ سمرقندی نے اپنی تفسیر میں واقعہ نقل کیا ہے کہ جب زلیخا کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو زلیخا راستے میں بیٹھ گئی اور جب یوسف علیہ السلام اپنے جاہ وجلال کے ساتھ وہاں سے گذرے تو زلیخا نے کہا کہ اللہ کی عجیب شان ہے جس نے غلام کو بادشاہ اور بادشاہ کو غلام بنادیا اور پھر یوسف علیہ السلام نے اس سے شادی کرلی۔

ذكره السمرقندي في تفسيره بصيغة التضعيف، فقال: ورُوي في الخبر أن زوج زليخا مات، وبقيت امرأته زليخا، فجلست يوما على الطريق، فَمَرّ عليها يوسف في حَشَمِه، فقالت زليخا: الحمد لله الذي جعل العبد مَلِكا بِطاعته، وجعل الملك مملوكا بمعصيته، وتزوجها يوسف فوجدها عذراء، وأخْبَرَت أن زوجها كان عِنِّينًا لم يَصِل إليها...

علامہ سمرقندی کہتے ہیں کہ مجھے یہ واقعہ درست معلوم نہیں ہوتا.

ولا أظنه صحيحا.

خلاصہ کلام

زلیخا کا نام یا ان کی حضرت یوسف علیہ السلام سے شادی کے متعلق کوئی بات قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں، البتہ اسرائیلیات سے کچھ باتوں کا ثبوت ملتا ہے لیکن وہ باتیں صرف اس حد تک ہیں کہ نہ ان کو سچا کہا جاسکتا ہے اور نہ جھوٹا.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر18

خدیجہ میرا بستر لپیٹ دو

سوال: یہ بات بہت سارے بیانات میں سنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے اور آپ علیہ السلام کو امت کی رہنمائی (اور انکو دعوت دینے) کا حکم ملنے کے بعد ایک بار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حسب معمول آپ علیہ السلام کے آرام فرمانے (سونے) کیلئے کیلئے بستر بچھایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بستر لپیٹ دو، اب آرام کے دن ختم ہوگئے...

کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

باوجود بہت زیادہ تلاش اور جستجو کے یہ روایت صرف سید قطب کی تفسیر ظلال القرآن میں ہی مل سکی، اس میں انہوں نے اسکو دو جگہ نقل کیا ہے۔

"مضى عهد النوم يا خديجة"

هذا الحديث ذكره الأستاذ سيد قطب رحمه الله في تفسيره المسمى بـ"في ظلال القرآن" في موضعين:

الأول: في تفسيره لقول الله تعالى: {وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ(٦٣) ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ(٦٤)} [البقرة: ٦٤، ٦٣].

الثاني: في تفسير سورة المزمل: {يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ(١) قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا(٢) نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا(٣) أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا(٤) إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا(٥) إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا(٦) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا(٧) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا(٨) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا(٩)} [المزمل: ٩-١]

اس روایت کی تحقیق:

شیخ علوی بن عبد القادر السقاف جنہوں نے ظلال القران کی تخریج کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں نہیں مل سکی۔

وقد قال الشيخ علوي بن عبدالقادر السقاف في تخريجه لأحاديث وآثار كتاب "فى ظلال القرآن":

ا. حديث: "مضى عهد النوم يا خديجة." (76/1)

لم أجده

خلاصہ کلام

یہ روایت کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں، البتہ سید قطب نے اپنی تفسیر "فی ظلال القرآن" میں اس واقعے کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ اسکی کوئی اور سند یا حوالہ موجود نہیں ہے، لہذا آپ علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر19

صحابہ کا جنگ میں مسواک کرنا

سوال: ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک جنگ کے موقعہ پر فتح نہیں ہو رہی تھی، جب انہوں نے فتح نہ ملنے کی وجہ کے بارے میں آپس میں مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ مشغولیت کی وجہ سے مسواک کرنا بھول گئے تو سب ساتھیوں نے مسواک نکال کر اس سے اپنے دانتوں کا خلال کرنا شروع کر دیا، جب دشمنوں نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ لوگ تو دانت تیز کر رہے ہیں، لگتا ہے کہ ہمیں کچا ہی چبا جائیں گے، تو دشمن بھاگ گئے... اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ مختلف کتب تاریخ میں مختلف صحابہ کرام کے لشکروں میں پیش آنے والے واقعے کے طور پر ملتا ہے لیکن مسواک سے متعلق واقعہ سب سے پہلے ہمیں تاریخ طبری میں ملتا ہے اور بظاہر وہی ان تمام واقعات کا مأخذ معلوم ہوتا ہے۔

امام طبری کہتے ہیں کہ 14 ہجری میں جب مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا تو رستم جو نجف میں تھا اس نے اپنا جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجا، اس جاسوس نے دیکھا کہ ہر نماز کیلئے مسلمان مسواک کرتے ہیں اور پھر نماز پڑھتے ہیں، پھر وہ جاسوس واپس رستم کے پاس آیا اور ساری خبر سنائی تو اس نے پوچھا کہ ان کا کھانا کیا تھا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے ان میں ایک دن گذارا ہے، میں نے کسی کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا البتہ ان کے پاس کچھ لکڑیاں تھیں جن کو وہ لوگ صبح شام اور رات کے وقت چوستے تھے۔ اس کے بعد رستم چلا اور مسلمانوں کے لشکر کے سامنے اترا اور دیکھا کہ مؤذن نے ظہر کی نماز کیلئے اذان دی اور مسلمان نماز کی تیاری میں لگ گئے تو رستم نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ فوراً سوار ہو جاؤ تو پوچھا گیا کہ کیوں؟ تو رستم نے کہا کہ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہارا دشمن حملے کی تیاری کر رہا ہے تو اس کو بتایا گیا کہ وہ نماز کی تیاری کر رہے ہیں۔

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ: عَنْ شُعَيْبٍ، قال: حَدَّثَنَا سيف عن النضر عن ابن الرفيل، قال: لما نزل رستم النجف بعث منها عينا إلى عسكر المسلمين، فانغمس فيهم بالقادسية كبعض من ند منهم، فرآهم يستاكون عند كل صلاة، ثم يصلون فيفترقون إلى مواقفهم، فرجع إليه فأخبره بخبرهم وسيرتهم حتى سأله: ما طعامهم؟ فقال، مكثت فيهم ليلة، لا والله ما رأيت أحدا

منهم يأكل شيئا، إلا أن يمصوا عيدانا لهم حين يمسون، وحين ينامون، وقبيل أن يصبحوا، فلما سار فنزل بين الحصن والعتيق وافقهم، وقد أذن مؤذن سعد الغداة، فرآهم يتحشحشون، فنادى في أهل فارس أن يركبوا، فقيل له: ولم؟ قال: أما ترون إلى عدوكم قد نودي فيهم فتحشحشوا لكم. قال عينه: ذلك إنما تحشحشهم هذا للصلاة.

۱. مشارع الاشواق میں اس واقعے کا رخ:

اس کتاب میں بلاسند اس واقعے کو مجہول صیغے سے ایسا نقل کیا گیا کہ مسلمانوں نے کفار کے قلعے کا محاصرہ کیا تو کافی وقت تک فتح نہ ہوئی تو امیر نے کہا کہ غور کرو کہیں کوئی بدعت تو نہیں ہوگئی یا کوئی سنت تو نہیں چھوٹ گئی، لہذا جب لشکر والوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مسواک کے کرنے میں سستی ہوئی تھی تو انہوں نے مسواک کرنا شروع کر دی تو اللہ تعالی نے فتح دے دی۔

قال ابن النحاس (814هـ) صاحب "مشارع الاشواق الى مصارع العشاق": ويحكى أن بعض عَساكر المسلمين حاصروا حصناً من حصون الكفار، فتوقف عليهم فتحه، فقال أميرهم: انظروا ما ذا ارتكبتموه من البدع أو تركتموه من السنن حتى عَسُر علينا فتح الحصن؟ فنظروا فإذا هم قد أهملوا السواك، فاستعملوا السواك ففتح الله عليهم الحصن. [مشارع الأشواق: 577/1].

۲. اس واقعے کا ایک دوسرا رُخ:

مصنف لکھتے ہیں کہ ترکوں سے لڑائی کے دوران محاصرہ طویل ہوا اور فتح نہیں ہو رہی تھی تو امیر نے کوتاہی کا سبب تلاش کرنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ پورے لشکر میں کسی کے پاس بھی مسواک نہیں ہے، چنانچہ مسلمانوں نے مختلف درختوں کی شاخیں اور جڑیں مسواک کے طور پر استعمال کرنی شروع کیں، وہاں دشمنوں کا ایک جاسوس موجود تھا، جب اس نے یہ ماجرا دیکھا تو اپنی قوم سے کہا کہ مسلمان تمہیں کھانے کیلئے دانت تیز کر رہے ہیں، لہذا دشمن ڈر گیا اور فتح ہوئی۔

في إحدى مَعارك المسلمين في بلاد التُرك، طال الحصارُ حول حصن من حصون الترك، كما أحسَّ المسلمون بالمَلل، فبحث قائدُ الجيش عن سِرّ تأخر هذا النصر، وكانوا أولَ ما يفَتِّشون في أوراقهم عن إخلاصهم لله تعالى؛ ثم الفرائض؛ ثم عن السنن.

فوجدوا أنهم لا يَملِكون سِوَاكا (ولو واحدا) للتسوُّك به قبل الصلاة، فاضطر المسلمون إلى استخدام لِحَاء الأشجار وفُروعها بدلا عن السواك، ولم يكن أحد يدري أن جاسوسا للأعداء

وسط الجيش، فرأى المسلمين للمرة الأولى يَستاكُون، فخَاف واضطربَ، وسريعا مَّا اتجه إلى قومه يُخبرهم مَذعورا أن المسلمين يَشحَذُون أسنانهم ليأكلونا. فخاف قومُه، وألقى الله الرُّعب في قلوبهم، وفُتح الحصن، وارتفعت رايةُ لا إله إلا الله. [الفتوحات الاسلامية (425/1) لدحلان]

۳. اس واقعے کا تیسرا رُخ:

اس بار یہ واقعہ مصر کی فتح کے موقعے پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں پیش آیا جب حضرت زبیر کو لشکر میں مسواک کی کمی محسوس ہوئی، پس مسواک کرنے سے جاسوس ڈر گئے اور فتح ہوئی۔

في قصة فتح مصر أيام عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقولون: إن عمرو بن العاص أرسل في طلب المَدد من عمر عندما وصل قُرب الفَرمة (بُورسَعيد حاليا) فبعث إليه المدد ومعهم الزبير رضي الله عنه. ولما استبطأ الزبير الفتحَ جمعهم وقال: إنهم ولا بُدَّ نسوا شيئا من سنة رسول الله، فتذكروا السواك، ولما لم يجدوا شجرتَه بأرض مصرٍ استعملوا خَشَب الأشجار، ولما رأتهم عيونُ الروم رجعوا لقادتهم وقالوا: إن جيش المسلمين يُسِن أسنانه لتقطيع الروم؛ فدبَّ فيه الذُّعر وجاء النصر.

۴. اس واقعے کا چوتھا رُخ:

اس بار یہ واقعہ خراسان میں پیش آیا اور لشکر کے امیر قُتیبہ بن مسلم تھے اور وہی مسواک کی سنت چھوٹ گئی اور مسواک کرنے سے دشمن ڈر گئے۔

فهذا قُتيبة بن مُسلم الباهلي، وكان شاباً من شباب المسلمين خرج بالجيوش إلى خُراسان، فافتتح في غزوة واحدة اثنتين وسبعين مدينة، وكان من أشهر المسلمين في الفتوحات، حتى إنه لم تهزَم له رايةٌ قط في معاركه كلها، وكان شاباً حديث السِّن، لكنه كان ذكياً مؤمناً محباً للجهاد في سبيل الله، حاصر حصناً من الحصون فترة فلم يفتح عليه، فقال للمسلمين: لعلكم قصَّرتم في سُنة من سنن الدين؛ حَبَس الله عنكم الفتح لأجلها، فنظروا فإذا هُم قد تأخروا عن السواك، فقد كانوا في أرض ليس بها من الشجر ما يَستاكون به، فأمر بعضَ القوم

فأتاهم بالمساويك، فلما صَفُّوا في أوجه العدو جعلوا يستاكون، فظن العدو أنهم يَشحَذون أسنانَهم ليأكلوهم، ففتحوا لهم الحصن.

۵. اس واقعے کا پانچواں رخ:

اس بار یہ واقعہ عبد اللہ بن مبارک کے ساتھ پیش آیا جب وہ جہاد میں گئے اور فتح نہیں ہو رہی تھی ملاحظہ فرمائیں:

بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن مبارک مروزیؒ نے اپنی زندگی کے تین حصے کئے ہوئے تھے۔ ایک سال حج کو جاتے اور ایک سال غزوہ میں تشریف لے جاتے اور ایک سال علم کا درس دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے، وہاں کفار کا قلعہ فتح نہیں ہوا تو آپ رات کو اسی فکر میں سو گئے، خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں: اے عبد اللہ! کس فکر میں ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! کفار کے اس قلعہ پر قادر نہیں ہو پا رہا اس فکر میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک کے ساتھ وضو کیا کر۔

(ماخوذ از فضائل مسواک، افادات: حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سہارنپوری)۔

ان تمام واقعات کی اسنادی حیثیت:

ان میں سے فقط تاریخ طبری کے واقعے کی سند موجود ہے باقی تمام واقعات بغیر سند کے کتب میں موجود ہیں۔

تاریخ طبری کی سند:

۱. پہلا نکتہ:

اگرچہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے لیکن امام طبری نے اس کو 14 ہجری کے واقعات میں نقل کیا ہے گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور ہے اور ایران پر حملے کے واقعات میں سے ہے لیکن اس واقعے کو 250 سال تک امام طبری سے پہلے کسی نے نقل نہیں کیا۔

۲. دوسرا نکتہ:

امام طبری نے اپنی تاریخ میں تاریخی واقعات کو نقل کرنے کا اہتمام تو کیا ہے لیکن وہ واقعات درست اور مستند ہوں اس بات کا اہتمام نہیں کیا۔

جیسے تاریخ طبری پر تحقیق کا کام کرنے والے حضرات نے لکھا ہے کہ امام طبری نے جس سے روایت لی اسی کو ذمہ دار ٹھہرایا، اس بات کی کوئی تحقیق نہیں کی کہ یہ بات درست ہے بھی یا نہیں۔

بدأ الطبري من أخبار آدم إلى أن انتهى بأخبار زمانه. والكتاب على طريق الأخبار وبالتسلسل، وغالبه بالأسانيد، ولم يشترط الطبري ثبوت جميع ما فيه بل أخذ بمبدأ «من أسند فقد أحال

امام طبری نے خود اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی ایسی بات ملے جو پڑھنے والے کو عجیب محسوس ہو تو اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جنہوں نے یہ بات ہم تک پہنچائی ہے، ہم نے تو صرف اسکو آگے بیان کر دیا ہے۔

حيث يقول الطبري في مقدمة الكتاب: «فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه، أو يستشنعه سامعه، من أجل أنه لم يعرف له وجهًا في الصحة، ولا معنى في الحقيقة، فليعلم أنه لم يؤت في ذلك من قبلنا، وإنما أتى من قبل بعض ناقليه إلينا، وانا إنما أدينا ذلك على نحو ما أدى إلينا. (تاريخ الطبري المقدمة: 8/1)

بعض محققین کہتے ہیں کہ طبری کی کتاب میں بعض راوی جھوٹے اور بعض رافضی بھی ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ طبری نے قاعدہ بنایا ہے کہ: "ذمہ داری بولنے والے کی ہے، میری نہیں"۔

والطبري ينقل روايات في التاريخ فيها أحياناً كذابون أو متهمون بالرفض على مذهب: (من أسند فقد أحال).

۳. تیسرا نکتہ:

مسواک والے واقعے کی سند:

اس واقعے کی سند کچھ یوں ہے:

كتب الي السري (ثقه) عن شعيب(مجهول) قال حدثنا سيف (متهم بالزندقة والكذب) عن ابن الرفيل(رجل فارسي مجهول

لہذا اس قدر کمزور سند کے ساتھ (اور محض طبری کی کتاب میں نقل ہونے کی وجہ سے) یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

۴. چوتھا نکتہ:

اگر بالفرض طبری کی روایت کو درست مان بھی لیا جائے تب بھی اس واقعے میں اتنا ہے کہ مسلمان ہر نماز کیلئے اور صبح شام مسواک کرتے ہیں، لیکن اس میں فتح میں تاخیر اور مسواک کے بھول جانے جیسی کوئی بات موجود نہیں.

خلاصہ کلام

یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ کسی بھی مستند کتاب میں منقول نہیں، البتہ غالبا طبری کی روایت کو بنیاد بنا کر (بعد کے قصہ گو) لوگوں نے اس واقعے کی یہ شکل بنادی اور پھر متأخرین کی کتابوں میں یہ واقعہ بلاسند نقل ہوتا چلا گیا، لہذا اس بے سند واقعے کو اس مضمون کے ساتھ نقل کرنا درست نہیں.

● **نوٹ:** پہلے اس واقعے کی تحقیق مختصر انداز میں کی گئی تھی، لیکن کچھ محترم احباب خصوصا شیخ طلحہ منیار صاحب نے اپنے بلاگ پر اس واقعے کو مختلف کتابوں کے حوالے سے لکھ کر فرمایا تھا کہ کہیں نہ کہیں اس کی اصل معلوم ہوتی ہے تو بندہ نے دوبارہ مراجعت کی اور شیخ کے ذکر کردہ واقعات کو بھی دیکھا لیکن اس واقعے میں صحت کے کوئی اسباب نظر نہ آئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر20

زقوم کا پھل

سوال: ایک جگہ سنا ہے کہ اسٹرابیری جو ہم کھاتے ہیں یہ وہ "زقوم" ہے جو جہنمیوں کی غذا ہوگی، لہذا اسکے کھانے سے منع کیا گیا ہے... برائے کرم اس بارے میں تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

سب سے پہلے تو جس قدر لغات کی کتابیں موجود تھیں ان سب میں "زقوم" کا معنی اسٹرابیری تلاش کیا گیا اور کروایا گیا لیکن ایسا کوئی معنی میسر نہ آسکا، بلکہ لغات عربی اردو اور انگریزی میں "زقوم" کا معنی یکسر مختلف ملا ہے جس کا اسٹرابیری / فراولۃ سے دور دور تک کوئی تعلق نظر نہیں آتا.

زقوم کے معنی اردو لغات میں:

- ایک قسم کا خاردار پودا.
- ایک درخت جس کا پھل دوزخیوں کو کھانے کو ملے گا.
- تھوہڑ کا پودا جو خاردار، کڑوا اور زہریلا ہوتا ہے.
- دوزخ کا ایک درخت جس سے دوزخی اپنی خوراک حاصل کریں گے.
- زہریلی اور مہلک غذا ناگ پھنیناگ پھَنیہر کڑو ییہج دھارا یہ پوداڈ نٹھل دار بے برگ اور خاردار ہے.

زقوم کے مترادفات:

- تھوہَر
- تھوہڑ
- کیکٹس

زقوم کا معنی عربی لغات میں:

إنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعامُ الأَثِيمِ [سورة الدخان] (المعجم: الغني)

- زَقُّوم: كلّ طعام قاتل.
- شجرة الزَّقُّوم:(النبات) شجرة مرّة كريهة الطعم، ثمرُها طعام أهل النَّار في جهنّم: {إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الأَثِيمِ}. (المعجم: اللغة العربية المعاصر)

زقوم: شجر كريه جدًا في النار. [سورة الواقعة، آية:٥٢] (المعجم: كلمات القرآن)

- **زَقُّوم:**

١. زقوم: شجرة مرة كريهة الرائحة يأكل أهل النار في جهنم ثمرها.
٢. زقوم: نبات في البادية زهره كزهر الياسمين.
٣. زقوم: كل طعام ثقيل.
٤. زقوم: حلوى عملت بالتمر والزبد. (المعجم: الرائد)

الزَّقُّوم: شجرة. (المعجم: المعجم الوسيط)

- **زقم:**

– الأَزهري: الزَّقْمُ الفعل من الزَّقُّوم، والازْدِقامُ كالابتلاع.
– ابن سيده: ازْدَقَمَ الشيءَ وتَزَقَّمَهُ: ابتلعه.
والتَّزَقُّمُ: التَّلَقُّمُ .... المزيد (المعجم: لسان العرب)

- **زقوم کا معنی انگریزی لغت میں:**

زقُّوم:

NOUN (Masculine) Cactus, a prickly plant, infernal tree mentioned in the Qur'an

- **زقوم کی تصاویر محققین کی نظر میں:**

1) https://goo.gl/images/PrGwq7
2) https://goo.gl/images/P3epdD
3) https://goo.gl/images/P3epdD
4) https://goo.gl/images/ZZJeJf
5) https://goo.gl/images/ZZJeJf6
6) https://goo.gl/images/We5EJ8
7) https://goo.gl/images/ur2bHs
8) https://goo.gl/images/0LtpNY

ان تمام لنکس(links) میں اہل لغت و تحقیق نے اپنے طور پر "زقوم" درخت اور اس کے پھل کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی فراولة/اسٹرابیری کو زقوم کے معنی یا مراد میں داخل نہیں کیا ہے.

- **فراولة/اسٹرابیری:**

یہ ایک خوشنما اور خوش ذائقہ پھل ہے جو دنیا کے تقریبا تمام ممالک میں پایا بھی جاتا ہے اور شوق سے کھایا بھی جاتا ہے.

لفظ "فراولة" لاطینی لفظ سے ماخوذ ہے اور اس کا استعمال اٹالین زبان میں بھی ہوتا ہے، البتہ یہ لفظ یونانی زبان سے عربی زبان میں داخل ہوا ہے.

الكلمة أصلها بالايطالية fragola مأخوذة من الكلمة اللاتينيةfrägula من frägum
ولكنها دخلت العربية من اليونانية Φράουλα

- **فراولة:**

بكسر الواو كما في نقل الأستاذ الفاضل (خزانة الأدب) عن المعجم العربي الحديث وهو كذلك في النطق اليوناني.. والله أعلم بالصواب.

خلاصہ کلام

ہماری تحقیق کے مطابق اسٹرابیری کو زقوم قرار دینا ایک ایسی لغوی غلطی ہے جس میں لغت کے ساتھ ساتھ عرف کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے، لہذا بہت اطمینان سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ فراولة / اسٹرابیری کا کھانا بلا کراہت وبلا تردد جائز ہے.

ایک ضروری وضاحت:

اس تحقیق کا مقصد "زقوم" کا تعین نہیں بلکہ صرف اس بات کو واضح کرنا ہے کہ فراولة / اسٹرابیری کو کسی نے بھی اس معنی میں داخل نہیں کیا ہے لہذا زقوم کا معنی اسٹرابیری کرنا لغوی طور پر غلط ہے، باقی زقوم کا اصل معنی یا مراد کیا ہے اور خصوصا جہنمی زقوم کونسا ہے اس کا علم اللہ تعالی کی ذات کو ہے، ان تفاصیل کیلئے تفاسیر کا رخ کیا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر21

بچی کی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا کلام

ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس سے فرماتے ہیں کہ جاؤ تم اپنے باپ کی مدد کرو، اور جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جاؤ تمہارے باپ کی مدد ہم خود کرینگے.

حوالہ حدیث:

"إن الله ينفخ في الولد فيقول له:اذهب فأنت عون لأبيك؛ وينفخ في البنت فيقول لها: اذهبي وأنا عون لأبيك".

تحقیق:

قال أبومعاوية البيروتي: يُذكَر عند ولادة البنت، ولا أصل له.

یہ روایت بھی کسی مستند کتاب میں موجود نہیں ہے.

خلاصہ کلام

یہ روایت بھی من گھڑت روایات میں سے ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ:عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر22

عورتوں کے فضائل

سوال: واٹسپ پر چلنے والی ایک پوسٹ جس میں خواتین کے بعض فضائل اور مختلف حالات اور اعمال پر مختلف اجر وثواب کا تذکرہ موجود ہے. ان ہی فضائل میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

1. عورت خدا کا دیا ہوا ایک نایاب تحفہ ہے۔
2. حاملہ عورت کی دو رکعت نماز عام عورت کی ۷۰ رکعت سے نماز سے بڑھ کر ہے۔
3. شوہر پریشان گھر آئے اور بیوی اسے تسلی دے تب اسے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔
4. جو عورت اپنے بچے کے رونے کی وجہ سے سو نہ سکے، اس کو ۷۰ غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
5. شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو محبت کی نظر سے دیکھیں تو اللہ انہیں محبت کی نظر سے دیکھتا ہے۔
6. جو عورت اپنے شوہر کو اللہ کی راہ میں بھیجے، وہ جنت میں اپنے شوہر سے ۵۰۰ سال پہلے جائے گی۔
7. جو عورت آٹا گوندھتے وقت "بسم اللہ" پڑھے تو اس کے رزق میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔
8. جو عورت غیر مرد کو دیکھتی ہے اللہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔
9. جب عورت اپنے شوہر کے کہے بغیر اسکے پیر دباتی ہے تو اسے ۷۰ تولہ سونا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔
10. جو پاک دامن عورت روزے کی پابندی کرے اور جو شوہر کی خدمت کرے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔
11. عورت کو ایک بچہ پیدا کرنے پر ۷۵ سال کی نماز کا ثواب اور ہر ایک درد پر ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔
12. باریک لباس پہنے والی اور غیر مرد سے ملنے والی عورت کبھی جنت میں نہیں جائے گی۔
13. جب کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس کو اللہ کے راستے میں جہاد کا اجر ملتا ہے.
14. حاملہ عورت کو دن میں روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کا اجر ملتا ہے.
15. جب اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکو کہا جاتا ہے کہ اے اللہ کی بندی جاؤ تمہارے سارے گناہ معاف ہو چکے، نئے سرے سے اعمال شروع کرو.

16. عورت جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ کے بدلے حضرت اسماعیل ﷺ کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے.
17. دودھ کے ہر گھونٹ پر ایک نیکی ملتی ہے.
18. جب میاں بیوی جنابت کا غسل کرتے ہیں تو اللہ رب العزت فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی مغفرت کردی.
19. جب کوئی عورت اپنے گھر میں کام کرتی ہے تو اللہ تعالی اس کو نظر رحمت سے دیکھتے ہیں.
20. برکت والی ہے وہ عورت جس کی پہلی اولاد لڑکی ہو.

اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

یہ تمام فضائل کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں، بلکہ اکثر باتیں تو موضوع روایات میں بھی تلاش کے باوجود نہیں ملتیں.

حوالہ:

مدینے میں ایک عورت حولاء (جو کہ عطر فروش) تھی، اس نے حضرت عائشہ سے اپنے شوہر کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے عورتوں کے فضائل بیان کئے:

۱. جو عورت گھر کا کام کرتی ہے تو جو چیز بھی اٹھاتی ہے اور رکھتی ہے تو اللہ تعالی اس کو نظرِ رحمت سے دیکھتے ہیں.
۲. جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس کو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے کا اجر ملتا ہے.
۳. جب بچے کو دودھ پلاتی ہے تو ہر بار دودھ پلانے پر ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے.
۴. جب دودھ پلانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو آسمان سے آواز دی جاتی ہے کہ اے عورت! پھر سے عمل کر کہ گذشتہ سارے معاف ہو چکے.
۵. جو مرد پیار سے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جب معانقہ کرتا ہے تو بیس نیکیاں اور جب بیوی کا بوسہ لیتا ہے تو ایک سو بیس نیکیاں ملتی ہیں.

٦. اور جب صحبت کرتا ہے اور پھر غسل کرنے جاتا ہے تو جس بال پر بھی پانی گذرتا ہے تو ہر بال کے بقدر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں.

٧. اللہ تعالی فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس بندے کو دیکھو اس ٹھنڈی رات میں اٹھا اور جنابت کا غسل کیا، تم گواہ رہو کہ میں نے اس کی مغفرت کر دی.

كانت امرأة عطارة يقال لها الحولاء، فجاءت إلى عائشة فقالت: يا أم المؤمنين! نفسي لك الفداء، إني أزين نفسي لزوجي كل ليلة حتى كأني العروس أزف إليه فأجيء فأدخل في لحاف زوجي فأبتغي بذلك مرضات ربي فيحول وجهه عني فأستقبله فيعرض عنى، ولا أراه إلا قد أبغضني، فقالت لها عائشة: لا تبرحي حتى يجيء رسول اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، فلما جاء قال: إني لأجد ريح الحولاء؛ فهل أتتكم وهل ابتعتم منها شيئا؟ قالت عائشة: لا، ولكن جاءت تشكو زوجها، فقال: مالك ياحولاء؟ فذكرت له نحو ما ذكرت لعائشة، فقال: اذهبي أيتها المرأة فاسمعي وأطيعي لزوجك، قالت: يارسولَ اللهِ! فما لي من الأجر؟ فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ للحولاء: ليس من امرأة ترفع شيئا من بيتها من مكان أو تضعه من مكان تريد بذلك الصلاح إلا نظر الله إليها، وما نظر الله إلى عبد قط فعذبه، قالت: زدني يارسولَ اللهِ! قال: ليس من امرأة من المسلمين تحمل من زوجها إلا كان لها كأجر الصائم القائم المخبت؛ فإذا أرضعته كان لها بكل رضعة عتق رقبة، فإذا فطمته نادى مناد من السماء: أيتها المرأة! استأنفي العمل فقد كفيت ما مضى، فقالت عائشة: يارسولَ اللهِ! هذا للنساء فما للرجال؟ فقال: ما من رجل من المسلمين يأخذ بيد امرأته يراودها إلا كتب الله له عشر حسنات، فإذا عانقها فعشرون حسنة، فإذا قبلها فعشرون ومئة حسنة، فإذا جامعها ثم قام إلى مغتسله لم يمر الماء على شعرة من جسده إلا كتب الله له بها عشر حسنات وحط عنه عشر خطيئات، وإنَّ اللهَ عزَّوجلَّ ليباهي به الملائكة فيقول: انظروا إلى عبدي قام في هذه الليلة الشديد بردها فاغتسل من الجنابة مؤمنا أني ربه أشهدكم أني قد غفرت له.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

ابن عراق نے اس روایت کو تنزیہ الشریعۃ میں نقل کیا ہے اور اس پر من گھڑت ہونے کا حکم لگایا ہے.

- الراوي: أنس بن مالك.
- المحدث: ابن عراق الكناني.
- المصدر: تنزيه الشريعة.
- الصفحة أو الرقم: 203/2
- خلاصة حكم المحدث: البلاء من زياد بن ميمون.

علامہ ابن حجر نے اس روایت کو الاصابۃ میں نقل کر کے فرمایا: "اسنادہ واہ جدا" یعنی کہ اس کی سند انتہائی کمزور ہے۔

اس روایت کے کچھ اور الفاظ:

شیعوں کی مشہور کتاب "بحار الانوار" میں مجلسی نے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اُم سلمہ سے فرمایا:

1. جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس کو اللہ کے راستے میں جان ومال خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔
2. جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ پھر سے عمل شروع کر، گذشتہ سارے معاف ہو گئے۔
3. اور جب دودھ پلاتی ہے تو ہر بار پر بنو اسماعیل کے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

رواه المجلسي في "بحار الأنوار" (252/100) فقال: فقال صلى الله عليه وآله وسلم: يا أم سلمة! إن المرأة إذا حملت كان لها من الأجر كمن جاهد بنفسه وماله في سبيل الله عزوجل، فإذا وضعت قيل لها: قد غفر لك ذنبك فاستأنفي العمل، فإذا أرضعت فلها بكل رضعة تحرير رقبة من ولد إسماعيل.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کا شیعوں کی کتب میں بغیر سند کے منقول ہونا ہی اس کے من گھڑت ہونے کیلئے کافی ہے۔

اس مضمون کی ایک اور روایت:

جب آپ علیہ السلام سے (انکے صاحبزادے ابراہیم کو دودھ پلانے والی) سلامہ نے عرض کیا کہ عورتوں کے فضائل بیان کیجئے تو فرمایا:

1. جب عورت حاملہ ہوتی ہے اور اسکا شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو ساری رات عبادت کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے کا اجر ملتا ہے۔

۲. اور جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو زمین آسمان والے نہیں جانتے کہ اسکو کتنا اجر ملنے والا ہے.

۳. اور جب بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اسکو ہر قطرے پر ایک نیکی ملتی ہے.

وحديث سلامة حاضنة إبراهيم ابن النبي صلى الله عليه وسلم قالت: يارسول الله! إنك تبشر الرجال بخير ولا تبشر النساء. فقال: أما ترضى أحداكن أنها إذا حملت من زوجها وهو عنها راضٍ كان لها أجر الصائم القائم في سبيل الله، فإذا أصابها الطلق لم يعلم أهل السماء والأرض ما أخفي لها من قرة أعين، فإذا وضعت لم يجرع ولدها من لبنها جرعة، ولم يمص مصة إلا كتب لها بذلك حسنة.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس روایت کو ابن عساکر نے نقل کیا ہے لیکن علامہ ألبانی نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے.

أخرجه الحسن ابن سفيان وابن عساكر.

وقال الألباني: موضوع.

ایک صحابی کا قول:

سوال میں مذکور نکات میں سے آخری فضیلت اگرچہ حدیث نہیں لیکن یہ ایک صحابی کا قول ہے.

"إن من يمن المرأة تبكيرها بالانثى قبل الذكر".

هذا الأثر جاء في كلام بعض أهل العلم، وقد روي مرفوعاً ولم يثبت؛ بل هو شديد الضعف؛ وقد حكم بعض أهل العلم بوضعه.

ومع ذلك تساهل بعض أهل العلم في إيراده.

قال القرطبي في تفسيره: "وقال واثلة بن الاسقع: إن من يمن المرأة تبكيرها بالانثى قبل الذكر، وذلك أن الله تعالى قال: {يهب لمن يشاء إناثا ويهب لمن يشاء الذكور} فبدأ بالاناث".

خلاصہ کلام

یہ تمام فضائل غیر مستند، غیر معتبر اور ناقابل بیان ہیں، جبکہ صحیح روایات میں خاتون کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، البتہ فضیلت نمبر ۲۰ اگرچہ حدیث سے ثابت نہیں لیکن بعض صحابہ اور تابعین کے اقوال سے ثابت ہے.

- **ایک ضروری وضاحت:**

تنبیہات سلسلہ نمبر ۲۲ میں چونکہ ایک پوسٹ کا جواب دیا گیا تھالہذا اس میں اکثر باتوں کے موضوع ہونے کی وجہ سے پورے پر وضع کا حکم لگا کر اس پوسٹ کو من گھڑت کہا گیا، اس لئے کہ اس میں سے ایک آدھ فضیلت کا ثبوت اس پوری پوسٹ کے صحیح ہونے کیلئے کافی نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 23

زنا کی سزا

گذشتہ دنوں ایک سوال سامنے آیا کہ کیا مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب کی مندرجہ ذیل سب باتیں روایات سے ثابت ہیں ؟

زنا: شرک کے بعد دوسرا سب سے بڑا گناہ ہے.

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص زنا کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کئے دنیا سے فوت ہو جائے (یعنی مر جائے) تو اس پر مصیبتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اللہ تعالی اس پر سختی فرمائیں گے۔ اس کو زنا کے ہر ہر عمل کے بدلے آخرت کا ملتا جلتا عذاب ہو گا۔ اسکی تفصیل درج ذیل ہے:

1. **غیر محرم کے لئے چہرہ سنوارتا تھا.**

قیامت کے دن چہرہ سیاہ ہو گا.

2. **غیر محرم کے چہرے کو محبّت کی نظر سے دیکھتا تھا.**

قیامت کے دن چہرے کا گوشت گر جائے گا.

3. **غیر محرم کو دیکھ کر اس کا چہرہ کھل جاتا تھا.**

قیامت کے دن اس کے چہرے کو آگ سے مشتعل کیا جائے گا.

4. غیر محرم سے دل لگی کی باتیں کرتا تھا.

قیامت کے دن روتا ہوا اٹھے گا.

5. غیر محرم سے ہنسی مذاق کر کے قہقہے لگاتا تھا.

قیامت کے دن پیٹتا، چلاتا اٹھے گا.

6. غیر محرم سے ملاقات کر کے خوش ہوتا تھا.

قیامت کے دن غمگین اور اداس حالت میں اٹھے گا.

7. غیر محرم کو شہوت کی نظر سے دیکھتا تھا.

قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ آنکھوں میں ڈالا جائے گا.

8. غیر محرم کی ملاقات کے لئے چل کر گیا.

قیامت کے دن پاؤں میں آگ کی بیڑیاں پہنائی جائیں گی.

9. غیر محرم کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے.

قیامت کے دن ہاتھوں میں آگ کی ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی.

10. غیر محرم سے زنا کی ابتداء منہ ملانے (بوسہ لینے) سے کی.

قیامت کے دن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنّم میں ڈالا جائے گا.

11. غیر محرم کی گردن سے گردن ملائی.

قیامت کے دن گردن میں آگ کی زنجیر ڈالی جائے گی.

یہ تقریبا تیس نکات ہیں.....

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ جتنی تفصیلی سزا زنا کے عمل کی ملے گی اتنی کسی اور گناہ کی نہیں ملے گی اور سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالی ہمکلام ہونا پسند نہیں کریں گے بلکہ لعنتیں برسائیں گے، رسوا کریں گے.

اللہ تعالی ہمیں، ہمارے اہل خانہ کو، بچّوں کو، قیامت تک آنے والی نسلوں کو اور جملہ متعلقین کو زنا سے محفوظ فرمائے.. (آمین)

☜ یہ مضمون حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب "حیا اور پاکدامنی" سے لیا گیا ہے، جن حضرات کو مزید تفصیلات دیکھنی ہوں اس کتاب میں دیکھ سکتے ہیں.

☜ الجواب حامدا ومصلیا

اس عمل کی قباحت کیلئے قرآن مجید کا اس کو {فاحشة و مقتا و ساء سبيلا} کہنا کافی ہے.

البتہ سوال میں ذکر کردہ سزاؤں کا تذکرہ باوجود تلاش بسیار کے کسی کتاب میں نہ مل سکا اور جہاں قریب قریب الفاظ ملے ہیں وہ سب تقریبا موضوعات میں سے ہیں.

حوالہ:

ومن أصاب من امرأة نظرة حراما ملأ الله عينيه نارا ثم أمر به إلى النار، فإن غض بصره عنها أدخل الله في قلبه محبته ورحمته وأمر به إلى الجنة، ومن صافح امرأة حراما جاء يوم القيامة مغلولة يداه إلى عنقه، ثم يؤمر به إلى النار، وإن فاكهها حبس بكل كلمة كلمها في الدنيا ألف عام، والمرأة إذا طاوعت الرجل حراما فالتزمها، أو قبلها، أو باشرها، أو فاكهها، أو واقعها فعليها من الوزر مثل ما على الرجل، فإن غلبها الرجل على نفسها كان عليه وزره ووزرها، ومن غش مسلما في بيع أو شراء فليس منا، ويحشر يوم القيامة مع اليهود، لأنهم أغش الناس للمسلمين، ومن منع الماعون من جاره إذا احتاج إليه منعه الله فضله، و وكله إلى نفسه، ومن وكله إلى نفسه هلك أحر ما عليها، ولا يقبل له عذر، وأيما امرأة آذت زوجها لم تقبل صلاتها، ولا حسنة من عملها حتى تعتبه وترضيه، ولو صامت الدهر وقامته، وأعتقت الرقاب، وحملت على الجياد فى سبيل الله لكانت أول من يرد النار إذا لم ترضيه وتعتبه وقال: وعلى الرجل مثل ذلك من الوزر.

الراوي: أبوهريرة وابن عباس.

المحدث: البوصيري.

المصدر: إتحاف الخيرة المهرة.

الجزء أو الصفحة:291/2

حكم المحدث: كذب من داود بن المحبر.

واللہ اعلم

كتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 24

حضرت علی کا خطبہ بغیر الف (خطبہ مونقہ)

یہ خطبہ امیر المومنین حضرت علی کا ہے۔ اس خطبہ میں اول تا آخر ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس میں الف ہو حالانکہ عربی زبان میں الف ایسا حرف ہے جو سب سے زیادہ مستعمل ہے۔

مظالب السؤل میں لکھا ہے کہ ایک روز چند اصحاب ایک مقام پر جمع تھے اور بحث شروع ہوئی کہ "حروف تہجی میں کون سا حرف ایسا ہے جس کے بغیر کوئی جملہ پورا نہیں ہو سکتا اور الفاظ میں جس کا سب سے زیادہ استعمال ہو. سب نے اتفاق کیا کہ الف کے بغیر کلام کرنا ناممکن ہے۔"

اس محفل میں حضرت علی بھی موجود تھے۔ یہ سنتے ہی حضرت علی نے فی البدیہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں نہ صرف کمال کا آئینہ دار ہے بلکہ اسکا اردو ترجمہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔

عربی:

حمدت حمده و عظمت منہه و سبقته نعمته وسبقت غضبه رحمة وتمت كلمة ونفذت مشية و بلغت حجته و عدلت قضية حمدته a حمد مقر بر بوبيته متخفيع بعبوديه منفعد من خطيته معترف بتوحيده مستعيد من و عيده مومل من ربه مغفرته تنجيه يوم يشغل عن فضيلته دينيه ہ وتستعينه و نسترشدُه و نستهديته و نومن به ونتوكل عليه و شهدت لهُ تشهدُ عبد مخلص موقن و فردته تفريد مومن متيقن و وحدتُه توحيد عبد مذ عن ليس لهُ شريك فی ملكه ولم يكن لهُ ولی سہہم فی صفحه جل عن مشيرو وزير و عون و معين و نضيرو نظير علم فثر وبطر فخبر و ملک فقهر دعصی فغفروحكم فعدک و تكرم و تفضل لم يزل ولن يزول ليس كمثله شی و ہو قبل كل شی رب متعزز بعزته مُتفرد متمكن بقوته متقدس بعلوه متكبره يعموه ليس يدركه بصرولم يحط نظر قوی منيع بصير سميع روف رحيم ہ عجز عن وصفه من يصفه وضل عن نعته من عرفه ترب فبعد وبعد فقرب يجيب دعوته من يدعوه و يرفعه ويجوه ہ ذرُلطف خفی و بطش قوی ورحمته موسعته وعقوبه موجعه رحمته جنه

عريضه مونقته وعقوبته حجيم ممدودته موبقَته؛ وشهدتَ بيعث محمد رسوله و عبده وصفيه

(شرح نہج البلاغه جلد 4)

نوٹ:-

یہ خطبہ ان کتب میں بھی مرقوم ہے: جمع الجوامع (سیوطی) کفایت الطالب۔ محمد بن مسلم شافعی، اس کے رجال میں ابوالحسن الخلال، احمد بن محمد بن ثابت بن بندار، جری بن کلب وغیرہ ہیں۔ 437، سے 634 تک یہ خطبہ جامعہ دمشق کے درمیان ادبیہ عربیہ میں شریک تھا۔

حوالہ

وفقكم الله وبارك فيكم

هذه الخطبة لا تثبت عن أمير المؤمنين علي رضي الله عنه

وهي مما يروج له الرافضة

خلاصہ کلام

اس خطبے کے الفاظ کی رکاکت (غیر معیاری ہونا) اور اس خطبے کا صرف شیعہ روافض کی کتب میں ہی پایا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ خطبہ من گھڑت اور بے اصل ہے

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 25

نماز کے فضائل اور سزاؤں کا بیان

نماز اللہ تعالی کی فرض کردہ عبادتوں میں سے افضل ترین عبادت ہے، اسکے فضائل اور نہ پڑھنے پر وعیدیں بے شمار ہیں جو قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں.

گذشتہ کچھ عرصے سے نماز کے متعلق کچھ روایات بطور سوال سامنے آئیں:

الحدیث الاول:

نماز پڑھنے والے کو پانچ انعامات دیئے جائینگے:

- اس پر رزق کی تنگی نہ ہوگی.
- قبر کا عذاب نہ ہوگا.
- نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا.
- پل صراط پر سے بجلی کی طرح تیزی سے گذر جائے گا.
- بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا.

من حافظ على الصلوات المكتوبة أكرمه الله تعالى بخمس كرامات:

1. يرفع عنه ضيق العيش.
2. ويرفع عنه عذاب القبر.
3. ويعطيه كتابه بيمينه.
4. ويمر على الصراط كالبرق الخاطف.
5. ويدخل الجنة بغير حساب.

الحدیث الثانی:

جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ عذاب ہونگے: چھ عذاب دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت.

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تهاون فى الصلاة عاقبه الله بخمسة عشر عقوبة: ستة منها فى الدنيا، وثلاثة عند الموت، وثلاثة فى القبر، وثلاثة عند خروجه من القبر.

- الستة التى فى الدنيا:

1. ينزع الله البركة من عمره.
2. يمسح الله سيماء الصالحين من وجهه .
3. كل عمله لا يؤجر من الله.
4. لا يرفع له دعاء الى السماء .
5. تمقته الخلائق فى دار الدنيا.
6. ليس له حظ فى دعاء الصالحين .

- الثلاثة التى تصيبه عند الموت:

1. انه يموت ذليلا.
2. انه يموت جائعا .
3. انه يموت عطشان ولو سقي مياه بحار الدنيا ما روى من عطشه.

- الثلاثة التى تصيبه فى قبره:

(ا) يضيق الله عليه قبره ويعصره حتى تختلف اضلاعه .

(اا) يوقد الله على قبره نارا يتقلب فى جمرها .

(ااا) يسلط الله عليه ثعبان يسمى الشجاع الاقرع يضربه على تركه صلاة الصبح من الصبح الى الظهر وعلى تضييعه صلاة الظهر من الظهر الى العصر وهكذا وكلما ضربه يغوص فى الارض سبعين ذراعا .

- الثلاثة التى تصيبه عند خروجه من القبر اى يوم القيامة:

(ا) يسلط الله عليه من يصحبه الى نار جهنم على جمر وجهه.

(اا) ينظر الله تعالى اليه بعين الغضب يوم الحساب فيقع لحم وجهه .

(ااا) يحاسبه الله عزوجل حسابا شديدا ما عليه من مزيد ويامر الله به الى النار وبئس القرار.

الحدیث الثالث:

جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو ہر نماز کے چھوڑنے پر دنیا میں ہی مختلف سزائیں ملیں گی.

فجر کے چھوڑنے پر چہرے کا نور ختم ہو گا.

ظہر کے چھوڑنے پر رزق کی برکت ختم ہو گی.

عصر کے چھوڑنے پر وجاہت ختم ہو گی.

مغرب کے چھوڑنے پر اولاد میں برکت نہ ہو گی.

عشاء کے چھوڑنے پر نیند کی راحت ختم ہو گی.

- وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

من ترك صلاة الصبح اى الفجر فليس فى وجهه نور .

من ترك صلاة الظهر فليس فى رزقه بركة .

من ترك صلاة العصر فليس فى وجهه قوة .

من ترك صلاة المغرب فليس فى اولاده ثمرة .

ومن ترك صلاة العشاء فليس فى نومه راحة.

الحدیث الرابع:

ایک روایت میں ہے کہ نماز چھوڑنے والا قیامت کے دن اس حال میں لایا جائیگا کہ اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہو نگی:

- اے اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے!
- اے اللہ کے غصے کے مستحق!
- جس طرح تونے دنیا میں اللہ رب العزت کا حکم اور حق ضائع کیا ہے آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے .

- وفي رواية: فإنه يأتي يوم القيامة وعلى وجهه ثلاثة أسطر مكتوبات:

السطر الأول: يا مضيع حق الله. السطر الثاني: يا مخصوصا بغضب الله.

السطر الثالث: كما ضيعت في الدنيا حق الله فآيس اليوم من رحمة الله.

تحقیق

ان روایات میں سے اولین دو روایتوں کو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے "فضائل اعمال" میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اس میں جتنی قسم کے ثواب وعذاب ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے۔ (فضائل نماز، باب اول، صفحہ:325)

حوالہ

من تهاون بصلاته عاقبه الله بخمس عشرة خصلة: ستة منها في الدنيا، وثلاثة منها عند الموت، وثلاثة منها في قبره، وثلاثة منها تصيبه يوم القيامة إذا خرج من قبره .

فأما التي تصيبه في دار الدنيا:

فأولها يرفع الله البركة من رزقه، والثانية ينزع الله البركة من عمره، والثالثة يرفع الله سيماء الصالحين من وجهه، والرابعة لا حظ له في دعاء الصالحين، والخامسة كل عمل يعمله من أعمال البر لا يؤجر عليه، والسادسة لا يرفع الله دعاءه إلى السماء، وأما التي تصيبه منها في قبره: فأولها يوكل الله به ملكاً يزعجه في قبره إلى يوم القيامة، والثانية تكون ظلمة في قبره فلا يضئ له أبداً، والثالثة يضيق الله عليه قبره إلى يوم القيامة، وأما التي تصيبه منها إذا خرج من قبره: فأولها يوكل الله به ملكاً يسحبه على حر وجهه في عرصات القيامة، والثانية يحاسب حساباً طويلاً، والثالثة لا ينظر الله إليه ولا يزكيه وله عذاب أليم، ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم {فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلاة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غياً إلا من تاب}..اهـ

حوالے کی تحقیق

- هو حديث موضوع مكذوب على النبي صلى الله عليه وسلم .
- ذكره الذهبي في ميزان الاعتدال وحكم بأنه باطل مركب - يعنى موضوع.
- وأقره الحافظ ابن حجر في لسان الميزان(6/368-369) وقال: وهو ظاهر البطلان من أحاديث الطرقية..

يعني أنه من وضع بعض الصوفية.

- وذكره السيوطي في "ذيل الموضوعات" لابن الجوزي.
- وكذلك ذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (113/2-114) وقال: رواه ابن النجار من حديث أبي هريرة.
- قال في الميزان: حديث باطل ركبه محمد بن علي بن العباس على أبي بكر بن زياد النيسابوري.
- وقال في اللسان: هو ظاهر البطلان من أحاديث الطرقية .

والحديث ذكره أبو الليث السمرقندي في كتابه "تنبيه الغافلين" (212-213) بصيغة التمريض فقال: ويقال من داوم على الصلوات الخمس في الجماعة أعطاه الله خمس خصال ثم ذكره بنحوه؛ ولكنه جعلها ثنتي عشرة خصلة بدلا من خمسة عشر خصلة.

•وهذا الحديث دسه بعض الصوفية في كتاب الكبائر للذهبي.

هذا حديث مركب موضوع، والذي ركبه ووضعه هو محمد بن علي بن العباس البغدادي العطار.

قال الذهبي في الميزان(653/3): ركب على أبي بكر بن زياد النيسابوري حديثا باطلا في تارك الصلاة...انتهى

وقال ابن حجر في "لسان الميزان" (295/5): 1004

محمد بن علي بن العباس البغدادي العطار ركب على أبي بكر بن زياد النيسابوري حديثا باطلا في تارك الصلاة روى عنه محمد بن علي الموازيني شيخ لأبي النرسي.

زعم المذكور ان ابن زياد أخذه عن الربيع عن الشافعي عن مالك عن سمي عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه رفعه "من تهاون بصلاته عاقبه الله بخمسةعشر خصلة"...الحديث

•وهو ظاهر البطلان من أحاديث الطرقية.... انتهى كلام الحافظ ابن حجر.

¤وذكره الكناني في "تنزيه الشريعة" (114/2) ونسبه لابن النجار ونقل كلام ابن حجر في اللسان.

•وقد سئلت عنه اللجنة الدائمة للافتاء (470/4) رقم (8689) فقالوا: هذا الحديث باطل.

خلاصہ کلام

یہ چاروں روایات ان الفاظ کے ساتھ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، لہذا ان روایات کو حدیث کہہ کر بیان کرنا یا چھاپنا درست نہیں. نماز کے فضائل میں صحیح احادیث کا جو عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے اسی کو بیان اور عام کیا جائے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 26

قریبی رشتہ داروں میں شادی

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بچایئے.

فرمان مصطفی ﷺ "قریبی رشتہ داروں میں شادی نہ کرو کیونکہ اس سے اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے."

(النهاية لابن الاثير، ج:3، ص:306 المكتبة العلمية بيروت)

ابن الصباغ علیہ رحمۃ اللہ الوھاب نے اس (قریبی رشتہ داروں میں شادی کی ممانعت والے) حکم کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ: "اس سے عموماً اولاد میں بے وقوفی پیدا ہوتی ہے"

(البدرالمنير لابن الملقن" 499-7/500 دارالهجرة)

- **امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے مروی ہے:**

"جو شخص اپنے خاندان میں شادی کرتا ہے اس کی اولاد میں عموماً بے وقوفی پیدا ہو جاتی ہے."

(البدرالمنير لابن الملقن" 499-7/500 دارالهجرة)

- **علامہ ابن ملقن علیہ رحمۃ اللہ المہیمن فرماتے ہیں:**

"حقیقت حال اور مشاہدے سے بھی یہ بات ثابت ہے."

(البدرالمنير لابن الملقن" 499-7/500 دارالهجرة)

- **فرمان امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی:**

"جس خاندان کی عورتیں غیروں میں نہیں بیاہی جاتیں ان کی اولاد میں بے وقوفی پیدا ہو جاتی ہے."

(التلخيص الحبير للعسقلانی" 1/309..دار الكتب العلمية بيروت)

- **علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ فرماتے ہیں:**

"تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ میاں بیوی قریبی رشتہ دار ہوں تو ان کی اولاد میں بے وقوفی ہوتی ہے"

(فتح الباری: 9/135 دار المعرفة بيروت)

الجواب باسمہ تعالی

قریبی رشتہ داروں کے درمیان آپس میں شادی کی ممانعت محض تجربہ اور کچھ مخصوص حالات کے پیش نظر ہی ہے.

قرآن وحدیث میں اس کے متعلق کوئی ممانعت یاپابندی ثابت نہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قریبی رشتہ دار خواتین سے نکاح کی اجازت دی.

قال تعالى: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ○ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا}(الأحزاب: 50(

فهذا نصٌ قرآنيٌ صريحٌ: فيه إباحةُ القريبات من النساء للرجل، ولو كان فيه ضرر ما أُبيح، فلما أباحه الشارعُ الحكيمُ –سبحانه وتعالى– ثبت عند كل مؤمنٍ أنه لا ضرر فيه.

اگر اس میں ذرا بھی نقصان ہوتا تو اللہ تعالی کبھی اس عمل کی اجازت نہ دیتے.

نبی ﷺ کا عمل

آپ ﷺ کی زیادہ تر ازواج مطہرات قریبی رشتے دار ہی تھیں.

وغالب أزواج النبي عليه الصلاة والسلام من أقربائه، عائشة وأم سلمة وحفصة بنت عمر وغيرهن، كلهن من أقربائه، ما عدا صفية بنت حيي فهي ليست من أقربائه، وإلا فهم أقرباء.

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل

آپ ﷺ نے اپنی چاروں بیٹیاں قریبی رشتہ داروں میں ہی بیاہ دی تھیں اور آپ کے بعد بھی صحابہ کا عمل اس پر رہا ہے.

حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد ان کی سگی بھانجی امامۃ بنت زینب سے نکاح کیا، اسی طرح حضرت علی کی اکثر بچیوں کا نکاح ان کے چچا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے ہوا.

اسلاف صالحین کا عمل

أفعال السلف الصالحين أكثر من أن تُحصى، فأمامة بنت زينب رضي الله عنها -حفيدة النبي صلى الله عليه وسلم- تزوجها علي بن أبي طالب رضي الله عنه بعد وفاة خالتها فاطمة رضي الله عنها وأنجبت الزهراء رضي الله عنها بعد الحسنين: زينب وأم كلثوم.

فأما زينب: فتزوجها عبد الله بن جعفر بن أبي طالب، أي: ابن عمها.

وأم كلثوم: خطبها عمر بن الخطاب، فقال علي: إنما حبستُ بناتي على بني جعفر، ثم زوجها له لما كرر عمر طلبه، رضي الله عن الجميع.

طبی نقطہ نظر سے

الدكتور عز الدين فراج: وعموماً يمكن القول بأن زواج الأقارب يزيد الصفة الغالبة في الأسرة ويؤكدها، ويبرزها خصوصاً إذا كانت من الصفات السيئة، عكس زواج الأباعد فهو يقلل من العيوب الجسمية والمرضية ويهدد زواج الأقارب بإنجاب أطفال مصابين، لأن بعض الأمراض الوراثية تكون كامنةً وسجينة بفعل عواملها الوراثية. [الثقافة الإسلامية، صلاح هندي وزملاؤه، ص: 132)..اهـ

ومع تحذيرات الأطباء من الزواج بين الأقارب، إلا أنهم لم يقيموا على قولهم أدلة بل ولا دليلاً قاطعاً على صيرورة ذلك، ويعزون سبب هذه الأمراض إلى انعزال الطفرات المتنحية الضارة في السلالات المختلفة والمتنوعة في زواج الأقارب، وليس لزواج الأقارب ضرر مباشر. (كما قاله جمال الدين نصرت في كتاب مقدمه في علم الوراثة)

وهذا هو موقف الطب من زواج الأقارب.

ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ اگر خاندان میں کوئی موروثی بیماری ہو تو آپس میں شادی کی صورت میں وہ بیماری آگے اولاد میں پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے جبکہ غیروں میں رشتہ کرنے کی صورت میں اس کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

لیکن یہ باتیں محض تجربہ ہے، کوئی یقینی یا قطعی بات نہیں۔

روایات کی تحقیق

اس موضوع پر تین روایات ملتی ہیں..

تنبيه:

الأحاديث الواردة في التحذير من زواج الأقارب مثل:

١" .اغتربوا ولا تضووا."

٢" .لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يُخلق ضَاوِياً."

٣" .لا تتزوجوا النساء على قراباتهن، فإنه يكون من ذلك القطيعة."

●هذه كلها أحاديث موضوعة لا أصلَ لها، وليست من كلام الرسول صلى الله عليه وسلم، ولا يصحُ عنه في هذا البابِ شيءٌ، بل لم يرد عنه شيءٌ أصلاً، وكيف ينهى عن شيءٍ هو فعله، وحث عليه، وحرص على أن يسري في ذريته من بعده.

یعنی یہ تینوں روایات ثابت نہیں اور نہ ہی قابل استدلال ہیں.

1. "لاتنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاويا."

یعنی قریبی رشتہ داروں میں شادی نہ کرو کیونکہ بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے.

لا تنكِحوا القرابةَ القريبةَ، فإنَّ الولدَ يُخلَقُ ضاويًا.

- المحدث: ابن الملقن.

-المصدر: خلاصة البدر المنير.

-الصفحة أو الرقم: 179/2

-خلاصة حكم المحدث: غريب [يعني لا يعلم من رواه كما قال في المقدمة

2. لا تَنكحوا القرابةَ القريبةَ فإنَّ الولدَ يُخلقُ ضاويًا.

المحدث: السبكي (الابن) .

-المصدر: طبقات الشافعية الكبرى.

-الصفحة أو الرقم: 310/6

-خلاصة حكم المحدث: لم أجد له إسنادا.

3. لا تنكحوا القرابةَ القريبةَ؛ فإن الولدَ يخلقُ ضاويًا.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: السلسلة الضعيفة.

-الصفحة أو الرقم: 5365

-خلاصة حكم المحدث: لا أصل له مرفوعاً.

4. .وقال العراقي في تخريج إحياء علوم الدين: 41/2

قال صلى الله عليه وسلم: "لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاويا."

قال ابن الصلاح: لم أجد له أصلا معتمدا.

قلت: إنما يعرف من قول عمر أنه قال لآل السائب قد أضويتم فانكحوا في النوابغ.

رواه إبراهيم الحربي في غريب الحديث وقال: معناه تزوجوا الغرائب؛ قال ويقال: اغربوا لا تضووا أي نحيفا.

یہ حدیث نہیں، البتہ بعض علماء نے اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بتایا ہے.

بقیہ دونوں روایات باوجود تلاش کے کسی مستند جگہ سے نہیں مل سکیں.

إن ما اشتهر على ألسن الناس من حديث: (غربوا النكاح) غير ثابت عن المصطفى صلى الله عليه وسلم.

ومعلوم أن الحديث الموضوع لا يجوز ذكره إلا للتنبيه على وضعه؛ فالاحتجاج لعدم زواج القرابة بأحاديث نبوية لا ينبغي لما سبق تفصيله.

¤إن الشافعية وبعض الحنابلة رأوا من الأسباب السابق ذكرها عدم استحباب زواج القرابة القريبة ولم يوصلوا ذلك للسنية؛ لأن الاستحباب أدنى درجة منها؛ ولأن ما ذكروا من التعليلات لا يستفاد منه السنية. فالأمر إذن يدور بين الاستحباب وعدمه فحسب، ولا ننسى أن مَن قال بعدم استحباب زواج القرابة القريبة نصّ على أن زواج القريبة أولى من زواج الأجنبية.

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول:

اگر رشتہ داروں میں نکاح ہو گا تو بچوں میں حماقت آئیگی اس بات کی بنیاد کسی شرعی حکم کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ عرب کے دستور اور رواج کا بیان کرنا مقصود تھا کہ اہل عرب یوں کہتے ہیں.

رأي الفقهاء في زواج القريبة:

روى ابن يونس في تاريخ الغرباء في ترجمة الشافعي عن شيخ له عن المزني عن الشافعي قال: أيما أهل بيت لم يخرج نساؤهم إلى رجال غيرهم كان في أولادهم حمق.

جواهر الأخبار، ص: 84
مغني المحتاج، 4: 206
(شرح منهج الطلاب، 4: 119)
ولعلّ مستند الشافعي رضي الله عنه في كلامه إلى ما كانت العرب تزعم أن الولد يجيء من القريبة ضاوياً لكثرة الحياء من الزوجين لكنه يجيء على طبع قومه من الكرم.
(كما في المصباح المنير، ص: 366)

علامه ابن حجر کا قول:

قال ابن حجر رحمه الله في فتح الباري:

وأما قول بعض الشافعية "يستحب أن لا تكون المرأة ذات قرابة قريبة" فإن كان مستندا إلى الخبر فلا أصل له أو إلى التجربة وهو أن الغالب أن الولد بين القريبين يكون أحمق"..اهـ

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے بعض شوافع حضرات کا قول نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس قول کی کوئی شرعی دلیل نہیں البتہ تجربے کی بنیاد پر ایسا کہا جاتا ہے کہ اکثر بچے بے وقوف ہوتے ہیں.

خلاصہ کلام

قریبی رشتہ داروں میں شادی کے نقصانات محض تجربے کی بنیاد پر ہیں، کوئی شرعی دلیل اسکی ممانعت کی موجود نہیں ہے، لہذا اس کو شرعی یا عمومی ممانعت کے طور پر بیان نہ کیا جائے.

لكن بعض الشافعية نازع في هذا الحكم لافتقاره إلى نصّ شرعيّ يستند إليه؛
قال السبكي: فينبغي أن لا يثبت هذا الحكم لعدم الدليل. (كما فی مغني المحتاج: 206-4/207)
فقط

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 27

حضرت فاطمہ کو بتائی گئی وتر والی تسبیحات

حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جہاد کی فضیلت بیان فرمائی، یہ فضیلت سن کر حضرت فاطمہ کو بھی جہاد کا شوق ہوا اور آپ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میں تم کو اس سے آسان اور اعلی اجر والا عمل نہ بتاؤں؟

اے فاطمہ! جب کوئی مومن مرد یا عورت وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور ہر سجدے میں یہ دعا پڑھتے ہیں

سبوح قدوس رب الملائكة والروح

تو اس کے سر اٹھانے سے پہلے اللہ تعالی اس کے سب گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کو سو حج، سو عمرے، اور سو شہیدوں کا اجر عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالی اس کیلئے ایک ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں جو اس کیلئے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں اور اس کو ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو مستجاب الدعوات بنادیتے ہیں اور قیامت کے دن ساٹھ جہنمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائیگی اور یہ شخص جب مرے گا تو شہادت کی موت نصیب ہو گی.

رغب النبي ﷺ في الجهاد وذكر فضله، فسألته الجهاد، فقال: ألا أدلك على شيئ يسير وأجره كبير، ما من مؤمن ولا مؤمنة يسجد عقيب الوتر سجدتين ويقول في كل سجدة: سبوح قدوس رب الملائكة والروح - خمس مرات - لا يرفع رأسه حتى يغفر الله ذنوبه كلها واستجاب الله دعاءه وان مات في ليلته مات شهيدا وأعطاه ثواب مائة حجة و مائة عمرة واعطاه الله ثواب الشهداء وبعث الله إليه الف ملك يكتبون له الحسنات وكأنما أعتق مائة رقبة ويشفع يوم القيامة في ستين من أهل النار وإذا مات مات شهيدا.

تحقیق روایات

نقل العلامة ابن عابدين الشامى حكمه فى "حاشيته"، باب سجود التلاوة، ج: 2

اس روایت کو علامہ شامی نے جلد ثانی باب سجود التلاوة میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

فحديث موضوع لا أصل له (ج: 2، ص: 120)

اسی طرح موضوع روایات کی تحقیق میں لکھی گئی ایک کتاب میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

- واما ما ذكره التاتارخانية عن المضمرات، (فنقل النص المذكور بتمامه) فحديث موضوع باطل لا اصل له ولا يجوز العمل به ولا يجوز نقله الا لبيان بطلانه كما هو شان الاحاديث الموضوعة، ويدل على وضعه ركاكته والمبالغة الغير الموافقة للشرع والعقل، فان الاجر على قدر المشقة شرعا وعقلا، وافضل الاعمال احمزها، وانما قصد بعض الملحدين بمثل هذا الحديث افساد الدين واضلال الخلق واغراءهم بالفسق وتثبيطهم عن الجد في العبادة، فيغتر به بعض من ليس له خبرة بعلوم الحديث وطرقه ولا ملكة يميز بها بين صحيحه وسقيمه.
- قال الربيع بن خثيم: ان للحديث ضوءا مثل ضوء النهار تعرفه، وظلمة كظلمة الليل تنكره.
- قال ابن الجوزى: ان الحديث المنكر يقشعر منه جلد طالب العلم وينفر منه قلبه في الغالب...(ان تہی)

{ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور}..(سورة النور: ٤٠)

والله سبحانه ہو ولی العصمة والتوفيق.

خلاصہ کلام

یہ روایت اور یہ فضیلت کسی بھی حدیث کی مستند کتاب میں موجود نہیں، فقہ کی بعض کتابوں نے لوگوں میں اس کے مشہور ہونے کو بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ اس کے من گھڑت ہونے کو بھی بیان کیا ہے لہذا اس روایت کا بیان کرنا اور پھیلانا جائز نہیں.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر28

شب معراج کونسی ہے

معراج حضور اکرم ﷺ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک معجزہ ہے.

اس معجزے کے وقوع پر تمام امت کا اتفاق ہوا ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ معراج جسم مع روح ہوا ہے.

- قال الإمام الطحاوي رحمه الله في عقيدته المشهورة: "والمعراج حق، وقد أسري بالنبي ﷺ وعرج بشخصه في اليقظة إلى السماء، ثم إلى حيث شاء الله من العلا، وأكرمه الله بما شاء وأوحى إليه ما أوحى، ما كذب الفؤاد ما رأى: فصلى الله عليه وسلم في الآخرة والأولى". (ص:30)

- وقال ابن أبي العز الحنفي رحمه الله: ومما يدل على أن الإسراء بجسده في اليقظة قوله تعالى: {سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى} [الإسراء :11] والعبد عبارة عن مجموع الجسد والروح، كما أن الإنسان اسم لمجموع الجسد والروح: هذا هو المعروف عند الإطلاق، وهو الصحيح: فيكون الإسراء بهذا المجموع، ولا يمتنع ذلك عقلا، ولو جاز استبعاد صعود البشر لجاز استبعاد نزول الملائكة: وذلك يؤدي إلى إنكار النبوة وهو كفر". شرح الطحاوية (245/1)
- وقال الإمام ابن كثير رحمه الله في تفسيره (33/3) : "وأكثر العلماء على أنه أسري به صلى الله عليه وسلم ببدنه وروحه يقظة لا مناماً."

- وقال الشيخ حافظ الحكمي رحمه الله: "ولو كان الإسراء والمعراج بروحه في المنام لم تكن معجزة، ولا كان لتكذيب قريش بها وقولهم: كنا نضرب أكباد الإبل إلى بيت المقدس، شهرا ذهابا وشهرا إيابا، ومحمد يزعم أنه أسرى به الليلة وأصبح فينا إلى آخر تكذيبهم واستهزاءهم به صلى الله عليه وسلم.

معراج کس مہینے میں ہوئی؟

معراج کے تعین کے سلسلے میں چونکہ کوئی واضح دلیل قرآن وحدیث میں موجود نہیں لہذا اس کے تعین میں صحابہ، تابعین ومحدثین کے اقوال میں شدید اختلاف رہاہے.

- وقال شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي المصري الشافعي رحمه الله المولود سنة (831هـ) كما في كتاب "الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية"(445/2 سؤال رقم:112) قد اختلف في ليلة الإسراء،
- فقيل: لسبع عشرة خلت من ربيع الأول قبل الهجرة بسنة،
- وقيل: ليلة سبع وعشرين من ربيع الآخر،
- وقيل: ليلة السبت لسبع عشرة خلت من رمضان قبل الهجرة بسنة ونصف،
- وقيل غير ذلك،

والأول هو المشهور، فقد روي عن عائشة وأم سلمة وأم هانئ وابن عمر وابن عباس رضي الله عنهم...اهـ

ربیع الاول

معراج کے متعلق سب سے راجح قول ربیع الاول کا ہے اور یہی قول مشہور صحابہ سے منقول ہے.

حضرت عائشه ام سلمه ابن عباس اور عبدالله بن عمرو بن عاص رضی الله عنہم.

<u>القول الثاني:</u> أنها كانت في ليلة سبع وعشرين من شهر ربيع الأول.

وبه قال الإمام المحدث الفقيه اللغوي المؤرخ أبو إسحاق الحربي، وأبو الخطاب ابن دحية من المالكية، والنووي من الشافعية في أحد أقواله الثلاثة، والقاضي زين الدين ابن المنير الإسكندري المالكي .

• قال أبو الخطاب الأندلسي المالكي الشهير بابن دحية الكلبي رحمه الله المولود سنة (546هـ) في كتابه "الابتهاج في أحاديث المعراج" (ص: 6-7):

وكان الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة سبع وعشرين من شهر ربيع الأول، قاله الإمام العالم أبو إسحاق إبراهيم بن إسحاق الحربي...اهـ

القول الثالث: أنها كانت في ليلة سبع عشرة من شهر ربيع الأول.
ونسب ابن سيد الناس اليعمري الأندلسي الشافعي رحمه الله المولود سنة (671هـ) في كتابه "عيون الأثر"(148/1) هذا القول إلى:
عائشة وأم سلمة وعبد الله بن عمرو بن العاص وابن عباس، ثم قال: وهذا هو المشهور...اهـ

27رجب کو معراج:

رجب کے مہینے میں 27 تاریخ کو معراج کا ہونا مشہور ضرور ہے لیکن یہ بات روایات کے بھی خلاف ہے اور تاریخی اعتبار سے بھی درست نہیں.

- أما ليلة الإسراء والمعراج فالصحيح من أقوال أهل العلم أنها لا تعرف، وما ورد في تعيينها من الأحاديث فكلها أحاديث ضعيفة لا تصح عن النبي صلى الله عليه وسلم، ومن قال: إنها ليلة سبع وعشرين من رجب فقد غلط، لأنه ليس معه حجة شرعية تؤيد ذلك...اهـ
- وقال أيضاً:

الصحيح من أقوال العلماء أنها لا تعرف، وقول من قال: أنها ليلة سبع وعشرين من رجب، قول باطل لا أساس له في الأحاديث الصحيحة...اهـ

- فهكذا اختلف العلماء في تحديد هذه الليلة، ولله الحكمة البالغة في إنساء الناس لها، وإن المشهور أن هذه الليلة كانت في شهر رجب، وقد ضعف هذا القول الإمام الحافظ ابن كثير رحمه الله في "البداية والنهاية" ص(3/89) قال: (وقد أورد الحافظ عبد الغني المقدسي في سيرته حديثاً لا يصح سنده، ذكرناه في فضائل شهر رجب وهي ليلة الرغائب التي أحدثت فيها الصلاة المشهورة، ولا أصل لذلك، والله أعلم)

شب معراج میں مخصوص اعمال:

رجب کے مہینے میں اور خصوصاستا ئیسویں شب وروز میں خصوصی نمازوں اور روزوں کی فضیلت بیان کی جاتی ہے جن میں سے اکثر موضوع اور من گھڑت روایات پر مبنی ہیں. اس موضوع پر کوئی صحیح یا مستند بات کہیں سے بھی ثابت نہیں.

رَجبُ شهرُ اللهِ، وشعبانُ شهري، ورمضانُ شهرُ أمتي. قيلَ يا رسولَ اللهِ! ما معنى قولكَ: رجبُ شهرُ اللهِ؟ قال: لأنه مخصوصٌ بالمغفرةِ، وفيه تُحقنُ الدماءُ، وفيهِ تابَ اللهُ على أنبيائهِ، وفيه أنْقَذَ أولياءهُ من بلاء عذابهِ؛ من صامهُ استوجبَ على اللهِ ثلاثةَ أشياءٍ: مغفرةٌ لجميعِ ما سلفَ من ذنوبهِ، وعصمتهِ فيما بَقِي من عمرهِ، وأمانا من العطشِ يوم العرْضِ الأكبرِ. فقام شيخٌ ضعيفٌ فقال: يا رسولَ اللهِ! إني لأعجزُ عن صيامه كلهِ. فقال صلى الله عليه وسلم: صُمْ أول يوم منهُ فإن الحسنة بعشرِ أمثالها، وأوسطُ يومٍ منهُ، وآخرُ يومٍ منهُ فإنكَ تُعْطَى ثوابَ من صامَهُ كلهُ: ولكنْ لا تَغْفَلوا عن أوّلِ ليلةِ جمعةٍ في رجبَ، فإنها ليلةً تُسمّيها الملائكةُ: الرغَائِبُ. وذلك إذا مَضَى ثلثُ الليلِ لا يبقَى ملكٌ في جميعِ السماواتِ والأرض إلا ويجتمعونَ في الكعبةِ وحواليها، ويطلعُ اللهُ عز وجل عليهم إطّلاعة، فيقولُ: ملائكَتِي سلُونِي ما شئتُم. فيقولونَ: يا ربّنا حاجتُنا إليك أن تغْفِرَ لصوّامِ رجَبَ، فيقول الله عزوجل: قد فعلتُ ذلكَ، ثم قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: وما من أحدٍ يصومُ يومَ الخميسِ، وأوّلُ خميسٍ من رجبَ، ثم يصلّي فيما بينَ العشاءِ والعتمةِ، يعنِي ليلةَ الجمعةِ، اثنتي عشرةَ ركعةً، يقرأ في كل ركعةٍ بفاتحةِ الكتابِ مَرّةً، وإنا أنزَلْناهُ في ليلةِ القدر ثلاثَ مراتٍ، وقل هو الله أحد اثنتي عشرة مرةً، يفصلُ بين كل ركعتينِ بتسليمةٍ، فإذا فرغَ من صلاتهِ صلى سبعينَ مرةً، يقول: اللهم صلِّ على محمد النبيّ الأمّيّ وعلى آلهِ، ثم يسْجُدُ فيقولُ في سجودهِ: سبوح قدوسٌ ربّ الملائكةِ والروحِ، سبعينَ مرةً، ثم يرفعُ رأسهُ، فيقول: اغفر وارحمْ وتجاوزْ عما تعلمْ إنكَ أنت العزيزُ الأعظمْ، سبعينَ مرةً، ثم يسجد الثانيةَ، فيقول مثل ما قال في السجدةِ الأولى، ثم يسألُ اللهَ تعالى حاجتهُ فإنها تُقْضَى. قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيدهِ ما من عبدٍ ولا أمَةٍ صلّى هذهِ الصلاةَ إلا غُفِرَ لهُ جميعُ ذنوبه، ولو كانتْ مثلَ زبدِ البحرِ، وعددِ ورقِ الأشجارِ، وشَفع يومَ القيامةِ في سبعمائةٍ من أهلِ بيتهِ، فإذا كان أول ليلةٍ في قبرهِ جاءهُ ثواب هذه الصلاةَ، فيجيبهُ بوجْهٍ طلقٍ ولسانٍ ذلْقٍ، ويقول له: يا حبيبي! أبشر قد نجوتَ من كل شِدّة،،فيقولُ: من أنتَ؟ فو الله ما رأيتُ وجها أحسنَ من وجهكَ، ولا سمعتُ كلاما أحلَى من كلامكَ، ولا شممتُ رائحتكَ، فيقول لهُ: يا حبيبي! أنا ثوابُ الصلاةِ التي صليتها في ليلةِ كذا، من شهرِ كذا، جئتُ الليلةَ لأقضي حقكَ، وأونِسُ وحدَتكَ، وأرفع عنكَ وحشتكَ، وإذا نفخَ......الخ

-الراوي: أنس بن مالك.

-المحدث: ابن حجر العسقلاني .

-المصدر: تبيين العجب.

-الصفحة أو الرقم: 35

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] علي بن عبد الله بن جهضم مشهور بوضع الحديث.

- قال ابن القيم رحمه الله في الزاد وهو يتحدث عن ليلة الإسراء والمعراج (58/1): (ولم يقم دليل معلوم لا على شهرها، ولا على عشرها، ولا على عينها بل النقول في ذلك منقطعة مختلفة ليس فيها ما يُقطع به، ولا شرع للمسلمين تخصيص الليلة التي يظن أنها ليلة الإسراء بقيام ولا غيره بخلاف ليلة القدر.

خلاصہ کلام

شب معراج 27 رجب کو ہوتی ہے اس کے متعلق کوئی بات درست نہیں اور نہ ہی اس مہینے میں یا اس رات کو کوئی مخصوص نماز یا اس دن کا روزہ صحیح روایات سے ثابت ہے بلکہ اکثر باتیں من گھڑت اور بے بنیاد ہیں، لہذا اس کے متعلق کسی فضیلت کو بیان کرنا یا پھیلانا شرعا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 29

سعودی عرب میں باہر سے درآمد شدہ گوشت کا حکم

سوال: مشرق وسطی سے درآمد شدہ مرغی کا گوشت ہاتھ سے ذبح کیا ہوا نہیں ہوتا لیکن ہر کوئی کھاتا ہے کیونکہ عمومی فتوی اسکے حلال ہونے کا ہے اور ہر طرح کی پیکنگ پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ گوشت حلال ہے. کیا اس طرح کا گوشت کھانا جائز ہے؟

الجواب حامدا ومصلیا

واضح رہے کہ کسی بھی گوشت کے حلال ہونے کیلئے فقہاء نے کچھ شرائط ذکر کی ہیں:

۱. یہ کہ اس جانور کو اسلامی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو یعنی کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو اور جانور کو باقاعدہ حلق کے مقام پر سے ذبح کیا گیا ہو تو یہ گوشت بلاشبہ حلال ہے.

الأولى: أن نعلم أن ذبحه كان على الطريقة الإسلامية بأن يكون ذبحه في محل الذبح: وهو الحلق، وأن ينهر الدم بمحدد غير العظم والظفر، وأن يذكر اسم الله عليه، فيقول الذابح عند الذبح: بسم الله.

ففي هذا الحال المذبوح حلال بلا شك.

۲. یہ بات معلوم ہو جائے کہ جانور کو غیر اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے مثلا: گلہ گھونٹا گیا ہو یا بجلی کے جھٹکے سے مارا گیا ہو وغیرہ تو اس صورت میں یہ گوشت حرام کہلائے گا.

الثانية: أن نعلم أن ذبحه على غير الطريقة الإسلامية مثل أن يقتل بالخنق أو بالصعق أو بالصدم أو بضرب الرأس ونحوه، أو يذبح من غير أن يذكر اسم الله عليه.

ففي هذا الحال المذبوح حرام بلا شك.

۳. تیسری صورت یہ ہے کہ جانور ہے تو ذبح شدہ لیکن اسکو کس طرح ذبح کیا گیا ہے اور کیا اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں، یہ ایک شک اور تردد کی شکل ہے.

الثالثة: أن نعلم أن الذبح وقع ولكن نجهل كيف وقع بأن يأتينا ممن تحل ذبيحتهم لحم أو ذبيحة مقطوعة الرأس ولا نعلم على أي صفة ذبحوها ولا هل سموا الله عليها أم لا.

ففي هذا الحال المذبوح محل شك وتردد.

یہی تیسری صورت ہمارے سوال کا مقصود ہے کہ کیا یہ گوشت حلال کہلائے گا یا حرام

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ اگر یہ گوشت کسی اسلامی ملک سے درآمد کیا جارہا ہے تو یہ گوشت بلاشبہ حلال ہے جب تک حرمت کی کوئی واضح دلیل نہ ہو۔

أولاً: أن يكون مورده مسلماً ظاهره العدالة ويقول: إنه مذبوح على الطريقة الإسلامية، فيحكم بالحل هنا لأن حال المسلم الظاهر العدالة تمنع أن يورد إلى المسلمين ما يحرم عليهم ثم يدعي أنه مذبوح على الطريقة الإسلامية.

ثانياً: أن يرد من بلاد اكثر أهلها ممن تحل ذبيحتهم ، فيحكم ظاهراً بحل الذبيحة تبعاً للأكثر إلا أن يعلم أن المتولي للذبح ممن لا تحل ذبيحته فلا يحكم حينئذ بالحل لوجود معارض يمنع الحكم بالظاهر.

دوسری صورت یہ ہے کہ درآمد تو کسی غیر مسلم ملک سے کیا گیا ہو لیکن درآمد کرنے والا کوئی مسلمان شخص یا ادارہ ہو اور وہ اس بات کی گواہی دے کہ یہ گوشت حلال طریقہ سے ذبح کردہ ہے تو اس گوشت کو حلال ہی کہا جائیگا۔

■ دارالعلوم کراچی کا ایک فتوی

آجکل مختلف ملکوں میں مشینی ذبیحے کے جو فارم ہیں ان سے نکلے ہوئے مرغیوں کے گوشت کو نہ مطلقا حلال کہا جاسکتا ہے نہ مطلقا حرام، جن فارموں میں شرعی شرائط کا لحاظ رکھا جاتا ہو ان کی مرغیوں کا گوشت حلال ہے اور جہاں یہ شرائط نہ پائی جائیں وہاں کے گوشت کو حلال نہیں کہا جاسکتا. ان شرائط کی تفصیل "حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی" کی کتاب "احکام الذبائح" میں مذکور ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1) جانور ذبح ہونے سے پہلے بے ہوش کرنے کے دوران مر نہ جاتا ہو بلکہ وہ ذبح ہونے تک زندہ ہو۔

2) ذبح کی نسبت معقول طریقے سے کسی انسان کی طرف کی جاسکتی ہو چاہے مسلمان ہو یا کوئی اہل کتاب یہودی یا نصرانی ہو، اور عیسائیت یا یہودیت پر قائم ہو، دہریہ اور لامذہب نہ ہو۔

3) ذبح کرنے والے نے ہر جانور کے ذبح کرتے وقت خالص اللہ کا نام لیا ہو۔

4) جانور کے گلے کی چار رگوں میں سے کم سے کم تین کٹی ہوں.

5) بسم اللہ اور ذبح کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ نہ ہو.

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "احکام الذبائح" مصنفہ "حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم العالی")

لہذا جن مرغیوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ معلوم ہو کہ یہ ان شرائط کے مطابق ذبح کی گئی ہیں تو ان کا کھانا جائز ہے، اور جن کے بارے میں صراحت سے معلوم ہو کہ مذکورہ شرائط کی خلاف ورزی کی گئی ہے تو ان کا کھانا جائز نہیں.

البتہ اگر کوئی گوشت مسلمانوں کی طرف سے حلال سرٹیفکیٹ کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہو اور یہ تفصیل معلوم نہ ہو کہ جس فارم میں وہ ذبح کیا گیا ہے اس میں شرعی شرائط پوری ہوئی ہیں یا نہیں، تو چونکہ بکثرت غیر مسلم ممالک سے ایسا گوشت درآمد ہوتا ہے اور بہت سی مثالیں ایسی سامنے آئی ہیں جن میں غیر ذمہ دارانہ طور پر حلال کے سرٹیفکیٹ جاری کر دیئے گئے ہیں، اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ایسی مرغی کے گوشت سے پرہیز کیا جائے، لیکن ایسی صورت میں حاجت کے وقت خریدار کو اسکے کھانے میں معذور قرار دینے کی گنجائش ہے.

جسکی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

1. مسلمان ملک میں حلال کہہ کر گوشت بیچا یا کھلایا جارہا ہو تو اس میں اصل یہ ہے کہ وہ حلال ہو، اور عام حالات میں یہ تحقیق ضروری نہیں ہے کہ وہ کہاں ذبح ہوا؟ اور کس نے کس طرح ذبح کیا؟ جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم فلياكل من طعامه ولا يسأل.

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی مسلمان کے پاس جاؤ تو اس کے پاس جو کھانا ہو اس کو کھالو اور اس سے سوال نہ کرو (کہ یہ کہاں سے آیا یا کیسے آیا)

ملا علی قاری صاحب مرقاۃ شرح مشکوۃ (10/167) میں لکھتے ہیں:

ولایسال فانه قد يتاذى بالسؤال و ذلک إذا لم يعلم فسقه.

2. مسلمان کی خبر دیانات میں معتبر ہوتی ہے.

(فتاوی ھندیۃ:5/308)

خبرالواحد يعتبر فى الديانات كالحل و الحرمة والطهارة والنجاسة إذا كان مسلما

مذکورہ بالا اصولوں کا تقاضہ یہی ہے کہ مسلم ممالک میں حلال کہہ کر فروخت کیا جانے والا گوشت حلال ہے.

البتہ چونکہ مشرقِ وسطی کے ممالک میں یہ شبہ رہتا ہے کہ شائد شرعی شرائط پورے نہ کئے گئے ہوں لہٰذا گوشت حلال نہیں ہونا چاہیے لیکن درحقیقت یہ شبہ الشبہ ہے اور اس کی بنیاد پر اصل قاعدے کو ترک نہیں کیا جاسکتا.

لہٰذا مسلمان ممالک میں مسلمان کے فروخت کردہ گوشت کو حلال سمجھا جائیگا تاہم پوری صورتحال واضح ہونے تک کوئی اپنے طور پر اجتناب کرنا چاہے تو بہتر ہے.

(ملخص فتوے دارالعلوم کراچی .کتبہ: محمد سالم 2 مئی 2015)

اس فتوے پر دارالعلوم کے تمام اکابر کے دستخط بھی موجود ہیں.

- **مفتی محمود اشرف صاحب نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے:**

● اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اس اسلامی ملک کی حکومت نے اپنے ملک میں حرام چیز لانے پر پابندی لگائی ہے اور اس کیلئے ایک ادارہ بھی قائم کررکھا ہے اور اس ملک کے اکثر علماء اس کو حلال سمجھ کر استعمال کرتے ہیں تو یہ شبہ اور بھی کمزور ہوجائیگا.

برازیل اور دیگر غیر مسلم ممالک سے درآمد شدہ گوشت کے متعلق عرب علماء کی تحقیق:

● برازیل میں موجود ایک عرب عالم کی تحقیق

{الإخوة الكرام تحية طيبة}

أنا أعيش في البرازيل ولهذا من عنده إستفسار عن شئ ما بخصوص اللحوم فأنا موجود إن شاء الله..

انہوں نے تفصیل بتائی کہ برازیل میں دو طرح کے سلاٹر ہاؤس (مذبح خانے) ہیں:

- غیر مسلموں کے.
- مسلمانوں کے.

غیر مسلم تو جانور کو مردار کر دیتے ہیں، کبھی کرنٹ کے ذریعے کبھی دیگر ذرائع سے، لہذا اس گوشت کی حرمت میں کوئی شک نہیں.

- عاطف جميل الفلسطيني (حفظه الله من الفتن)

الدولة: البرازيل.

المشاركات: 1,076

رد: مهم (للإخوة من البرازيل ومن لديه علم بالأمر) سؤال عن اللحوم المستوردة...

بارك الله فيكم في الأمر تفصيل بين لحوم الأنعام ولحوم الدواجن وكذلك من جهة الذابح :

١. بالنسبة للمذابح البرازيلية هنا -مذابح النصارى- أغلب الظن أنهم يقومون بقتل الأبقار بالطرق التي يعرفها اهل الاختصاص وهذا لا شک فی حرمته وهو باعتراف القوم أنفسهم بهذه الطرق وهدفهم هو تسريع الإنتاج و زياده الربح.

٢. وبالنسبة للحوم الدواجن هنا في مذابح النصارى فيها تفصيل:

فهناك من يصعقها الصعق الكهربائي المميت وهذا لا شك في حرمته.

■ مسلمانوں کے مذبح خانے

مسلمانوں کے ایسے مذبح خانے موجود ہیں کہ جن پر باقاعدہ اعتماد بھی کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعتوں نے ان سے اس معاملے میں باقاعدہ چھان بین بھی کی ہے.

ومذابح المسلمين هنا فيها تفصيل فهناك مذابح معروفة وموثوقة من قبل المندوبين الذي زاروا هذه المذابح ودرسوا الأمر بالسؤال والتحري، ولهذا ليس كل اللحوم المستودرة تأتي من جهة واحدة بل من عدة جهات ولا يمكن تعمييم الأمر على اللحوم كلها.....

البتہ مسلمانوں کے ہاں ذبح کا طریقہ مختلف ہوتا ہے بعض لوگ پہلے ہلکا کرنٹ دے کر بیہوشی کی کیفیت تک پہنچا دیتے ہیں اور بعض لوگ بغیر بے ہوشی کے براہ راست ذبح کرتے ہیں.

اور ذبح میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ ضرور پڑھی جائے.

أما بالنسبة لمذابح المسلمين فهو نفس طريقة الذبح عند النصارى يعني يقومون بصعقها صعقا خفيفا ثم يذكونها الذكاة الشرعية ويسمون قبل ذلك وهناك من المذابح من لا يستعمل الصعق مطلقا ويكتفي بمطلق القطع.

وحدثني من أثق به وهو باكستاني يعمل في مذابح الدجاج قال: ان المسؤوليين يراقبون شفاه الذباحين عند الذبح لكي يتأكدوا من تسميتهم على الذبيحة.

▪ سعودی مجلس کبار العلماء کا فتوی

شیخ ابن العثیمین سے جب اس گوشت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مسئلہ جب ہمارے سامنے آیا تو وزیر تجارت اور وزارت مالیات کے افراد کو مجلس کبار علماء کے سامنے بلایا گیا اور ان سے اس معاملے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

- كل ما يرد الى المملكة فانه مذبوح على الطريقة الاسلامية

کہ جتنا بھی گوشت سعودی مملکت میں لایا جاتا ہے وہ سب کا سب اسلامی طریقے سے ذبح شدہ ہوتا ہے، اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ ان اداروں کی تصدیق کے بعد اب یہ ساری ذمہ داری ان لوگوں کی بنتی ہے اور یہاں مملکت میں موجود ہر قسم کا گوشت حلال ہے.

فنقول: الحمد لله أنا أخبركم هذه القضية عرضت على مجلس كبار العلماء، ودعي إلى المجلس المسئولون في الدولة من وزير التجارة وعضو وزير المالية وسئلوا سؤالات من أكابر العلماء في المملكة، وقالوا: كل ما يرد إلى المملكة فإنه مذبوح على الطريقة الإسلامية؛ والحمد لله نحن على ذمة هؤلاء.

إذاً.. عليه أن يأكل حتى لو قال: برازيلي أو إنجليزي أو أمريكي...

المهم ما دام هؤلاء المسئولون عندنا فهم مسئولون عن الأمة كلها.

السائل: هناك من يقول: إنه لا يجوز أكل اللحوم المستوردة.

الشيخ: على كل حال إذا قالوا: لا يجوز، قل له: ائت به وأنا آكله، وانتهى الموضوع.

وبعد البحث عن كلام الشيخ ابن العثيمين أضعه أمامك.....

■ ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا

وقد جرى البحث في مجلس هيئة كبار العلماء، ودعوا وكلاء وزارة التجارة، وقالوا: إننا لا يمكن أن نأذن لشيء يرد إلا ونحن مطمئنون إلى أنه مذبوح ذبحاً شرعياً، ولنا وكلاء هناك، لكننا لا نقول: إن جميع المصانع أو مذابح أولئك القوم كلها على الطريقة الإسلامية، لكن ما يرد إلى المملكة فإنه محتاط له، هكذا قالوا لنا، وبناء على ذلك يكون حلالاً

وكذلك الدجاج الوطني الذي يذبح هنا أيضاً لا شك في حلته.

ان کی اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس کبار علماء نے وزارت تجارت کے لوگوں کو بلا کر ان سے اس گوشت کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک ہم مطمئن نہیں ہوتے اس وقت تک ہم کسی کو اپنے ملک میں گوشت لانے کی اجازت نہیں دیتے، اور وہاں پر باقاعدہ ہمارے لوگ موجود ہوتے ہیں جو اس گوشت کے حلال ہونے کا اطمینان کرتے ہیں کہ سعودیہ میں کوئی حرام گوشت نہ آئے۔

■ کیا ہمیں ہوٹلوں میں جاکر حلال حرام کے بارے میں پوچھنا چاہیئے؟

شیخ ابن العثیمین سے جب یہ سوال کیا گیا کہ بعض احباب اس طرح کے سوالات کرتے ہیں تو انہوں نے شدت سے اس بات کو منع فرمایا اور اس کو خلاف سنت قرار دیا۔

- السؤال: ما حكم فعل بعض الإخوان عندما يذهبون إلى المطاعم ويسألون عن الدجاج الموجودة عندهم ويلحون عليهم ويقولون: هذا من باب الورع كي لا يقعون في الشبهة؟

الجواب: أقول: إن هذا ليس من الورع، الورع اتباع السنة، ليس الورع أن الإنسان يتعنت ويتعمق ويتنطع بل هذا من الهلاك، كما قال النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم: (هلك المتنطعون) ثلاث مرات.....

(تمام تفاصیل اس لنک میں موجود ہیں)

http://www.ahlalhdeeth.com/vb/archive/index.php/t-128765.html

ذاتی تحقیق:

2015 میں حج کے موقعہ پر حرم مکی اور حرم مدنی کے مفتیان کرام سے اس سلسلے میں تفصیلی مکالمہ ہوا اور ان حضرات نے اس گوشت کے بارے میں اپنے اطمینان کا اظہار کیا. اسی طرح مکہ میں مقیم پاکستانی انجینئر عبد المنان صاحب نے بھی اس سلسلے میں اپنی تگ ودو کو ذکر کرکے وہاں کی مقرر کردہ اتھارٹی پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے گوشت کو حلال ہی قرار دینے کی تائید کی.

جدہ ایئرپورٹ پر حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب سے ملاقات:

حضرت سے ملاقات میں یہ عرض کیا کہ حضرت اس گوشت کی حرمت کا قول آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے.
تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے کبھی بھی اسکو حرام نہیں کہا، البتہ احتیاط کا قول کہتا ہوں.

خلاصہ کلام

سعودی عرب ایک اسلامی ملک ہے اور وہاں کے ادارے اور علماء اس گوشت کے بارے میں مطمئن ہیں، لہذا وہاں پر موجود گوشت جو کہ حلال کہہ کر فروخت ہوتا ہو اس کا کھانا حلال اور جائز ہے، البتہ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر اس گوشت سے اجتناب کرنا چاہے تو بہتر ہے، لیکن عمومی طور پر اسکو حرام یا مشتبہ گوشت نہ کہا جائے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 30

تین محبوب چیزیں

- **ایک دن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمھاری دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں:**
  1. خوشبو.
  2. نیک عورت.
  3. میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے.

- **حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**
  1. نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا.
  2. اپنا مال آپ علیہ السلام کے ارشادات پر خرچ کرنا.
  3. میری بیٹی حرم نبوی میں رہے.

- **حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**
  1. نیک کام کا حکم کرنا.
  2. برائی سے روکنا.
  3. اللہ تعالی کی حدود کو قائم کرنا.

- **حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**
  1. ننگوں کو کپڑا پہنانا.
  2. بھوکوں کو کھانا کھلانا.
  3. قرآن کریم کی تلاوت کرنا.

- **حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. گرمی کے موسم میں روزے رکھنا.
2. مہمان کی خدمت کرنا.
3. جہاد میں تلوار چلانا.

- **حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونا.
2. اللہ تعالی کے پیغام انکو پہنچانا.
3. اللہ کی حمد و ثناء کرنا.

- **اللہ تعالی نے فرمایا: مجھے بھی اپنے بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. شکر گذار دل.
2. ذکر کرنے والی زبان.
3. تکلیف کی حالت میں صبر کرنے والا بدن.

- **امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. اللہ تعالی کی کتاب کی تلاوت.
2. رسول اللہ ﷺ کی سنت سے رہنمائی.
3. غیر اللہ سے کنارہ کشی.

- **امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. مدینہ منورہ میں ہمیشہ قیام.
2. روضہ رسول ﷺ کا قرب.
3. حدیث رسول ﷺ سے محبت.

- **امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. اللہ تعالی کی راہ میں ہجرت کرنا.
2. اللہ تعالی کے نام پر خرچ کرنا.
3. اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنا.

- **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. کسی کو دینا اللہ تعالی کے لئے.
2. کسی کو نہ دینا اللہ تعالی کے لئے.
3. محبت کرنا بھی اللہ تعالی کے لئے.

- **مولانا عبداللہ درخواستی نے فرمایا: مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں:**

1. اللہ تعالی پر بھروسہ.
2. اللہ کے ذکر کا شغل.
3. سرور دوعالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی بستی میں موت.

الجواب باسمہ تعالی

اس روایت کا ابتدائی حصہ

"حبب الى من دنياكم الطيب والنساء وجعلت قرة عينى فى الصلاة"

یہ صحیح روایات سے ثابت ہے.

قول النبي صلى الله عليه وسلم:

حبب إلي من دنياكم الطيب، والنساء، وجعلت قرة عيني في الصلاة)

أخرجه الإمام أحمد (128/3 رقم 12315)

والنسائي (61/7 رقم 3939)

وابن سعد (398/1)

وأبو يعلى (237/6 رقم 3530)

والحاكم (174/2 رقم 2676)

جبکہ بقیہ تمام روایت کسی بھی مستند کتاب سے ثابت نہیں بلکہ جس قدر کتابوں نے اس روایت کو نقل کیا ان تمام کتابوں میں یہ روایت بغیر سند کے ہی منقول ہے بلکہ اکثر نقل کرنے والوں نے اس روایت کو من گھڑت اور باطل قرار دیا ہے.

- **روایت کی تحقیق**

أولاً: جاء في المواهب اللدنية للقسطلاني رحمه الله: "روي أنّه صلى الله عليه وسلم لمّا قال: (حبِّب إليّ من دنياكم النساء والطيب وجعلت قرّة عيني في الصلاة) قال أبو بكر: وأنا يا رسول الله حبِّب إليّ من الدنيا: النظر إلى وجهك، وجمع المال للإنفاق عليك، والتوسل بقرابتك إليك. وقال عمر: وأنا يا رسول الله حبّب إليّ من الدنيا: الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والقيام بأمر الله. وقال عثمان: وأنا يا رسول الله حبّب إليّ من الدنيا إشباع الجائع وإرواء الظمآن وكسوة العاري. وقال علي بن أبي طالب: وأنا يا رسول الله حبّب إليّ من الدنيا: الصوم في الصيف، وإقراء الضيف، والضرب بين يديك بالسيف.

قال الطبري: خرّجه الجَنَدي. كذا قال والعهدة عليه... اهـ

(المواهب اللدنية: 2/ 478)

هكذا أوردها القسطلاني وبيّن قول محبّ الدين الطبري في تخريجها.

- وقال العلامة الزرقاني في شرحه للمواهب بعد أن ذكر أن هذا المروي مما لا يصح: "وزاد بعضهم فيه: فنزل جبريل، فقال: وأنا حبّب إليّ من الدنيا ثلاث، النزول على النبيّين، وتبليغ الرسالة للمرسلين، والحمد لله رب العالمين، أي الثناء على الله، ثم عرج ثم رجع فقال: يقول الله: وهو حبِّب إليه من عباده ثلاث: لسان ذاكر، وقلب شاكر، وجسم على بلائه صابر، وفي لفظ: وإذا النداء من قبل الله: إنَّ الله يحب من دنياكم ثلاثا، فذكرها."

ومما حكي في هذه الرواية مما يجعلها أقرب إلى موضوعات القصاص ما حكي من أن أباحنيفة ومالكا والشافعي وأحمد لما وقف كل منهم على ذلك، قال: وأنا حبب إلي من دنياكم كذا وكذا ... إلخ.

- وقد ساقها القسطلاني بصيغة التضعيف، وجعل عهدتها على الجَنَدي، كالمتبريء منها، وقد نفى العلامة الزرقاني صحة هذه الرواية بصريح العبارة، فقد قال: "روي مما لا يصح."

ثانياً: أدرج في الرواية المذكورة حديث صحيح، وهو قول النبي صلى الله عليه وسلم: (حبِّب إليّ من دنياكم النساء والطيب وجعلت قرّة عيني في الصلاة)، لكن ليس في رواياته الثابتة كلمة (ثلاث) وإن تناقلها بعض الفقهاء وحاول آخرون تأويلها لتتوافق مع الحديث، فالنبي صلى الله عليه وسلم ذكر اثنتين من أمور الدنيا لا ثلاثا.

روایت کی تحقیق

1. أن هذه الرواية المذكورة بالسياق المسؤول عنه، ليست ثابتة عند أهل العلم، مع ما في متنها من النكارة، وما في سياقها من مشابهة لأحاديث القصاص الباطلة، والله تعالى أعلم.
2. هذا الحديث لا إسناد له. وقد أشار إليه صاحب ((الرياض النضرة)) الطبري -وهو غير الطبري الإمام المعروف، ذاك متقدم، وهذا متأخر- (265/1) وقال: خرّجه الخجندي. وأشار إليه العجلوني في ((كشف الخفاء)) (407/1) وقال: "قال الطبري خرجه الخجندي والعهدة عليه."
قلت: وهذا الحديث يشبه الموضوعات.
3. .قيل إنه صلى الله عليه وسلم لما ذكر هذا الحديث قال أبو بكر: وأنا يا رسول الله حبب إلي من الدنيا ثلاث النظر إليك وإنفاق مالي عليك والجهاد بين يديك. وقال عمر: وأنا حبب إلي من الدنيا ثلاث: الأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، وإقامة حدود الله. وقال عثمان وأنا حبب إلي من الدنيا ثلاث: إطعام الطعام، وإفشاء السلام، والصلاة بالليل والناس نيام. وقال علي ابن أبي طالب: وأنا حبب إلي من الدنيا ثلاث: إكرام الضيف والصوم في الصيف والضرب بالسيف، فنزل جبريل عليه السلام وقال: وأنا حبب إلي من الدنيا ثلاث إغاثة المضطرين، وإرشاد المضلين، والمؤانسة بكلام رب العالمين؛ ونزل ميكائيل فقال: وأنا حبب إلي من الدنيا ثلاث: شاب تائب، وقلب خاشع، وعين باكية انتهت، وفي كلام بعضهم أن أبا حنيفة لما وقف على ذلك قال: وأنا حبب

إلي من دنياكم ثلاث ترك الترفع والتعالي، وقلب من حبين خالي، والتهجد بالعلم في طول الليالي؛ وأن مالكا لما وقف عليه أيضا قال: وأنا حبب إلي من دنياكم ثلاث: مجاورة تربة سيد المرسلين، وإحياء علوم الدين، والاقتداء بالخلفاء الراشدين. وأن الشافعي رضي الله عنه لما وقف عليه أيضا قال: وأنا حبب إلي من دنياكم ثلاث: ترك التكلف، وعشرة الخلق بالتلطف، والاقتداء بطريق أهل التصوف. وأن أحمد لما وقف عليه قال: وأنا حبب إلي من دنياكم ثلاث عطاء من غير منة، ونفس مطمئنة، والاتباع للسنة))

وهذا باطل

4. كلها لا تصح، وهي مركبة من بعض الواضعين الكذابين باستثناء هذه الرواية "حبب إلي من دنياكم النساء، والطيب، وجعلت قرة عيني في الصلاة" فهي رواية صحيحة، لكن بعض الوضاعين ركبها على هذا الحديث الساقط.
5. بحثنا في كتب السنة التي بين أيدينا فلم نجد هذه القصة التي ذكرتها، ولا نعرف منها إلا قول النبي صلى الله عليه وسلم:

"حبب إلي من دنياكم الطيب، والنساء، وجعلت قرة عيني في الصلاة"

أخرجه الإمام أحمد (128/3 رقم 12315)

والنسائي (61/7 ، رقم 3939)

وابن سعد (398/1)

وأبو يعلى (237/6 رقم 3530)

والحاكم (174/2 رقم 2676)

خلاصہ کلام

یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ غیر معتبر سند سے وارد ہے لہذا اس کو موضوع روایت ہی کہا جائیگا.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 31

شق صدر کا واقعہ

واقعہ معراج کے بارے میں چند سوالات:

(1) معراج کس لئے کرائی گئی اور اس وقت آپ ﷺ کہاں آرام فرمارہے تھے؟

(2) آپ ﷺ کا سینہ مبارک کتنی مرتبہ اور کہاں کہاں سے چاک کیا گیا اور کیوں؟

(3) آپ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالی نے کیا کیا تحفے دیئے؟

الجواب باسمہ تعالی

معراج آپ ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہے.

معراج کی وجوہات

معجزہ معراج کی وجوہات کو خود قرآن کریم نے ذکر کیاہے: {لنريه من آياتنا} تاکہ ہم اپنے نبی کو اپنی قدرت کے مظاہر دکھائیں.

ان ہی مظاہر میں سے مکہ سے بیت المقدس کا سفر اور وہاں سے آسمانوں کا سفر، جنت جہنم کا مشاہدہ وغیرہ وغیرہ.

آپ ﷺ اسوقت کہاں تھے

اس کے بارے میں مختلف روایات کتب حدیث میں ملتی ہیں جن کے درمیان تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام شعب ابی طالب میں ام ہانی کے گھرپر تشریف فرماتھے، وہاں سے آپ کو حطیم لایا گیا اور وہاں سے معراج کا سفر شروع ہوا.

- **الأحاديث الواردة في الإسراء والمعراج وردت في الظاهر متعارضة، لكن نجمع بينها فيزول التعارض:**
  - ورد أنه أسري به من بيت بنت عمه فاخِتة أم هانئ بنت أبي طالب .
  - وورد أنه أسري به من شعب أبي طالب.
  - وورد أنه أسري به من بيته ففرج سقف بيته ونزل الملكان وأخذاه.

- وورد أنه أسري به من الحجر من الحطيم وهو حجر إسماعيل.

قال الحافظ ابن حجر: لا تعارض بينها، فكان نبينا عليه الصلاة والسلام نائما في بيت بنت عمه أبي طالب فاخِتة أم هانئ، وبيتها كان في شعب أبي طالب، وأضيف إليه سقف بيته فرج لأجل سكناه فيه؛ لأنه يسكن فيه وإن كان لا يتملكه كما تقول: فتح علي باب حجرتي وأنت في الفندق فأضيفت إليه الحجرة تملكاً في السكن لسكنه فيها؛ وكذا أضيف البيت للنبي صلى الله عليه وسلم لسكناه فيه، ثم بعد أن أخرج من بيت أم هانئ في شعب أبي طالب؛ وقيل له بيته لأنه يسكنه أُخذ عليه صلوات الله وسلامه إلى الحجر ولا زال فيه أثر النعاس وأُرْجِعَ فيه، ثم بعد ذلك هيأ من ذلك المكان وأخرج من باب المسجد الحرام إلى رحلة الإسراء والمعراج فحصلت جميع هذه الأمور من بيت أم هانئ في شعب أبي طالب؛ وهذا بيته وأُخذ إلى الحِجْر وأُسري به من حِجْر إسماعيل وهو الحطيم.

شق صدر کا واقعہ کتنی بار پیش آیا:

آپ ﷺ کے سینے مبارک کو چاک کرکے آپ کے دل کو دھویا گیا. یہ واقعہ روایات کے تناظر میں چار مرتبہ ہوا ہے. جب عمر مبارک دو سال کچھ ماہ تھی.

1. جب عمر مبارک دس سال کچھ ماہ تھی.
2. نبوت ملنے سے کچھ پہلے.
3. واقعہ معراج پر جانے سے قبل حطیم میں.

- **شق صدر النبي عليه الصلاة والسلام وقع أربع مرات.**

١. مرة عند حليمة عندما كان عمره سنتان وثلاثة أشهر.

٢. مرة عندما كان عمره عشر سنين.

٣. مرة عندما كان في غار حراء وجاءه جبريل في أول نزوله عليه.

٤. مرة في حادث الإسراء والمعراج.

دو سال کی عمر میں شق صدر

اس روایت کو صحیح مسلم نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت اپنی رضاعی والدہ کے ہاں مقیم تھے.

حدثنا شيبان بن فروخ حدثنا حماد بن سلمة حدثنا ثابت البناني عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتاه جبريل صلى الله عليه وسلم وهو يلعب مع الغلمان، فأخذه فصرعه فشق عن قلبه فاستخرج القلب فاستخرج منه علقة، فقال هذا حظ الشيطان منك ثم غسله في طست من ذهب بماء زمزم ثم لأمه، ثم أعاده في مكانه وجاء الغلمان يسعون إلى أمه يعني ظئره فقالوا: إن محمدا قد قتل، فاستقبلوه وهو منتقع اللون، قال أنس: وقد كنت أرى أثر ذلك المخيط في صدره.

- صحيح مسلم: ج1/ص147 ح162
- صحيح ابن حبان: ج14/ص249 ح6336
- صحيح ابن حبان: ج14/ص242 ح6334
- مسند أحمد: ج3/ص288 ح14101
- المستدرك على الصحيحين: ج2/ص575 ح3949
- مسند أبي يعلى: ج6/ص224 ح3507
- مسند أبي يعلى: ج6/ص108 ح3374
- مسند أحمد: ج3/ص149 ح12528
- مصنف ابن أبي شيبة: ج7/ص330 ح36557
- مسند عبد بن حميد: ج1/ص:390، ح1308

دس سال کی عمر میں شق صدر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے پہلے امور نبوت میں سے کیا امر ظاہر ہوا؟

● آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دس سال کی عمر میں صحراء میں تھا کہ میں نے اوپر کی جانب سے ایک آواز سنی، جب میں نے اوپر دیکھا تو دو لوگ تھے۔۔۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے شق صدر کا واقعہ بیان فرمایا:

أنَّ أبا هريرَةَ كان حَرِيصًا على أنْ يسأَلَ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم عن أشياءَ لَا يسْأَلُهُ عنها غيرُهُ فقال يا رسولَ اللهِ ما أوَّلُ ما رأيتَ من أمرِ النبوةِ فاستوى رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم جالسًا وقال لقدْ سأَلْتُ أبا هريرَةَ إنّي لَفِي صَحْرَاءَ ابنُ عَشرِ سِنِينَ وَأَشهُرٍ وإذا بكلامٍ فوقَ رأْسِي وإذا برجلٍ يقولُ لرجلٍ أهوَ هوَ؟ قال نعمْ. فاستقْبَلاني بوجوهٍ لمْ أرَها لخلْقٍ قطُّ وأرواحٍ لم أجدْها مِنْ خَلْقٍ قَطُّ وثيابٍ لم أرَها علَى أحَدٍ قَطُّ فأقبَلَا إلَيَّ يَمْشِيانِ حتى أخذَ كُلُّ واحدٍ منهما بعضدُي لا أجِدُ لأخذِهِما مسًّا فقال أحدُهما لصاحبِه أضجَعَهُ فأضجَعَانِي بلا قَصْرٍ ولا هَصْرٍ فقالَ أحدُهما لصاحبِهِ افْلَقْ صدْرَهُ فهَوَى أحدُهما إلى صدْرِي فَفَلَقَها فيما أرى بلا دَمٍ ولَا وجَعٍ فقال له أخرجِ الغِلَّ والحسَدَ فأخرجَ شيئًا كهيئَةِ العلَقَةِ ثم نبذَها فطَرَحَها فقال له أدخِلِ الرحْمَةَ والرأْفَةَ فإذا مثْلُ الذي أخرجَ شبيهُ الفضةِ ثم هَزَّ إبهامَ رجْلِي اليُمْنَى فقالَ اغْدُ واسْلَمْ فرجِعْتُ بها أغدو بها رِقَّةَ على الصغيرِ ورحمةً علَى الكبيرِ.

-الراوي: أبي بن كعب.

-المحدث: الهيثمي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 225/8

-خلاصة حكم المحدث: رجاله ثقات وثقهم ابن حبان.

-الراوي: أبي بن كعب.

-المحدث: البوصيري.

-المصدر: إتحاف الخيرة المهرة.

-الصفحة أو الرقم: 15/7

-خلاصة حكم المحدث: حسن.

نبوت کے وقت شق صدر

آپ ﷺ غار حرا میں عبادت کی غرض سے تشریف لے جاتے تھے اور وہیں پر آپ ﷺ نے سلام کے الفاظ سنے تو آپ ﷺ کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ جنات کی آواز ہے، لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ سلام تو خیر کیلئے ہوتا ہے۔

اگلی مرتبہ آپ ﷺ نے جبرئیل ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں تیسری مرتبہ فرشتوں کی آمد ہوئی اور شق صدر کا واقعہ ہوا.

عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله ﷺ نذر ان يعتكف شهرا هو وخديجة بحراء فوافق ذلك شهر رمضان، فخرج النبى ﷺ ذات ليلة، فسمع السلام عليك فظننتها فجاءة الجن، فجئت مسرعا حتى دخلت على خديجة سجتنى ثوبا وقالت: ما شانك يا ابن عبدالله؟ فقلت: سمعت السلام عليك فظننتها فجاءة الجن، فقالت: ابشر يا ابن عبدالله فان السلام خير، قال: ثم خرجت مرة اخرى فاذا بجبرئيل على الشمس جناح له بالمشرق وجناح له بالمغرب، قال فهبت منه فجئت مسرعا فاذا هو بينى وبين الباب فكلمنى حتى انست به ثم وعدنى موعدا، فجئت له فابطا على فاردت ان ارجع فاذا انا به وميكائيل قد سد الافق فهبط جبرئيل وبقى ميكائيل بين السماء والارض، فاخذنى جبرئيل فاستلقانى لحلاوة القفاء ثم شق عن قلبى فاستخرجه ثم استخرج منه ماشاء الله ان يخرج، ثم غسله بطست من ذهب بماء زمزم ثم اعاده بمكانه ثم لأمه ثم اكفانى كما يكفا الاديم ثم ختم فى ظهري حتى وجدت مس الخاتم فى قلبى،

وهذا الحديث فيه مقال ظاهر، لان الحارث وشيخه ضعيفان، لكن رواه الطيالسى (ص: ٢١٦) عن حماد بن سلمة عن ابى عمران الجونى عن رجل عن عائشة رضى الله عنها، وله شاهد من حديث ابى ذر...

اخرجه الدارمى (ص: ٦) الى قوله "من كفة الميزان."

وابن جرير الطبرى فى تاريخه (٢٠٩/٤)

والبزار فى مسنده.

والعقيلى فى الضعفاء (اسناده فى "الميزان" فى ترجمة جعفر بن عبدالله.)

وابونعيم (ص: ٧١، ص: ١٧٦ جديد)

يا أبا ذرٍّ! أتاني ملَكانِ و أنا ببعضِ بَطْحَاءَ مكةَ، فوقع أحدُهما على الأرضِ و كان الآخَرُ بين السماءِ و الأرضِ، فقال أحدُهما لصاحبِه: أهُوَ هو؟ قال: نعم، قال: فَزِنْه برجلٍ فوُزِنتُ به، فوزَنتُه، ثم قال: فزِنْه بعشرةٍ، فوُزِنتُ بهم، فرجَحتُهم، ثم قال: زِنْه بمائةٍ فوُزِنتُ بهم، فرجَحتُهم، ثم قال: زِنْه بألفٍ فوُزِنتُ بهم، فرجحتُهم كأني أنظرُ إليهم ينتَثِرون عليَّ من خِفَّةِ الميزانِ، قال: فقال أحدُهما لصاحبِه: لو وَزَنتَه بأُمَّةٍ لرجَحها.

-الراوي: أبو ذر الغفاري.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: السلسلة الصحيحة.

-الصفحة أو الرقم: 2529

-خلاصة حكم المحدث: إسناده جيد، رجاله ثقات.

معراج کے موقعہ پر شق صدر

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گھر سے حطیم لایا گیا اور وہاں پر آپ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے زم زم کے پانی سے دھویا گیا۔

بينا أنا عند البيتِ بين النائمِ واليقظانِ -وذكر: يعني رجلاً بين الرجلين- فأُتيتُ بطستٍ من ذهبٍ، مُلِئَ حكمةً وإيمانًا، فشُقَّ من النحرِ إلى مَراقِّ البطنِ، ثم غُسِلَ البطنُ بماءِ زمزمَ، ثم مُلِئَ حكمةً وإيمانًا، وأُتيتُ بدابَّةٍ أبيضَ دون البغلِ وفوقَ الحمارِ: البُراقُ.

-الراوي: مالك بن صعصعة الأنصاري.

-المحدث: البخاري.

-المصدر: صحيح البخاري.

-الصفحة أو الرقم: 3207

-خلاصة حكم المحدث: صحيح.

معراج کے تحفے

معراج کے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تین تحفے دیئے گئے:

۱. پانچ نمازیں.

۲. سورہ بقرہ کی آخری آیتیں.

۳. اس بات کا وعدہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہیں کریگا اس کی مغفرت کی جائیگی.

لما أسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى به إلى سدرة المنتهى وهي في السماء السابعة إليها ينتهي ما يعرج به من الأرض فيقبض منها، وإليها ينتهي ما يهبط به من فوقها فيقبض منها، {إذ يغشى السدرة ما يغشى} قال: فراش من ذهب، قال: فأعطى

رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثا: الصلوات الخمس، وخواتيم سورة البقرة، وغفر لمن لا يشرك بالله شيئا من أمته المقحمات.

-الراوي: عبدالله بن مسعود.

-المحدث: أبو نعيم.

-المصدر: حلية الأولياء.

-الصفحة أو الرقم: 28/5

-خلاصة حكم المحدث: صحيح متفق عليه [أي:بين العلماء] من حديث طلحة.

خلاصہ کلام

آپ ﷺ کے شق صدر کے متعلق جو روایات ہیں ان میں سے بچپن یعنی دو سال کی عمر میں شق صدر کا واقعہ اور معراج کے موقع پر شق صدر کا واقعہ تو صحیحین کی روایات سے ثابت ہے، البتہ بقیہ دو مواقع کی روایات میں علماء کا کلام اور اقوال موجود ہیں. بعض نے دس سال کی عمر کے واقعہ کو وہم قرار دیا ہے اور بعض نے اس کو خواب پر محمول کیا ہے.

لیکن ہمارے علم کے مطابق یہ چاروں واقعات سند کے اعتبار سے اس قابل ہیں کہ ان کو ثابت مانا جائے.

شق صدر کی حکمت:

چاروں واقعات میں آپ ﷺ کے سینے مبارک کو چاک کرکے دل کو نکال کر دھویا گیا ہے. علماء فرماتے ہیں کہ اسکی حکمت یہ تھی کہ بچپن میں کھیل کود کے شیطانی شغف کو نکالا گیا، جبکہ دس سال کی عمر میں دل کو دھو کر جوانی میں شیطانی وسوسوں کا راستہ روکا گیا. پھر وحی سے قبل دل کو اس عظیم بوجھ کیلئے تیار کیا گیا اور معراج کے موقع پر ہونے والے مشاہدات کے تحمل کیلئے دل کو صاف کیا گیا.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 32

خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنا

سوال: ہمارے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے، اس پہلی نظر سے کیا مراد ہے اور کیا یہ روایت صحیح ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب

واضح رہے کہ خانہ کعبہ کے قریب دعا مانگنے کے بارے میں تین طرح کی روایات منقول ہیں:

1. خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دعا مانگنا.
2. مطلقا خانہ کعبہ کو دیکھنا.
3. خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگنا.

1) پہلی نظر کی دعا

اسکے متعلق تو صراحتا ایسی کوئی روایت منقول نہیں جس میں پہلی نظر کی دعا کا ذکر ہو البتہ مطلقا خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا کرنے کی روایات موجود ہیں لیکن یہ جتنی روایات منقول ہیں وہ تمام روایات سند کے اعتبار سے بہت کمزور ہیں.

- عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تفتح أبواب السماء ويستجاب الدعاء في أربعة مواطن: .....وعند رؤية الكعبة."
  -رواه الطبراني في المعجم الكبير (201-199/8)
  -والبيهقي في السنن الكبرى (360/3)، ومعرفة السنن والآثار (187-186/5)
  كلاهما من طريق الوليد بن مسلم.
- حدثنا عفير بن معدان عن سليم بن عامر عن أبي أمامة...
  وفي الإسناد (عفير بن معدان الحمصي المؤذن)
  قال فيه الإمام احمد: ضعيف منكر الحديث.

وقال ابن معين: ليس بثقة.
وقال البخاري: منكر الحديث.
وقال أبو زرعة الرازي: منكر جداً.
وقال أبو حاتم: ضعيف الحديث، يكثر الراوية عن سليم بن عامر عن أبي أمامة عن النبي صلى الله عليه وسلم بالمناكير ما لا اصل له، لا يش عفير بن معدان تغل بروايته.
-التاريخ الصغير: 161/2
-سؤالات البرذعي لأبي زرعة 372/2
-الجرح والتعديل: 36/7
-تهذيب الكمال: 20/176-179
-ميزان الاعتدال 83/3.
وقال الهيثمي في مجمع الزوائد (155/10): [وفيه عفير بن معدان، مجمع على ضعفه.}
وقال ابن حجر في نتائج الأفكار(393/1): [هذا حديث غريب}
وقال المحدث الألباني في ضعيف الجامع(رقم2465): [ضعيف جداً.}

2) بیت اللہ کو دیکھنا

بیت اللہ کو دیکھنا عبادت ہے. اس کے بارے میں بھی روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مجموعی اعتبار سے اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ بیت للہ کو دیکھنا عبادت ہے اور دوران عبادت یا عبادت کے بعد دعا کی قبولیت ہوتی ہے.

- وقال ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعا:

"إن الله ينزل على أهل هذا المسجد -مسجد مكة- في كل يوم عشرين ومائة رحمة: ستين للطائفين، وأربعين للمصلين، وعشرين للناظرين."
أخرجه الأزرقي في أخبار مكة (ص256) والحارث بن أبي أسامة في مسنده (389 بغية) بسند حسن مرفوعا، وفيه عنعنة ابن جريج عن عطاء، ولا تضر، لما رواه ابن أبي خيثمة بسند صحيح عن ابن جريج قال: "إذا قلت قال عطاء، فأنا سمعته منه وإن لم أقل سمعت"، وحسنه المنذري والدمياطي والعراقي والسخاوي كما في الإتحاف(2722/4) وغيره، وله أسانيد أخرى ضعيفة وواهية لا نشتغل بذكرها، والله الموفق والمستعان.

- وقال عطاء ومجاهد وأحمد بن حنبل: "النظر إلى البيت عبادة."

ماخوذ من:

-شعب الإيمان للبيهقي (3761/7)

-مصنف عبد الرزاق (135/5) وغيرهما.

- عن مكحول قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خمس من العبادة: .... والنظر إلى الكعبة عبادة" ....الحديث.

رواه الفاكهي في أخبار مكة (200/1) عن مكحول مرسلاً.

وفي إسناده أيضا (إسحاق بن إبراهيم الطبري)

قال فيه الدارقطني وابن عدي: منكر الحديث.

وقال ابن حبان: منكر الحديث جداً، يأتي عن الثقات بالموضوعات.

[ميزان الاعتدال 177/1-178، لسان الميزان 344/1 ، 345]

وفيه عنعنة بقية بن الوليد، وهو يدلس تدليس التسوية.

فيكون في هذا الإسناد:

١ .علة الإرسال.

٢ .والراوي المنكر إسحاق بن إبراهيم.

٣ .عنعنة بقية بن الوليد.

- عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما يقول: "النظر إلى الكعبة محض الإيمان."

رواه الأزرقي في أخبار مكة (9/2) عن عطاء به موقوفاً.

وفي إسناده (ياسين بن معاذ الزيات)

قال ابن معين: ليس بشيء.

قال البخاري: منكر الحديث.

قال النسائي وابن الجنيد: متروك.

قال ابن عدي: روايته أو عامتها غير محفوظة.

[ميزان الاعتدال: 358/4-359]

(لسان الميزان 238/6-239)

وفي إسناده (عثمان بن عمرو بن ساج)
ضعيف كما في التقريب لابن حجر.

3) خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا کرنا.

خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگنا اور دعا کی قبولیت صحیح روایات سے ثابت ہے.

☆ الدعاء عنده مستجاب، وما يقول عنده.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية:

والدعاء مستجاب عند نزول المطر وعند التحام الحرب وعند الأذان والإقامة وفي أدبار الصلوات وفي حال السجود ودعوة الصائم ودعوة المسافر ودعوة المظلوم وأمثال ذلك فهذا كله مما جاءت به الأحاديث المعروفة في الصحاح والسنن والدعاء بالمشاعر كعرفة ومزدلفة ومنى والملتزم ونحو ذلك من مشاعر مكة والدعاء بالمساجد مطلقاً وكلما فضل المسجد كالمساجد الثلاثة كانت الصلاة والدعاء فيه أفضل.

"مجموع الفتاوى" [27/129-130]

وقال :

وإنْ أحبَّ أنْ يأتيَ الملتزم -وهو ما بين الحجر الأسود والباب- فيضع عليه صدره ووجهه وذراعيه وكفيه ويدعو ويسأل الله تعالى حاجته فعل ذلك وله أنْ يفعل ذلك قبل طواف الوداع فإنَّ هذا الالتزام لا فرق بين أنْ يكون حالَ الوداع أو غيره، والصحابة كانوا يفعلون ذلك حين دخول مكة، وإنْ شاء قال في دعائه الدعاء المأثور عن ابن عباس: اللهمَّ إني عبدك وابن عبدك وابن أمتك حملتني على ما سخرتَ لي مِن خلقك وسيرتَني في بلادك حتى بلغتَني بنعمتِك إلى بيتِك وأعنتَني على أداء نسكي فإنْ كنتَ رضيتَ عني فازدَدْ عني رضا وإلا فمِن الآن فارضَ عني قبل أنْ تنآى عن بيتك داري فهذا أوان انصرافي إنْ أذنتَ لي غير مستبدلٍ بك ولا ببيتِك ولا راغبٍ عنك ولا عن بيتِك اللهمَّ فأصحبني العافيةَ في بدني والصحةَ في جسمي والعصمة في ديني وأحسن منقلبي وارزقني طاعتك ما أبقيتَني واجمع لي بين خيري الدنيا والآخرة إنك على كل شيء قدير.
ولو وقف عند الباب ودعا هناك من غير التزام للبيت كان حسناً.

"مجموع الفتاوى" [26/142-143}

- علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مقامات دعا کی قبولیت کے مقامات ہیں، اس موقع پر دعا مانگنا صحابہ سے ثابت ہے اور وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر دعا مانگا کرتے تھے.

■ خانہ کعبہ سے چمٹنے کا مقام

جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ خانہ کعبہ سے چمٹنا عبادت ہے تو اب وہ کونسا مقام ہے کہ جو اس عمل کیلئے مخصوص کیا گیا ہے.

ملتزم کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں:

١. حجر اسود اور دروازے کے درمیان

مشہور قول کے مطابق خانہ کعبہ سے چمٹنے کی جگہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کی جگہ ہے.

ما جاء أنه ما بين الباب والركن:

- عن ابن عباس قال: الملتزم ما بين الركن والباب.
- عن الشيباني قال: رأيت عمرو بن ميمون وهو ملتزم ما بين الركن والباب.
- عن مجاهد قال: كانوا يلتزمون ما بين الركن والباب ويدعون.
- عن محمد بن عبد الرحمن العبدي قال: رأيت عكرمة بن خالد وأباجعفر وعكرمة مولى ابن عباس يلتزمون ما بين الركن وباب الكعبة ورأيتهم ما تحت الميزاب في الحجر.
- عن حنظلة قال: رأيت سالما وعطاء وطاوسا يلتزمون ما بين الركن والباب.

رواها ابن أبي شيبة في "المصنف" (236/3)

حديث عبد الله بن عمرو:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه قال: طفت مع عبد الله فلما جئنا دبر الكعبة قلت: ألا تتعوذ؟ قال: نعوذ بالله من النار، ثم مضى حتى استلم الحجر، وأقام بين الركن والباب، فوضع صدره ووجهه وذراعيه وكفيه هكذا وبسطهما بسطا، ثم قال: هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله.

-رواه أبو داود (1899)

-ابن ماجه (2962) والبيهقي (93/5)

وفيه: المثنى بن الصباح.

ضعَّفه الإمام أحمد وابن معين الترمذي والنسائي وغيرهم .

[انظر "تهذيب الكمال" (203/27)]

قلت: والحديثان يشهد كلٌّ منهما للآخر.

وقد صححه الشيخ الألباني في "السلسلة الصحيحة" (2138) بشاهدين:

١ .مرفوع: وهو حديث عبد الرحمن بن صفوان.

٢ .موقوف: وهو أثر ابن عباس –عند عبد الرزاق وابن أبي شيبة "الملتزم بين الركن والباب."

٢ . خانہ کعبہ سے چمٹنے کی جگہ میزاب کے نیچے

ما جاء في التزام ما تحت الميزاب:

ألف: عن محمد بن عبد الرحمن العبدي قال: رأيت عكرمة بن خالد وأبا جعفر وعكرمة مولى ابن عباس يلتزمون ما بين الركن وباب الكعبة ورأيتهم ما تحت الميزاب في الحجر. رواها ابن أبي شيبة في "المصنف" (236/3)

ب: قال المرداوي:

قوله: (وإذا فرغ من الوداع: وقف في الملتزم، بين الركن والباب) وهذا بلا نزاع بين الأصحاب.

¤وذكر أحمد: أنه يأتي الحطيم أيضا وهو تحت الميزاب فيدعو.

"الإنصاف" (53/4)

☆ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین میزاب رحمت کے نیچے بھی خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگا کرتے تھے.

٣. خانہ کعبہ کی پچھلی طرف چمٹنا

رکن یمانی کی جانب یعنی خانہ کعبہ کے دروازے کی پچھلی طرف چمٹنا بھی روایات سے ثابت ہے.

ما جاء فيمن كان يلتزم دبر الكعبة .

1) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن سفيان عن أبي إسحاق قال: رأيت عمرو بن ميمون يلتزم دبر الكعبة.

2) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن نافع بن عمر عن ابن أبي مليكة عن عمر بن عبد العزيز أنه أتى دبر الكعبة يستعيذ.

3) حدثنا أبو بكر قال حدثنا معن بن عيسى عن محمد بن صالح قال: رأيت القاسم يلتزم خلف الكعبة.

4) حدثنا أبو بكر قال حدثنا أبو يحيى الرازي عن حنظلة قال: رأيت القاسم يتعوذ في دبر الكعبة ويقول: اللهم إني أعوذ بك من بأسك ونقمتك وسلطانك.

5) حدثنا أبو بكر قال حدثنا معن بن عيسى عن ثابت بن قيس قال: رأيت نافع بن جبير يلتزم ما بين الحجر والباب وخلف الكعبة، كل قد رأيته.

6) حدثنا أبو بكر قال حدثنا ابن عيسى عن خالد بن أبي بكر قال: رأيت عبيد الله بن عبد الله يلتزم خلف الكعبة مما يلي المغرب يلصق بها صدره.

7) حدثنا أبو بكر قال حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن حسن عن أبي إسحاق قال: رأيت عمرو بن ميمون قد التزم الكعبة وألصق بطنه من مؤخرها من الجانب الذي يلي الركن اليماني.

8) حدثنا أبو بكر قال حدثنا وكيع عن إسرائيل عن جابر عن عبدالرحمن بن الأسود أن أباه كان يلتزم دبر الكعبة.

9) حدثنا أبو بكر قال حدثنا عبدالله بن إدريس عن الأعمش قال: رأيت أبابكر بن عبد الرحمن يلتزم مؤخر الكعبة.

مصنف ابن أبي شيبة" (237/3، 238)

اس جانب سے خانہ کعبہ سے چمٹنا اور دعا مانگنا اکابرین امت سے ثابت ہے۔

۴. جہاں جگہ مل جائے وہاں خانہ کعبہ سے چمٹنا

والقول الرابع: هو جواز التزام كل بقعة في بناء الكعبة، والعجيب أن هذا مع عدم شهرته له ما يؤيده من صحيح السنة المرفوعة، وهو يدل على أن فعل الصحابة والسلف لم يكن بقصد التخصيص، بل حسبما اشتهر أو تيسر لهم.

ألف: عن أسامة بن زيد قال: دخلت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم البيت فجلس فحمد الله وأثنى عليه وكبر وهلل، ثم قام إلى ما بين يديه من البيت، فوضع صدره عليه

وخده ويديه، ثم هلل وكبَّر ودعا، ثم فعل ذلك بالأركان كلها، ثم خرج فأقبل على القبلة وهو على الباب، فقال: هذه القبلة، هذه القبلة مرتين أو ثلاثة.

ب: وعن أسامة بن زيد ثم أنه دخل هو ورسول الله صلى الله عليه وسلم البيت فأمر بلالا فأجاف الباب والبيت إذ ذاك على ستة أعمدة فمضى حتى أتى الاسطوانتين اللتين تليان الباب باب الكعبة، والحاصل فحمد الله وأثنى عليه وسأله واستغفره ثم قام حتى أتى ما استقبل من دبر الكعبة فوضع وجهه وجسده على الكعبة فحمد الله وأثنى عليه وسأله واستغفره ثم انصرف حتى أتى كل ركن من أركان البيت فاستقبله بالتكبير والتهليل والتسبيح والثناء على الله عز وجل والاستغفار والمسألة ثم خرج فصلى ركعتين خارجا من البيت مستقبل وجه الكعبة ثم انصرف فقال هذه القبلة هذه القبلة.

-مسند أحمد (147/36)، (36 / 151،152)

-والنسائي (2915) و (2917)

-وصححه ابن خزيمة (3004) و (3005)

قال الشوكاني:

قوله: "ثم فعل ذلك بالأركان كلها" فيه دليل على مشروعية وضع الصدر والخد على جميع الأركان مع التهليل والتكبير والدعاء.

"نيل الأوطار" (105/5)

وهذا الفعل منه صلى الله عليه وسلم وإن كان داخل الكعبة فالظاهر أنه لا فرق بينه وبين خارجها، ولعل هذا أن يكون مستند الصحابة والسلف في فعلهم، والله أعلم.

تخريج أشهر ما ورد فيه مرفوعاً وموقوفاً.

ألف: حديث عبد الرحمن بن أبي صفوان:

عن عبد الرحمن بن صفوان قال: لما فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة قلت: لألبسن ثيابي، وكانت داري على الطريق فلأنظرن كيف يصنع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فانطلقت فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم قد خرج من الكعبة هو وأصحابه وقد استلموا البيت من الباب إلى الحطيم وقد وضعوا خدودهم على البيت ورسول الله صلى الله عليه وسلم وسطهم.

-رواه أبو داود (1898)

-وأحمد (15124)

-والبيهقي (92/5)

وفيه: يزيد بن أبي زياد، ضعَّفه ابن معين وأبوحاتم وأبو زرعة وغيرهم.

انظر "الجرح والتعديل" (265/9))

آپ ﷺ کا اپنے اصحاب کے ساتھ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لا کر بغیر کسی تخصیص اور تعین کے خانہ کعبہ سے چمٹنا اور اپنا گال خانہ کعبہ پر رکھنا اور دعا مانگنا صحیح روایات سے ثابت ہے ۔

- **دعا کب مانگنی چاہیئے**

اس کے متعلق صحابہ اور اکابرین امت کا معمول مختلف رہا ہے. بعض حضرات مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگتے تھے اور بعض حضرات مکہ سے رخصت ہوتے وقت چمٹ کر دعا مانگتے تھے.

ورد ما يدل على أنه يفعل عند القدوم، وعند الوداع، وفي كل وقت، والأكثر من الصحابة على الأول، ومن الفقهاء على الثاني، ومن السلف على الثالث.

- **دخول مکہ کے وقت دعا مانگنا**

- قال شيخ الإسلام ابن تيمية:

وإن أحب أن يأتي الملتزم وهو ما بين الحجر الأسود والباب فيضع عليه صدره ووجهه وذراعيه وكفيه ويدعو ويسأل الله تعالى حاجته: فعل ذلك، وله أن يفعل ذلك قبل طواف الوداع؛ فإن هذا الالتزام لا فرق بين أن يكون حال الوداع، أو غيره، والصحابة كانوا يفعلون ذلك حين يدخلون مكة. "مجموع الفتاوى" (142/26)

- **امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عمل**

امام اعظم رحمہ اللہ جب مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو پہلے طواف کرتے پھر اس کے بعد خانہ کعبہ سے چمٹ کر دعا مانگتے تھے.

- وقال الكاساني:

وذكر الطحاوي في مختصره عن أبي حنيفة أنه إذا فرغ من طواف الصدر يأتي المقام فيصلي عنده ركعتين ثم يأتي زمزم فيشرب من ماءها، ويصب على وجهه ورأسه ثم

يأتي الملتزم، وهو ما بين الحجر الأسود والباب، فيضع صدره وجهته عليه، ويتشبث بأستار الكعبة، ويدعو ثم يرجع.
"بدائع الصنائع" (161/2)

- **اَمام شافعی رحمہ اللہ کا عمل**

امام شافعی رحمہ اللہ مکہ سے رخصت ہوتے وقت خانہ کعبہ سے چمٹنے کو پسند فرماتے تھے۔

- وقال الامام الشافعي رحمه الله:

وأحب له إذا ودع البيت أن يقف في الملتزم وهو بين الركن والباب فيقول: اللهم إن البيت بيتك والعبد عبدك.....

- **علماء حرمین کا موقف**

علامہ ابن عثیمین فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں حضور اکرم ﷺ سے ثابت کوئی عمل تو نہیں ملتا البتہ بعض صحابہ کا عمل ضرور ملتا ہے، لہذا اس طرح کسی بھی موقع پر کسی کو تنگی اور اذیت دیئے بغیر کعبے سے چمٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

- قال الشيخ ابن العثيمين:

وهذه مسألة اختلف فيها العلماء مع أنها لم ترد عن النبي صلى الله عليه وسلم، وإنما عن بعض الصحابة رضي الله عنهم، فهل الالتزام سنة؟ ومتى وقته؟ وهل هو عند القدوم، أو عند المغادرة، أو في كل وقت؟
وسبب الخلاف بين العلماء في هذا: أنه لم ترد فيه سنة عن النبي صلى الله عليه وسلم، لكن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يفعلون ذلك عند القدوم.
والفقهاء قالوا: يفعله عند المغادرة فيلتزم في الملتزم، وهو ما بين الركن الذي فيه الحجر والباب...
وعلى هذا: فالالتزام لا بأس به ما لم يكن فيه أذية وضيق.
"الشرح الممتع" (402/7، 403)

خلاصہ کلام

اگرچہ پہلی نظر کے متعلق روایات ثابت نہیں لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ جب انسان پہلی بار خانہ کعبہ کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر ایک ہیبت، خوف اور شوق کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ تمام کیفیات دعا کی قبولیت کیلئے مطلوب ہیں، لہذا اگرچہ اس وقت دعا کے مانگنے کو سنت عمل نہ کہا جائے لیکن دعا ضرور مانگنی چاہیئے، اور یہ صرف پہلی نظر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب بھی خانہ کعبہ پر نظر پڑے انسان پر کیفیت طاری ہونی چاہیئے اور اللہ تعالی سے دعا مانگنی چاہیئے.

- هل يصح أن للإنسان دعوة مستجابة عند أول رؤية له للكعبة الشريفة؟
- قال العلامة المناوي رحمه الله في فيض القدير: (وعند رؤية الكعبة: يحتمل أن المراد أول ما يقع عليها بصر القادم إليها، ويحتمل أن المراد ما يشمل دوام مشاهدتها...
- قال الغزالي: شرف الأوقات يرجع بالحقيقة إلى شرف الحالات.

والخلاصة:

لم يصح حديث في استجابة الدعاء عند أول رؤية للكعبة، إلا أن ذلك الموقف مهيب حقا تخشع فيه القلوب، فنرجو أن يكون هذا الموقف وتلك الحالة من مواطن استجابة الدعاء.

واللہ تعالی أعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 33

یمن کے بادشاہ تُبّع حمیری کا قصہ

حضور ﷺ سے ایک ہزار سال پہلے یمن کا بادشاہ تُبّع حمیری تھا، ایک مرتبہ وہ اپنی سلطنت کے دورہ کو نکلا، بارہ ہزار عالم اور حکیم اور ایک لاکھ بتیس ہزار سوار، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے ہوئے اس شان سے نکلا کہ جہاں بھی پہنچتا اس کی شاہی شان وشوکت دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی، یہ بادشاہ جب دورہ کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا تو اہل مکہ میں سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کرکے چلے جاتے ہیں، پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیوں آئے۔ یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوا دوں گا اور یہاں کے باشندوں کو قتل کروا دوں گا، یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کے ناک، منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہو گیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی، اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا، شام کے وقت بادشاہی علماء میں سے ایک عالم ربانی تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا، مرض آسمانی ہے اور علاج زمین کا ہو رہا ہے، اے بادشاہ! آپ نے اگر کوئی بری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدام کعبہ کے متعلق اپنے ارادے سے توبہ کی، توبہ کرتے ہی اس کا وہ خون اور مادہ بہنا بند ہو گیا، اور پھر صحت کی خوشی میں اس نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کئے۔

پھر یہاں سے چل کر مدینہ منورہ پہنچا تو ہمراہی علماء نے جو کتب سماویہ کے عالم تھے وہاں کی مٹی کو سونگھا اور کنکریوں کو دیکھا اور نبی آخر الزماں ﷺ کی ہجرت گاہ کی جو علامتیں انہوں نے پڑھی تھیں، ان کے مطابق اس سرزمین کو پایا تو باہم عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مر جائیں گے مگر اس سرزمین کو نہ چھوڑیں گے، اگر ہماری قسمت نے یاوری کی تو کبھی نہ کبھی جب نبی آخر الزماں ﷺ تشریف لائیں گے تو ہمیں بھی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی مقدس خاک اڑ کر پڑ جائے گی جو ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے ان عالموں کے واسطے چار سو مکان بنوائے اور اس بڑے عالم ربانی کے مکان کے پاس حضور کی خاطر ایک دو منزلہ عمدہ مکان تعمیر کروایا اور وصیت کر دی کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو یہ مکان آپ کی آرام گاہ ہو اور ان چار سو علماء کی کافی مالی امداد بھی کی اور کہا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو اور پھر اس بڑے عالم ربانی کو ایک خط لکھ کر دے دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمہیں حضور کی زیارت کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ نسلاً بعد نسلاً میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتیٰ کہ سرکار ابد قرار ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا۔

وہ خط نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک ہزار سال بعد پیش ہوا جس میں لکھا تھا:

"کمترین مخلوق تبع اول حمیری کی طرف سے شفیع المذنبین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

امابعد: اے اللہ کے حبیب! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور جو کتاب آپ پر نازل ہو گی اس پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں آپ کے دین پر ہوں، پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا و غنیمت، اور اگر میں آپ کی زیارت نہ کر سکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا، میں آپ کی پہلی امت میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔"

شاہ یمن کا یہ خط دست بدست مع وصیت کے اس بڑے عالم ربانی کی اولاد میں سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے وہ خط اپنے غلام خاص ابو لیلیٰ کی تحویل میں رکھا اور جب حضور ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی اور مدینہ کی الوداعی گھاٹی مثنیات کی گھاٹیوں سے آپ کی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ محبوب خدا کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آ رہے تھے اور کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا تو کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا اور کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور ﷺ میرے گھر تشریف لائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہو گی، چنانچہ جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع حمیری نے حضور کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا، اسی میں حضور ﷺ کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابو لیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضور کو شاہ یمن تبع حمیری کا خط دے آؤ، جب ابو لیلیٰ حاضر ہوا تو حضور نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابو لیلیٰ ہے؟ یہ سن کر ابو لیلیٰ حیران ہو گیا۔

حضور نے فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں، شاہ یمن کا جو خط تمھارے پاس ہے لاؤ و مجھے دو، چنانچہ ابو لیلیٰ نے وہ خط دیا، حضور نے پڑھ کر فرمایا، صالح بھائی تُبّع کو آفرین وشاباش ہے۔

سبحان اللہ!

بحوالہ کُتب:

۱. میزان الادیان.
۲. کتاب المُستطرف.
۳. حجۃ اللہ علی العالمین.
۴. تاریخ ابن عساکر.

الجواب باسمہ تعالی

اس قصے پر تبصرہ کرنے سے پہلے اس شخص کا تعارف، اس کا اصلی وطن اور اس کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کے بارے میں بات کی جائیگی.

تبع الحمیری کا نام

ان کا نام اسعد الیمانی تھا اور اس کا تعلق عرب ہی سے تھا اور ملک یمن میں سبا قوم کا حاکم تھا.
اس قوم کے حاکم کا نام تبع رکھا جاتا تھا جیسے مصر کے بادشاہ کا نام فرعون رکھا جاتا تھا.

تبع الحمیری کا مختصر واقعہ

یہ شخص یمن سے شہروں کو فتح کرتے ہوئے مدینہ پہنچا؛ یہاں اسکو علمائے تورات نے حضور اکرم ﷺ کے آنے کی خوشخبری سنائی اور آپ ﷺ کی نشانیاں بتائیں اور مدینہ پر حملہ کرنے سے روکا.
تبع الحمیری نے اوس اور خزرج (دو آدمی یا دو قبیلوں) کو یہاں آباد کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے.
یہ خط اور اشعار حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ہجرت کے وقت محفوظ تھے.

تبع الحمیری یمن واپس جاتے ہوئے مکہ سے گذرا اور وہاں عبادت کی اور لوگوں کا خوب اکرام کیا اور وہیں پر خواب دیکھا کہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنا رہا ہے تو اس نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا۔

تبع الحمیری کا زمانہ

اس کا انتقال حضور ﷺ کے زمانے سے 700 سال پہلے ہوا۔

تبع الحمیری کا مذہب

روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تبع الحمیری مسلمان تھا اور حالت ایمان پر اس دنیا سے رخصت ہوا۔

اس تمام مضمون کے حوالے مندرجہ ذیل ہیں

قصة تبع الأوسط الحميري:

تبع کا نام

تبع الأوسط الحميري؛ واسمه أسعد اليماني؛ كان رجلا من العرب ذكر في القرآن الكريم في سورة الدخان بقوله تعالى: {أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ}. (سورة الدخان: 37(كانت حِمْيَر –وهم سبأ– كلما ملك فيهم رجل سموه "تُبَّعًا"، كما يقال: كسرى: لمن ملك الفرس، وقيصر: لمن ملك الروم، وفرعون: لمن ملك مصر كافرا، والنجاشي: لمن ملك الحبشة، وغير ذلك.

تبع کا سفر مدینہ

وكان من قصة تبع، أنه أقبل يفتتح المدائن حتى نزل المدينة، فجمع أحبارهم وعلماءهم، فأخبروه أنه سيخرج نبي من بني إسماعيل، مولده بمكة، وهذه -أي المدينة المنورة- دار هجرته اسمه أحمد، وأخبروه أنه لا يدركه، قال: وما صفته؟ قيل له: رجل ليس بالقصير ولا بالطويل، في عينيه حمرة يركب البعير ويلبس الشملة، سيفه على عاتقه، ولا يبالي من لاقى حتى يظهر أمره. فقال تبع: ما إلى هذا البلد من سبيل وما كان ليكون خرابها على يدي.

وفي بعض الروايات: فبينا تبع على ذلك من قتالهم، إذ جاءه عالمان من علماء المسلمين على شريعة موسى عليه السلام من بني قريظة، عالمان راسخان، حين سمعا

بما يريد من إهلاك المدينة وأهلها. فقالوا له: أيها الملك لا تفعل فإنك إن أبيت إلا ما تريد حيل بينك وبينها، ولم نأمن عليك حل العقوبة. فقال لهما: ولم ذلك؟ قالا: هي مهاجر نبي، يخرج من هذا الحرم (المكي) من قريش في آخر الزمان. تكون (المدينة) داره وقراره. فتناهى عن ذلك، ورأى أن لهما علمًا، وأعجبه ما سمع منهما. فانصرف عن المدينة. واتبعهما على دينهما.

تبع الحمیری کا اوس و خزرج کو ٹھرانا

وقال تبع للأوس والخزرج: أقيموا بهذا البلد. فإن خرج فيكم، فآزروه وصدقوه. وإن لم يخرج، فأوصوا بذلك أولادكم. وقال شعرا أودعه عند أهلها فكانوا يتوارثونه كابرا عن كابر، إلى أن هاجر النبي صلى الله عليه وسلم فأدوه إليه. ويقال: كان الكتاب والشعر عند أبي أيوب خالد بن زيد الأنصاري، وهو أول من نزل عنده النبي صلى الله عليه وسلم في المدينة المنورة. وفيه:

تبع کے اشعار

"شهدت على أحمد أنه رسول
شهدت على أحمد أنه رسول
من الله بارئ النسمْ
فلو مد عمري إلى عمره
لكنت وزيرا له وابن عمْ
وجاهدت بالسيف أعداءه
وفرجت عن صدره كل غمْ
تبع الحمیری کا مکہ جانا"

فرجع تبع منصرفا إلى اليمن، وأثناء رجوعه مر على مكة المكرمة. فطاف في البيت ونحر عنده وحلق رأسه وأقام فيها مدة، ينحر بها للناس ويطعم أهلها ويسقيهم العسل. أُرِي في المنام أن يكسوا البيت -أي الكعبة- فكساه، وأوصى به ولاته وأمرهم بتطهيره، وجعل له بابا ومفتاحا.

وتوفي قبل مبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم بنحو من سبعمائة عام.

تبع الحمیری کا اسلام

- أخرج أحمد والطبراني وابن أبي حاتم وابن مردويه، عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تسبوا تبعا فإنه كان قد أسلم."
- أخرج ابن مردويه عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تسبوا أسعد الحميري، وقال: هو أول من كسا الكعبة."
- وأخرج الحاكم وصححه عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان تبع رجلا صالحا، ألا ترى أن الله ذم قومه ولم يذمه.
- وأخرج ابن المنذر وابن عساكر، عن سعيد بن جبير قال: إن تبعا كسا البيت.

تبع الحمیری کا لشکر

تبع الحمیری کا لشکر جب صف بندی کر تا تھا تو صنعا سے دمشق تک گھوڑے کھڑے ہوتے.

- وأخرج ابن عساكر، عن سعيد بن عبدالعزيز قال: كان تبع إذا عرض الخيل قاموا صفا من دمشق إلى صنعاء اليمن.
- وذكر الزجاج وابن أبي الدنيا في كتاب القبور وغيرهما أنه حُفر قبر بصنعاء، في الإسلام، فوُجِد فيه امرأتان صحيحتان، وعند رؤوسهما لوح من فضة مكتوب فيه بالذهب: "هذا قبر حُبّي ولميس ابنتي تبع، ماتتا وهما يشهدان أن لا إله إلا الله ولا يشركان به شيئا وعلى ذلك مات الصالحون قبلهما"...اه
- عن عائشة أنها قالت: كان تُبَّعُ رجلًا صالحًا، ألا ترى أنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ ذمَّ قومَه ولم يَذُمُّه.

  -الراوي: عروة بن الزبير.

  -المحدث: الألباني.

  -المصدر: السلسلة الصحيحة.

  -الصفحة أو الرقم: 549/5

  -خلاصة حكم المحدث: صحيح على شرط الشيخين.
- نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن سب أسعد الحميري وقال: هو أول من كسا البيت.

-الراوي: أبو هريرة.

-المحدث: البوصيري .

-المصدر: إتحاف الخيرة المهرة.

-الصفحة أو الرقم: 195/3

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] محمد بن عمر الواقدي وهو ضعيف.

- نهى رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ عن سَبِّ أَسْعَدَ الحِمْيَرِيِّ، وقال: هو أولُ مَنْ كَسا البيتَ.

-الراوي: أبو هريرة.

-المحدث: ابن حجر العسقلاني.

-المصدر: المطالب العالية.

-الصفحة أو الرقم: 61/2

-خلاصة حكم المحدث: تفرد به (الواقدي)، وهو ضعيف.

- لا تسُبُّوا تُبَّعًا فإنَّه قد أسلَم.

-الراوي: عبدالله بن عباس.

-المحدث: الهيثمي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 79/8

-خلاصة حكم المحدث: فيه أحمد بن أبي برة المكي ولم أعرفه، وبقية رجاله ثقات.

اردو میں نقل شدہ مضمون کی تحقیق:

1. اس کا زمانہ حضور سے ہزار سال قبل کا لکھا گیا حالانکہ معتبر تاریخ 700 سال کی ہے.
2. تبع الحمیری کا لشکر بہت بڑا ہوتا تھا لیکن ہر ہر شخص کی تفاصیل قابل غور ہیں.
3. مکہ مکرمہ کا جو واقعہ لکھا گیا ہے معتبر کتابوں میں ایسا نقل نہیں کیا گیا.
4. بادشاہ کا پہلے مدینہ جانا زیادہ صحیح ہے جبکہ یہاں پر بعد میں مدینہ جانے کا ذکر ہے.

وغیرہ وغیرہ.

خلاصہ کلام

یہ واقعہ فی نفسہ ایک تاریخی اور اسرائیلی واقعہ ہے لہذا اس کے صحیح یا غلط ہونے پر بہت زیادہ کلام مناسب نہیں، بس اتنا کہنا چاہونگا کہ مترجم نے کچھ قصہ گوئی کا طریقہ اختیار کرکے اس واقعہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے، باقی فی نفسہ یہ واقعہ کتب تاریخ میں ملتا ہے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 34

فجر کے بعد سونا

سوال: فجر کے بعد سونے کے متعلق کیا حکم ہے اور اس کے بارے میں حضرت فاطمہ کی ایک روایت کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کا حکم بھی بتادیں.

الجواب باسمہ تعالی

اس سوال کے جواب میں تین امور ضروری ہیں:

1. حضور اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کا عمل.
2. اس وقت سونے کا شرعی حکم.
3. اس کے بارے میں وارد شدہ روایات کی حیثیت.

- **حضور ﷺ کا فجر کے بعد عمل**

آپ ﷺ عموما فجر کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ کر یا تو صحابہ سے دینی یا دنیاوی امور پر بات چیت فرماتے یا ذکر میں مشغول رہتے.

1. عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى الفجر تربع في مجلسه حتى تطلع الشمس حسنا.
(رواه مسلم وأبو داود والترمذي والنسائي)
والطبراني ولفظه "كان إذا صلى الصبح جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس."

2. وابن خزيمة في صحيحه ولفظه قال: عن سماك أنه سأل جابر بن سمرة كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع إذا صلى الصبح؟ قال: كان يقعد في مصلاه إذا صلى الصبح حتى تطلع الشمس.
قال الشيخ الألباني رحمه الله: صحيح

3. وعن جابر بن سمرة قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى الفجر تربع في مجلسه حتى تطلع الشمس حسناء. (رواه أبو داود بسند صحيح)
4. .وعن جابر بن سمرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقوم من مصلاه الذي يصلي فيه الصبح حتى تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس قام وكانوا يتحدثون فيأخذون في أمر الجاهلية فيضحكون ويبتسم صلى الله عليه وسلم. (رواه مسلم)

وفي رواية للترمذي: "يتناشدون الشعر."

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

- **حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل**

قال عمر رضى الله عنه: اياك و نومة الغداة فإنها مبخرة مجفرة مجعرة.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نیند سے منع فرماتے تھے کہ یہ نیند جسمانی بخار کو بڑھاتی ہے، انسان کو سست کرتی ہے اور طبیعت میں خشکی پیدا کرتی ہے.

- **حضرت علی رضی اللہ عنہ**

قال على رضى الله عنه: " من الجهل النوم اول النهار"

یعنی صبح کا سونا جہالت ہے.

- **حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل**

عن عائشة رضى الله عنها انها كانت تنام بعد طلوع الشمس.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے کے بعد آرام فرماتی تھی ں.

- **صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول بھی فجر کے بعد نہ سونے کا تھا.**

بلکہ عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو اس وقت گھر والوں کو بھی سونے نہیں دیتے تھے.

صح في مسلم عن أبي وائل أنه قال: غدونا على عبدالله بن مسعود يوماً بعد ما صلينا الغداة فسلمنا بالباب فأذن لنا، قال: فمكثنا بالباب هنية، قال: فخرجت الجارية فقالت ألا تدخلون؟ فدخلنا، فإذا هو جالس يسبح، فقال: ما منعكم أن تدخلوا وقد أذن لكم؟ فقلنا لا إلا أنا ظننا أن بعض أهل البيت نائم؛ قال: ظننتم بآل ابن أم عبد غفلة؟ قال: ثم أقبل يسبح حتى ظن أن الشمس قد طلعت، فقال: يا جارية! انظري هل طلعت؟.... الحديث!

- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

وفي رابع عشر المجالسة من جهة ابن الأعرابي قال: مر ابن عباس بابنه الفضل وهو نائم نومة الضحى فركضه برجله وقال: قم إنك لنائم الساعة التي يقسم الله فيها الرزق لعباده؛ أو ما سمعت ما قالت العرب فيها؟ قال: وما قالت العرب يا أبت؟ قال: زعمت أنها مكسلة مهرمة منساة للحاجة؛ ثم يابني! نوم النهار على ثلاثة: نوم محق وهي نومة الضحى ونومة الخلق وهي التي روى (قيلوا فان الشياطين لا تقيل) ونومة الخرق وهي نومة بعد العصر لا ينامها إلا سكران أو مجنون...انتهى

وهذا الأخير عنده أيضا بجانبه عن خوات بن جبير قال: نوم أول النهار خرق وأوسطه خلق وآخره حمق.

- اکابرین امت کا معمول

اکابرین امت بھی فجر کے وقت سونے کو پسند نہیں کرتے اور اسی طرح عصر کے بعد سونے کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ فجر کے بعد سونا سستی اور رزق میں تنگی کا باعث بنتا ہے۔

كان السلف يكرهون النوم بعد صلاة الصبح، وبعد صلاة العصر، حتى إن الإمام أحمد رحمة الله عليه كان يكره النوم بعد العصر، وقال: كانوا يخافون على عقل الإنسان، وذكروا عن رجل أنه حذر أخاه من النوم بعد صلاة العصر، فقال له: إني أخشى على عقلك، فقال له رجل مجنون: لا تصدقه، فإني ما تركتها -يعني هذه النومة- فالنوم بعد صلاة العصر لا يمدحونه، وما بعد الفجر قيل: إنها ساعة البركة، لما ثبت في الحديث الصحيح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (بورك لأمتي في بكورها)

فإذا كان عندك بحث، أو رسالة أو طلب علم، وبكرت وابتكرت وجدت خيرا كثيرا، وهكذا لو كانت عندك أعمال من الدنيا.
وما محقت البركة في كثير من أعمال الناس وأوقاتهم إلا بسبب إضاعة البكورة.

- **علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کا قول**

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب "زاد المعاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت سونا بہت گھٹیا عمل ہے اور یہ بہت ساری بیماریوں کا سبب ہے، مثلا سستی، رنگ کا پھیکا ہو جانا، جگر کی بیماریوں کا سبب وغیرہ...

- **فجر کے بعد سونے کا حکم**

ان روایات اور آثار کو دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سونا اگرچہ محبوب اور پسندیدہ عمل نہیں لیکن اس وقت سونے کے بارے میں حرام یا ناجائز ہونے کا فتوی بھی کسی نے نہیں دیا، بلکہ اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے سو جائے تو گناہگار بھی نہیں، اگرچہ نہ سونا ہی اصل اور مطلوب ہے.

- **حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا والی روایت کا درجہ**

يا بنية! قومي، فاشهدي رزق ربك عزوجل، ولا تكوني من الغافلين؛ فإن الله عز وجل يقسم أرزاق الناس ما بين طلوع الفجر إلى طلوع الشمس
-أخرجه ابن بشران في "الأمالي" (ق 39/ 1)
-والبيهقي في "الشعب" (2/ 35/ 1-2) كلاهما من طريق المشمعل بن ملحان القيسي: حدثنا عبد الملك بن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده عن فاطمة بنت محمد رضي الله عنها قالت: مر بي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا مضطجعة متصبحة، فحركني برجله، ثم قال: ....فذكره. وقال البيهقي: إسناده ضعيف.

اس روایت کو علامہ بیھقی نے اور علامہ منذری نے نقل کیا اور اس کی سند پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے لیکن اس روایت کی سند میں عبد الملک بن ہارون نامی شخص ہے جس کے بارے میں ائمہ حدیث نے کچھ ایسا کلام کیا ہے:

- عبد الملك بن هارون متهم بالكذب.
- فقال يحيى: كذاب.

- وقال البخاري: منكر الحديث.
- وقال ابن حبان (2/ 133): كان ممن يضع الحديث، لا يحل كتابة حديثه إلا على جهة الاعتبار.

والمشمعل بن ملحان؛ صدوق يخطىء؛ كما في "التقريب."

- قلت: وقد خالفه في إسناده إسماعيل بن مبشر بن عبدالله الجوهري عن عبدالملك بن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده عن علي قال:دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على فاطمة بعد أن صلى الصبح وهي نائمة ... فذكر معناه. (رواه البيهقي)
- قلت: وإسماعيل هذا؛ لم أجد له ترجمة الآن.

والحديث؛ أشار المنذري في "الترغيب" (3/ 5) لضعفه؛ وعزاه للبيهقي وحده.

- (6991لا تناموا عن طلب أرزاقكم فيما بين صلاة الفجر إلى طلوع الشمس). منكر جداً

أخرجه الديلمي في "مسند الفردوس" (3/ 161) من طريق الأصبغ بن نباتة عن أنس رفعه.

قال:فسئل أنس عن معنى هذا الحديث؛ فقال: تسبح وتكبر، وتستغفر سبعين مرة؛ فعند ذلك ينزل الرزق.

قلت: وهذا إسناد ضعيف جداً

"الأصبغ بن نباتة"

-قال الذهبي في "المغني": واهٍ غالٍ في تشيعه، تركه النسائي.

-وقال ابن معين: ليس بثقة.

-وقال الحافظ: "متروك رمي بالرفض."

وقد روي من طريق أخرى عن أنس مختصراً بلفظ: "الصُّبحة تمنعُ الرزق". وهو ضعيف جداً...كما سبق تحقيقه .

روایت کے شواہد

اس معنی کو تقویت دینے والی وہ روایات ہیں جن میں صبح کی نیند کو رزق کی تنگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

- نوْمُ الصُّبحةِ يمنعُ الرِّزقَ.

-الراوي: عثمان بن عفان.

-المحدث: المنذري.

-المصدر: الترغيب والترهيب.

-الصفحة أو الرقم: 6/3

-خلاصة حكم المحدث: ظاهر النكارة.

- الصُّبحةُ تمنعُ الرِّزقَ.

-الراوي: عثمان بن عفان.

-المحدث: الذهبي.

-المصدر: ترتيب الموضوعات.

- الصبحة تمنع الرزق.

-الراوي: عثمان بن عفان.

-المحدث: الذهبي.

-المصدر: تلخيص العلل المتناهية.

-الصفحة أو الرقم: 243

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] ابن أبي فروة يعني إسحاق المتروك و[فيه] إسماعيل عن الحجازيين واه.

یہ تمام روایات بھی سند کے اعتبار سے بہت ہی کمزور اور ناقابل بیان ہیں.

خلاصہ کلام

صبح کی نیند کے ممنوع ہونے کے بارے میں صراحتاً جو روایات وارد ہیں وہ اگرچہ سند کے اعتبار سے بہت ضعیف ہیں لیکن عمومی روایات اور عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صبح کی نیند ناپسندیدہ عمل ہے لہذا اس سے اجتناب کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے، البتہ عذر کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، اور اس کے متعلق صحیح روایات اور صحابہ کرام کا عمل موجود ہے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر35

شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینے کا حکم

سوال: شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینے کا حکم.

الجواب باسمہ تعالی

اس مسئلے میں کچھ امور وضاحت طلب ہیں:

1) بیوی کا شوہر کو غسل دینا.

2) شوہر کا بیوی کو غسل دینا.

3) فقہائے کرام کا اختلاف.

4) روایات پر کلام.

1) بیوی کا شوہر کو غسل دینا.

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ دونوں کے درمیان نکاح باقی ہے اور اسی بنیاد پر بیوی شوہر کی عدت گذارتی ہے.

قال الإمام ابن قدمة في المغني: (مَسْأَلَةٌ: قَالَ: وَتُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا، قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ تُغَسِّلُ زَوْجَهَا إذَا مَاتَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ اسْتَقْبَلْنَا مِنْ أَمْرِنَا مَا اسْتَدْبَرْنَا؛ مَا غَسَّلَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم إلَّا نِسَاؤُهُ.
(رَوَاهُ أَبُو دَاوُد)
وَأَوْصَى أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه أَنْ تُغَسِّلَهُ امْرَأَتُهُ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، وَكَانَتْ صَائِمَةً، فَعُزِمَ عَلَيْهَا أَنْ تُفْطِرَ، فَلَمَّا فَرَغَتْ مِنْ غُسْلِهِ ذَكَرَتْ يَمِينَهُ، فَقَالَتْ: لَا أُتْبِعُهُ الْيَوْمَ حِنْثًا؛ فَدَعَتْ بِمَاءٍ فَشَرِبَتْ، وَأَوْصَى جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ أَنْ تُغَسِّلَهُ امْرَأَتُهُ.

- قَالَ أَحْمَدُ: لَيْسَ فِيهِ اخْتِلَافٌ بَيْنَ النَّاسِ.

• وعنها رضي الله عنها أنها قالت -بعد موت النبي صلى الله عليه وسلم- لو استقبلنا من أمرنا ما استدبرنا ما غسل رسول الله غير نسائه.

صحيح.

-أخرجه أبو داود (3141)

-وابن ماجه (1464)

-وابن حبان في صحيحه (6552)

-والحاكم في المستدرك (59/3)

-والبغوي في شرح السنة (1484)

-وضعّفه النووي في المجموع (114/5)

-وقال البوصيري في الزوائد: إسناده صحيح ورجاله ثقات.

-وحسنه الألباني في موارد الظمآن (2056)

-وأخرج مالك في "الموطأ" ص200 في "كتاب الجنائز"، "باب غسل الميت" عن عبد الله بن أبي بكر أن أسماء بنت عميس غسلت أبابكر الصديق حين توفي ثم خرجت فسألت من حضرها من المهاجرين فقالت: (إني صائمة وأن هذا يوم شديد البرد فهل علي من غسل؟ فقالوا: لا)

-وأخرجه أيضاً عبد الرزاق في "المصنف" (6143)

(فتاوى محموديه: ج 8، صفحه 493)

● عورت کیلئے یہ جائز ہے کہ مرنے کے بعد شوہر کو غسل اور کفن دے.

فتاوی رحیمیہ اور احسن الفتاوی میں بھی یہی مضمون موجود ہے.

2) شوہر کا بیوی کو غسل دینا.

جمہور امت آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شوہر کیلئے مرنے کے بعد بیوی کو غسل دینا جائز ہے اور احناف کے نزدیک اس کی اجازت نہیں.

اجازت کے قائلین:

وبه قال من الصحابة علي ابن أبي طالب وابن عباس، وغيرهما، ومن التابعين والفقهاء سعيد بن المسيب، والحسن، والنخعي، وعطاء، وقتادة، والزهري، ويحيى بن سعيد القطان، ومالك، والليث، وعلقمة، وجابر بن زيد، وعبد الرحمن بن الأسود، وسليمان بن يسار، وأبوسلمة بن عبدالرحمن، وحمّاد بن أبي سليمان، والأوزاعي، والشافعي، وأحمد بن حنبل، وإسحاق.

-انظر الأوسط لابن المنذر (336/5)

-والإنتصار في مسائل الكبار لأبي الخطاب محفوظ بن أحمد الحنبلى (661-660/2)

عدم جواز کے قائلین:

المذهب الثالث: تغسله ولا يغسلها، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه والثوري واستدلوا: ما أخرجه ابن أبي شيبة في "المصنف" عن مسروق قال: (ماتت امرأة لعمر فقال: إنا كنا أولى إذا كانت حية. فأما الآن فأنتم أولى بها)

-وهذا سند رجاله ثقات إلا يزيد بن أبي سليمان، وهو الكوفي، سكت عنه الذهبي.

-وقال الحافظ في التقريب: مقبول.

○وقالوا إن الرجل لا عدة عليه وكيف يغسل امرأته وهي يحل له أن يتزوج أختها ويتزوج ابنتها إذا لم يكن دخل بها.

-الآثار لأبي الحسن الشيباني (38/2)

روایات پر کلام:

جو حضرات جواز کے قائل ہیں ان کے دلائل:

ا . حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور اپنا سر مبارک پکڑ کر فرمایا ہائے میرے سر میں درد ہے؛

حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ میرے سر میں بھی شدید درد ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ تم کو کیا فکر ہے اگر تم پہلے انتقال کر جاؤ تو میں تم کو غسل دونگا..... الی آخرہ.

وحديث عائشة عند الدارقطني (192) أنها قالت (رجع إلي رسول الله من جنازة ببقيع وأنا أجد صداعاً في رأسي، وأقول وآ رأساه فقال: (بل أنا وا رأساه ما ضرك لو مت قبلي فغسلتك وكفنتك ثم صليت عليك ودفنتك).

-أخرجه الدارمي (37/1)

-وابن ماجه (1464)

-وأبو يعلى في وصححه الألباني في أحكام الجنائز 67.

۲ . حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ کو غسل دینا.

حضرت فاطمہ نے اس بات کی وصیت کی تھی مجھے حضرت علی غسل دینگے اور پھر انکو حضرت علی نے غسل دیا.

غسل علي ابن أبي طالب امرأته فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم.

-أخرجه عبد الرزاق (6177) و (6124)

-والدارقطني (79/2) رقم (12)

-والبيهقي في السنن (396/3)

-وحسنه الحافظ في تلخيص الحبير (150/2)

-والشوكاني في نيل الأوطار (54/2)

-والألباني في الإرواء (162/3)

۳ . ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا عمل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ شوہر ہی بیوی کو غسل دینے کا حقدار ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں وارد ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو غسل دیا.

وقال ابن عباس: "الرجل أحق بغسل امرأته" وغسل ابن مسعود امرأته.

ولم يخالف غير أصحاب الرأي.

انظر شرح السنة للبغوي (311-310/5)

- **احناف کی طرف سے جوابات**

1. روایت عائشہ صدیقہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں آپ ﷺ نے لاڈ کے انداز میں فرمایا اور مقصود انتظامات کرنا تھا.

2. حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو جو غسل دیا وہ ایک تخصیصی امر تھا جیسے ابن مسعود کے سوال کرنے پر حضرت علی نے جواب دیا کہ فاطمہ میری دنیا اور آخرت کی بیوی ہے اسلئے میں نے انکو غسل دیا.

● عقلی دلیل

اس بیوی کی موجودگی میں جن خواتین سے نکاح ناجائز تھا بیوی کا انتقال ہوتے ہی وہ تمام خواتین اس مرد کیلئے حلال ہو گئیں، مثلا: بیوی کی بھن، بھتیجی، بھانجی وغیرہ. اس سے معلوم ہوا کہ نکاح ختم ہو چکا ہے لہذا شوہر بیوی کو دیکھ سکتا ہے لیکن چھونا جائز نہیں.

وأجابوا عن حديث عائشة "غسلتك": أي قمت بأسباب غسلك؛ كما يقال بني فلان داراً وإن لم يكن هو بني...

وحديث علي رضي الله عنه أنه غسلها -فاطمة- فقد ورد أن فاطمة غسلتها أم أيمن... ولو ثبت أن علياً رضي الله عنه غسلها فقد أنكر عليه ابن مسعود رضي الله عنه حتى قال له علي: أما علمت أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: (فاطمة زوجتك فى الدنيا والآخرة) فادعاؤه الخصوصية دليل علي أنه كان معروفاً بينهم أن الرجل لا يغسل زوجته؛ وقد قال صلى الله عليه وآله وسلم (كل سبب ونسب منقطع بالموت إلا سببي ونسبي) فهذا دليل على خصوصية في حقه وفي حق علي رضي الله عنه أيضا لأن نكاحه من أسباب رسول الله صلى الله عليه وسلم. [المبسوط (115/2)}

● ایک مخصوص روایت کی تحقیق

ایک روایت مشہور کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ نے انتقال سے پہلے غسل کیا اور فرمایا مجھے دوبارہ غسل نہ دیا جائے، یہ روایت من گھڑت ہے.

وقد يقولون أيضاً "أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اغتسلت قبل موتها وأوصت أن لا يحرك فدفنت بذلك الغسل، وفي هذا دليل على أن علياً لم يغسل فاطمة.

فالجواب أن هذه الرواية لا تصح.

-كما قال ابن حزم في المحلى (175/5)

-وابن الجوزي في الموضوعات (277/3)

-وقال الشيخ أحمد شاكر: ولعلها من مفتريات الشيعة

● ابن مسعود کا اپنی بیوی کو غسل دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو غسل دیا یہ روایات سند کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں لہذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں، اور خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت علی سے سوال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس عمل کو درست نہیں سمجھتے.

أنَّ ابنَ مسعودٍ غسَّل امرأتَه حيثُ ماتتْ.

-الراوي: عبدالرحمن بن الأسود.

-المحدث: الإمام أحمد .

-المصدر: العلل ومعرفة الرجال.

-الصفحة أو الرقم: 190/3.

-خلاصة حكم المحدث: ما انكره.

خلاصہ کلام

یہ مسئلہ صحابہ کرام کے زمانے سے ہی اختلافی مسئلہ رہا ہے، لہذا اس مسئلے میں کسی بھی جانب شدت کا اختیار کرنا درست نہیں کیونکہ اگر ایک طرف حضرت علی کا عمل ہے تو دوسری طرف حضرت عمر کا عمل ہے . لیکن چونکہ زمانے کا فساد غالب ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ مردوں کو مرد غسل دے اور عورتوں کو عورت ہی غسل دے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر36

شب براءت کا تعین (قسط نمبر 1)

الجواب باسمہ تعالی

پندرہ شعبان کی رات جو شب برات کے نام سے مشہور ہے اس کے متعلق چند اہم امور پر بحث لازم ہے:

قال تعالى:

{حم ○ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ○ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ○ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ○ أَمْراً مِّنْ عِندِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ○ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}

1) اس آیت میں لیلۃ مبارکہ سے کونسی رات مراد ہے؟

2) اس رات کی فضیلت میں وارد روایات کا درجہ اور حکم.

3) اس رات کے متعلق جمہور امت کا عمل.

4) اس رات کے متعلق اکابرین دیوبند کے اقوال.

● سورہ دخان میں کونسی رات مراد ہے

جمہور مفسرین ومحدثین اس آیت میں لیلۃ مبارکۃ سے مراد شب قدر کی رات لیتے ہیں اور یہ قول ابن عباس، قتادہ، حسن بصری، قرطبی، نووی، ابن حجر، ابن کثیر جیسے عظیم مفسرین کا ہے.(رحمهم الله)

- قال الإمام النووي رحمه الله تعالى في شرحه لصحيح مسلم: «قال العلماء: وسميت ليلة القدر لما يكتب فيها للملائكة من الأقدار والأرزاق والآجال التي تكون في تلك السنة كقوله تعالى: {فيها يفرق كل أمر حكيم}» [شرح مسلم للنووي، كتاب الصيام، باب فضل ليلة القدر}

- وبذلك قال ابن حجر في الفتح: «ورواه عبد الرزاق وغيره من المفسرين بأسانيد صحيحة عن مجاهد وعكرمة وقتادة وغيرهم» [فتح الباري، كتاب فضل ليلة القدر، باب فضل ليلة القدر}

- قال ابن كثير: وقوله: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} [الدخان:4] أي في ليلة القدر من اللوحِ المحفوظ إلى الكتبة أمر السنة، وما يكون فيها من الآجال والأرزاق وما يكون فيها إلى آخرها. وهكذا روي عن ابن عمر ومجاهد وأبي مالك والضحاك وغير واحد من السلف. [تفسير ابن كثير فی تفسیر سورة الدخان}

- قال ابن كثير: يقول الله تعالى مخبراً عن القرآن العظيم أنه أنزله في ليلة مباركة، وهي ليلة القدر كما قال عز وجل: {إِنَّا أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ} [القدر:1] وكان ذلك في شهر رمضان كما قال تبارك وتعالى: {شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِى أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْآنُ} [البقرة:581].[تفسير ابن كثير، تفسير سورة الدخان}

- وقال القاضي أبوبكر بن العربي: وجمهور العلماء على أنها ليلةالقدر. ومنهم من قال: إنها ليلة النصف من شعبان؛ وهو باطل لأن الله تعالى قال في كتابه الصادق القاطع: {شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيَ أُنْزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْآنُ} (البقرة: 185) فنصّ على أن ميقات نزوله رمضان، ثم عيّن من زمانه الليل هاهنا بقوله: {فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ}؛ فمن زعم أنه في غيره فقد أعظم الفِرْية على الله، وليس في ليلة النصف من شعبان حديث يعوّل عليه لا في فضلها ولا في نسخ الآجال فيها فلا تلتفتوا إليها. [تفسير القرطبي، تفسير سورة الدخان}

- قال رجل للحسن: أرأيت ليلة القدر، أفي كل رمضان هي؟ قال: نعم والله الذي لا إله إلاَّ هو، إنها لفي كل رمضان، وإنها الليلة التي يُفرق فيها كل أمر حكيم، يقضي الله كلّ أجل وخلق ورزق إلى مثلها. [تفسير الطبري، تفسير سورة الدخان}

- قال ابن عباس: يُحْكم اللّهُ أمرَ الدنيا إلى قابل في ليلةالقدر ما كان من حياة أو موت أو رزق. (قاله قتادة ومجاهد والحسن وغيرهم)

■ اس رات سے مراد شب برات ہے

سورہ دخان میں "لیلۃ مبارکۃ" سے مراد شب برات ہے، اس قول کو بھی مفسرین نے ذکر کیا ہے لیکن جہاں جہاں اس قول کو ذکر کیا ہے وہیں پر اس قول پر رد بھی کیا ہے.

● جیسے تفسیر ابن کثیر میں ہے:

واختار صاحب كتاب العروس، أن الليلة التي يفرق فيها كل أمر حكيم ليلة النصف من شعبان، وأنها تسمى ليلة البراءة. وقد ذكرنا قوله والرد عليه وأن الصحيح إنما هي ليلةالقدر.

•ومن قال: إنها ليلة النصف من شعبان كما روي عن عكرمة فقد أبعد النجعة، فإنّ نص القرآن أنها في رمضان، والحديث الذي رواه عبدالله بن صالح عن الليث عن عقيل عن الزهري، أخبرني عثمان بن محمد بن المغيرة بن الأخنس قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى إن الرجل لينكح ويولد له وقد أخرج اسمه في الموتى» فهو حديث مرسل ومثله لا يعارض به النصوص. [تفسير ابن كثير، تفسير سورة الدخان]

•قال القرطبي وقال آخرون: بل هي ليلة النصف من شعبان.

●والصواب من القول في ذلك قول من قال: عنى بها ليلة القدر.

•وقوله: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} اختلف أهل التأويل في هذه الليلة التي يُفرق فيها كلّ أمر حكيم، نحو اختلافهم في الليلة المباركة، وذلك أن الهاء التي في قوله: "فِيها" عائدة على الليلة المباركة، فقال بعضهم: هي ليلةالقدر، يُقْضَى فيها أمر السنة كلها من يموت، ومن يولد، ومن يعزّ، ومن يذل، وسائر أمور السنة.

ذكر من قال ذلك:

•حدثنا مجاهد بن موسى، قال: ثنا يزيد، قال: أخبرنا ربيعة بن كلثوم، قال: كنت عند الحسن، فقال له رجل: يا أبا سعيد! ليلةالقدر في كلّ رمضان؟ قال: إي والله، إنها لفي

كلّ رمضان، وإنها الليلة التي يُفرق فيها كل أمر حكيم، فيها يقضي الله كلّ أجل وأمل ورزق إلى مثلها. {تفسير القرطبي، تفسير سورة الدخان}

•وقال عكرمة: الليلة المباركة هاهنا ليلة النصف من شعبان.
والأوّل أصح أي أنها ليلة القدر. {تفسير القرطبي، تفسير سورة الدخان}
وبذلك يتضح الحق وينجلي الغبار، فهاهم علماء الأمة المحدثون: ابن حجر والنووي، وكذلك المفسرون ابن كثير والقرطبي والطبري وابن العربي يقررون على لسان ابن عباس وقتادة والحسن بأسانيد صحيحة أنّ الليلة التي يفرق فيها كلّ أمر حكيم هي ليلة القدر وليس غيرها؛ بل إنّ ابن العربي ذهب إلى التشديد في ذلك فقال: فمن زعم غير ذلك فقد أعظم الفِرْية على الله.
☆اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا إتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه.(آمين)

● جس رات میں فیصلے ہوتے ہیں.

قال تعالى: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} [الدخان:4}
قال ابن كثير رحمه الله: "وقوله: {فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} أي: في ليلةالقدر يفصل من اللوح المحفوظ إلى الكتبة أمر السنة، وما يكون فيها من الآجال والأرزاق، وما يكون فيها إلى آخرها. وهكذا روي عن ابن عمر، وأبي مالك، ومجاهد، والضحاك، وغير واحد من السلف" [تفسير القرآن العظيم (246/7)}

•فقد قال القاضي أبو بكر ابن العربي في كتاب (أحكام القرآن، ج:117/4) وليس في ليلة النصف من شعبان حديث يعول عليه لا في فضلها، ولا في نسخ الآجال فيها، فلا تلفتوا إليها.....اه
ومن الأحاديث التي أشار إليها ابن العربي فيما يتعلق بنسخ الآجال: ما رواه الدينوري عن راشد بن سعد: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "في ليلة النصف من شعبان يوحي الله إلى ملك الموت بقبض كل نفس يريد قبضها في تلك السنة."
●وهذا حديث مرسل، والمرسل من قسم الضعيف .

•وروى ابن جرير عن عثمان بن محمد بن المغيرة: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى إن الرجل لينكح ويولد له، وقد اخرج اسمه في الموتى."

●وهذا أيضاً مرسل.

•وروى ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن عكرمة قال في تفسير قوله تعالى: {إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ○ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ} [الدخان:3-4.] في ليلة النصف من شعبان يبرم أمر السنة، وينسخ الأحياء من الأموات، ويكتب الحاج، فلا يزاد فيهم ولا ينقص.

●وهذا أثر مقطوع من قول عكرمة، وجمهور المفسرين من الصحابة والتابعين، وأئمة التفسير على أن المراد بالآية ليلةالقدر، لأنها هي التي نزل فيها القرآن.

•قال الشيخ السعدي رحمه الله: "يفصل ويميز ويكتب كل أمر قدري وشرعي حكم الله به، وهذه الكتابة والفرقان الذي يكون في ليلةالقدر إحدى الكتابات التي تكتب وتميز فتطابق الكتاب الأول الذي كتب الله به مقادير الخلائق وآجالهم وأرزاقهم وأعمالهم وأحوالهم، ثم إن الله تعالى قد وكل ملائكة تكتب ما سيجري على العبد وهو في بطن أمه ثم وكلهم بعد خروجه إلى الدنيا، وكل به كراما كاتبين، يكتبون ويحفظون عليه أعماله، ثم إنه تعالى يقدر في ليلةالقدر ما يكون في السنة، وكل هذا من تمام علمه وكمال حكمته، وإتقان حفظه، واعتنائه تعالى بخلقه". (تفسير السعدي، ص: 771)

●إن مما زاد هذه الليلة بركة وتعظيما أن القرآن الكريم أُنزل فيها، قال تعالى: {إنا أنزلناه في ليلة القدر} [القدر:1}

•قال الشيخ السعدي رحمه الله: "وذلك أن الله تعالى، ابتدأ بإنزاله في رمضان في ليلةالقدر، ورحم الله بها العباد رحمة عامة، لا يقدر العباد لها شكرا".
(تفسير السعدي، ص:931)

●مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

اور شب برات کا ثبوت صرف ضعیف احادیث سے ہے، قرآن کریم میں اس کا تذکرہ نہیں اور سورہ دخان کی ابتدائی آیات میں شب قدر کا ذکر ہے. بعض مقررین جو ان آیات کو شب برات پر فٹ کرتے ہیں وہ غلط ہے اس لئے کہ قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے، شب برات میں نہیں۔(تحفہ الالمعی، ج:3/ 115)

خلاصہ کلام

وہ عظیم رات جس میں تقدیر لکھے جاتے ہیں یا رزق کی تقسیم کے معاملات کئے جاتے ہیں جمہور مفسرین کے ہاں وہ لیلہ القدر یعنی رمضان کی رات ہے نہ کہ شعبان کی پندرہویں رات اور یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 36

شب برات کے متعلق روایات (قسط نمبر 2)

اس رات کے بارے میں جتنی روایات وارد ہیں ان سب پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ سب سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور اس باب میں کوئی صحیح السند روایت موجود نہیں، البتہ بعض محدثین نے ان روایات کو ضعیف جدا اور موضوع قرار دیا ہے، جبکہ راجح اور بہتر بات یہ ہے کہ روایات میں ضعیف جدا بھی موجود ہیں لیکن بالکلیہ یہ مضمون موضوع اور من گھڑت نہیں ہے.

■روایات کی تحقیق

1. عن معاذ بن جبل رضى الله عنه عن النبي ﷺأنه قال: "يطلع الله إلى خلقه ليلة النصف شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا مشرك أو مشاحن."

اللہ تعالی شب برات میں اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتے ہیں اور سوائے مشرک اور کینہ پرور کے سب کی مغفرت فرماتے ہیں.

-أخرجه ابن حبّان في صحيحه (ج12، ص481)

-والطبراني في المعجم الكبير (ج2، ص108)

-وفي المعجم الأوسط (ج7، ص397)

-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7، ص415)

-وأبو نعيم في الحليه (ج5، ص191) من طريق أبي خليد عتبة بن حماد عن الأوزاعي عن مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل.

قلت: وهذا سنده ضعيف؛ فيه مكحول الشامي وهو مدلس؛ وقد عنعن ولم يصرح بالتحديث.

-قال الذهبي في السير (ج5، ص156): روى أيضاً عن طائفة من قدماء التابعين، وما أحسبه لقيهم، كأبي مسلم الخولاني، ومسروق، ومالك بن يخامر.

وهذا سنده ضعيف وله علتان:

○الأولى: الانقطاع بين ابن ثوبان ومكحول.

○الثانية: مكحول الشامي مدلس كما تقدم.

-قال ابن أبي حاتم في العلل (ج2ص173): سألت أبي عن حديث رواه أبو خليد القاري عن الأوزاعي عن مكحول وعن ابن ثوبان عن أبيه عن مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يطلع الله تبارك وتعالى ليلةالنصف من شعبان الى خلقه."

قال أبي: هذا حديث منكر بهذا الإسناد)....اه

اس روایت کے ضعف کی وجہ مکحول شامی ہے، یہ راوی مدلس ہے اور جن راویوں سے روایت نہیں بھی سنی ہوتی ان کی طرف "عن" سے نسبت کرتا ہے.

2. أما حديث علي بن أبى طالب رضى الله عنه.

-أخرجه ابن ماجة في سننه (ج1ص444)

-وابن بشران في الأمالي (ص306)

-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7، ص407)

-وفي فضائل الأوقات (ص122)

-والمزي في تهذيب الكمال (ج33، ص107)

-وعبدالغني المقدسي في الترغيب في الدعاء (ص38)

-والديلمي في الفردوس (ج1، ص259) من طرق عن أبي بكر بن عبدالله بن محمد بن أبي سبرة عن إبراهيم بن محمد عن معاوية بن عبدالله بن جعفر عن أبيه عن علي بن أبي طالب مرفوعاً بلفظ: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول ألا من مستغفر لي فأغفر له؟ ألا من مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه، ألا كذا ألا كذا، حتى يطلع الفجر."

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب پندرہ شعبان کی رات ہو تو رات کو عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ رب العزت مغرب کے وقت آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں.... الی آخرہ.

قلت: وهذا سنده موضوع وله علتان:

○الأولى: أبوبكر بن عبدالله بن محمد بن أبي سبرة.

-قال عنه أحمد: ليس بشيء، كان يضع الحديث ويكذب.

-وقال البخاري وابن المديني: منكر الحديث.

-وقال النسائي: متروك الحديث.

-وقال ابن حجر: رموه بالوضع.

○الثانية: إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى أبوإسحاق الأسلمي.

-كذبه يحيى بن سعيد القطان وابن حبّان وابن معين وأبوحاتم.

-وقال البخاري: قدري جهمي تركه ابن المبارك والناس.

-انظر التاريخ الكبير للبخاري (ج8، ص9)

-وتهذيب الكمال للمزي (ج33، ص12)

-والمعرفة والتاريخ للفسوي (ج3، ص4)
-وتاريخ بغداد للخطيب (ج14، ص370)
-والمجروحين لابن حبان (ج3، ص147)
-وميزان الإعتدال للذهبي (ج4، ص503)
-والكاشف له (ج3، ص275)
-ولسان الميزان لابن حجر (ج7، ص455)
-والتهذيب له (ج6ص294)

•قلت: وأعله البوصيري في مصباح الزجاجة (ج1، ص446) بأبي بكر بن عبدالله بن محمد بن أبي سبرة فقط .

•وقال الحافظ العراقي في المغني (ج1، ص157): حديث صلاة ليلة النصف من شعبان حديث باطل ولابن ماجة من حديث علي: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها."
وإسناده ضعيف.... أهـ

•وأورده الألباني في ضعيف الجامع (752) وقال: موضوع.

اس روایت میں ابن سبرہ ہے اور یہ راوی من گھڑت روایات بناتا تھا.

3. وأما حديث عائشة رضي الله عنها،

اس روایت کے تین طرق ہیں:

.1عروة بن الزبير عنها.
-أخرجه الترمذي في سننه (ج3ص116)
-وابن ماجة في سننه (ج1ص444)
-وابن أبي شيبة في المصنف (ج6ص109)
-وابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2ص66)
-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7ص408) من طريق الحجاج بن أرطاة عن يحيى بن أبي كثير عن عروة بن الزبير عن عائشة مرفوعاً بلفظ "فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلّم ذات ليلة فإذا هو بالبقيع رافع رأسه الى السماء فقال: أكنت تخافين أن

يحيف الله عليك ورسوله؟ قالت: ماذلك يارسـول الله؛ ولكني ظننت أنك أتيت بعض نسائك. قال: ان الله عزوجـل ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السمـاء الدنيا، فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ کو بستر پر نہ پایا اور میں آپ کی تلاش میں نکلی تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام بقیع میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کھڑے تھے اور فرمایا کہ اے عائشہ! آج اللہ تعالی بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت کرتے ہیں.

قلت: وهذا سنده ساقط منقطع في موضعين :

○الأول: بين الحجاج بن أرطاة ويحيى بن أبي كثير.

-قال البخـاري: الحجاج بن أرطاة لم يسمع من يحيى بن أبي كثير.

-وقال العجلي: كان يرسـل عن يحيى بن أبي كثير ولم يسمع منه.

○الثاني: بين يحيى بن أبي كثير و عروة بن الزبير.

-قال البخاري وأبوزرعـة وأبوحاتم والمزي: يحيى بن أبي كثير لم يسمع من عروة.

-وقال الترمذي في سننه (ج3، ص117): (سمعت محمد -أي البخـاري- يضعف هذا الحديث)

روایت کے متابعات

1) وتابع يحيى بن كثير عليه هشام بن عروة عنه به.

-أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2، ص67)

-وابن حجـر في الأمـالي

المطلقة (ص120)

-والطبراني في الدعاء (ص194)

-والـدارقطني في النـزول (ص155) من طريق سليمان بن أبي كريمة عن هشام بن عـروة عن ابيه عن عائشة مرفوعاً به .

۞وهذا سنده ساقط لان فيه سليمـان بن أبي كريمة.

-قال عنه ابن عدي: عامة أحاديثه مناكير.

-وقال أبو حاتم: ضعيف الحديث.

-وقال العقيلي: يحدث بمناكير لا يتابع على كثير منها.

2) عبدالله بن أبي مليكة عنها.

•أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2ص69) من طريق سعد بن الصلت عن عطاء بن عجلان عن عبدالله بن أبي مليكة عنها به.

وهذا سنده واهٍ جداً لان فيه عطاء بن عجلان العطار الحنفي المصري.

-قال عنه أبن معين والفلاس والجوزجاني: كذاب.

-وقال البخاري وأبوحاتم: منكر الحديث.

-وقال أبن المديني وأبو داود: ليس بشيء.

3) العلاء بن الحارث عنها.

•أخرجه البيهقي في شعب الإيمان (ج7ص415) من طريق عبدالله بن وهب قال: حدثنا معاوية بن صالح عن العلاء بن الحارث عنها به.

۞قلت: وهذا سنده منقطع بين العلاء بن الحارث وعائشة رضي الله عنها .

•قال المنذري تعليقا على قول البيهقي: مرسل جيد، يعني أن العلاء لم يسمع من عائشة.

قلت: وهو كما قال لأن العلاء ولد بعد وفاة عائشة رضي الله عنها بثمان سنوات فالإسناد ضعيف.

•والكامل لابن عدي (ج4، ص248)

-وميزان الإعتدال للذهبي (ج2، ص221)

-ولسان الميزان لابن حجر (ج3ص102)

-انظر التاريخ الكبير للبخاري (ج6، ص476)

-وتهذيب الكمال للمزي (ج20، ص94)

-وسنن الترمذي (ج3، ص496)

-والمجروحين لابن حبّان (ج2، ص129)

-والضعفاء والمتروكين للنسائي (ص193)

-وميزان الإعتدال للذهبي (ج3، ص75)

- اس روایت کے مختلف طرق ہیں لیکن تمام طرق میں ضعف کی وجوہات موجود ہیں لیکن فی نفسہ یہ روایت ضعیف درجہ میں ثابت ہے۔

4. وأما حديث عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما.

•أخرجه احمد في المسند (ج6، ص197) من طريق عبدالله بن لهيعة قال: حدثنا حي بن عبدالله عن أبي عبدالرحمن الحبلي عن عبدالله بن عمرو مرفوعاً بلفظ: "يطلع الله عز وجل الى خلقه ليلة النصف من شعبان فيغفر لعباده الا لاثنين مشاحن وقاتل نفس."

- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت اس رات میں تمام مخلوق کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے خودکشی کرنے والے اور کینہ پرور کے۔

وهذا سنده ضعيف جداً وله علتان:

<u>الأولي:</u> عبدالله بن لهيعة الحضرمي المصري.

-ضعفه أبوزرعة وأبوحاتم وابن معين والنسائي والدارقطني.

-وقال البخاري: كان يحيي بن سعيد لا يراه شيئاً.

-وقال الجوزجان: لا نور على حديثه ولا ينبغي أن يحتج به.

-انظر الضعفاء الصغير للبخاري (ص134)

-والضعفاء والمتروكين للنسائي (ص135)

-ميزان الإعتدال للذهبي (ج2، ص475)

-والتهذيب لابن حجر (ج3، ص272)

○<u>الثانية:</u> حي بن عبدالله بن شريح المعافري.

-قال عنه أحمد: أحاديثه مناكير.

-وقال البخاري: فيه نظر.

-النسائي: ليس بالقوي.

-وقال مرة: متروك.

اس روایت میں:

۱. "عبداللہ بن لھیعۃ" ایک راوی ہے جو شاید اسماء الرجال کا سب سے متنازعہ فیہ راوی ہے، بعض محدثین اس کی روایات کو مطلقا رد کرتے ہیں اور بعض قبول کرتے ہیں.

۲. دوسرا راوی "حی بن عبد اللہ المعافری" ہے جو کہ ضعیف راوی ہیں.

5. وأما حديث أبي موسى الأشعري رضى الله عنه.

-أخرجه ابن ماجة في سننه (ج1ص445)

-والمزي في تهذيب الكمـال (ج9ص309)

-والبيهقي في فضائل الأوقات (ص132) من طريق ابن لهيعة عن الزبير بن سليم عن الضحاك بن عبدالرحمـن بن عزرب عن أبيه عن أبي موسى الأشعري مرفوعاً به.

۞وهذا سنده ساقط وله ثلاث علل:

○<u>الأولى:</u> عبدالله بن لهيعة الحضرمي المصـري وهو ضعيف كما تقدم.

-انظر التاريخ الكبير للبخاري (ج3ص76)

-والضعفاء والمتروكين للنسائي (ص90)

-وميزان الإعتدال للذهبي (ج1، ص623)

-والتهذيب لابن حجر (ج2، ص47)

-قال ابن حجر في نزهة النظر (ص139): متى توبع السيئ الحفظ بمعتبر، كأن يكون فوقه أو مثله لا دونه.

-انظر الجرح والتعديل لابن أبي حاتم (ج3ص153)

-وتهذيب الكمــال للمزي (ج9ص191)

<u>الثانية:</u> الزبير بن سليم.

-قال عنه الذهبي وابن حجر: مجهول.

<u>الثالثة:</u> عبدالرحمن بن عرزب.

-قال عنه ابن حجر: مجهول.

اس سند میں ابن لھیعۃ کے علاوہ زبیر بن سلیم اور عبد اللہ بن عزرب مجہول راوی ہونے کی وجہ سے یہ روایت بھی ضعیف ہے.

6. وأما حديث أبي بكر الصديق رضى الله عنه.

-أخرجه أبن عدي في الكامل (ج6ص535)

-وابن الجوزي في العلل المتناهيــة (ج2ص66)

-والبيهقي في شعب الإيمان (ج7ص412)

-والبغوي في شرح السنة (ج4، ص127)

-وفي التفسير (ج7ص227)

-والبزار في المسند (ج1ص207) من طرق عن عبدالله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن عبدالملك بن عبدالملك عن المصعب بن أبي الذئب عن القاسم بن محمد عن عمه أو عن أبيه عن أبي بكر مرفوعاً بلفظ: "ينزل الله جل ثناؤه ليلة النصف من شعبان الى السمـاء الدنيا فيغفر لكل نفس الا أنسان في قلبه شحناء أو مشركاً بالله."

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سب کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور کے.

-انظر ميزان الإعتدال للذهبي (ج2ص67)

-والتقريب لابن حجر (ص335)

-انظر التقريب لأبن حجر (ص590)

-انظر ميزان الإعتدال للذهبي (ج2، ص322)

-والتهذيب لابن حجر (ج2ص560)

-والتقريب له (ص457)

قلت: وهذا سنده منكر وله علتان:

○الأولى: عبدالملك بن عبدالملك.

-قال عنه البخـاري: فيه نظر.

-وقال ابن حبّـان: منكر الحديث جداً يروي مالا يتابع عليه .

☆فالأولى من أمره: ترك ما أنفرد به من أخبار.

○الثانية: مصعب بن أبي الذئب.

-قال أبو حاتم: لا أعرفه يعنى هو مجهول.

-قال ابن عدي في الكامل (ج6ص535): وهو حديث منكر بهذا الإسناد.

-وقال ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2ص66): هذا حديث لا يصح ولا يثبت.

اس روایت میں عبد الملک بن عبد الملک اور مصعب بن الذئب دونوں راویوں پر شدید کلام ہوا ہے۔

7. وأما حديث أبي هريرة رضى الله عنه.

-أخرجه ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج2، ص67)

-والبزار كما في كشف الأستار (ج2، ص436) من طريق عبدالله بن غالب قال حدثنا هشام بن عبدالرحمن الكوفي عن الأعمش عن أبي صالح عنه به.

قلت: وهذا سنده واهٍ وله علتان:

○ الأولى: عبدالله بن الغالب العباداني.

-قال عنه ابن حجر: مستور.

○ الثانية: هشام بن عبدالرحمن الكوفي.

-مجهول ترجم له البخاري ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلاً.

-وقال الهيثمي: لم أعرفه.

-قال ابن الجوزي في العلل المتناهية (ج 2، ص70): وهذا لا يصح وفيه مجاهيل.

اس روایت میں بھی دو راوی ضعیف ہیں: عبد اللہ بن الغالب العبادانی اور ھشام بن عبد الرحمن الکوفی۔

8. وأما حديث أبي امامة الباهلي.

أخرجه الشجري في الأمالي (ج2، ص100) من طريق ابراهيم بن يوسف قال حدثنا المسيب بن شريك عن جعفر بن الزبير عن القاسم أبي امامة مرفوعاً به.

قلت: وهذا سنده أوهن من بيت العنكبوت، وله علتان:

○ الاولى: جعفر بن الزبير الحنفي الشامي.

-قال عنه البخاري وأبوحاتم والدارقطني والنسائي ويعقوب بن سفيان: متروك.

-وقال علي بن المديني: لا يكتب حديثه لا يسوى شيئاً.

-وقال أبوزرعة وابن معين: ليس بشيء.

اس روایت میں جعفر بن زبیر شامی ضعیف راوی ہے۔

9. وأما حديث أبي ثعلبة الخشني.

-أخرجه ابن أبي عاصم في السنة (ج1، ص356)

-واللالكائي في السنة (ج2، ص493) من طريق محمد بن حرب عن الأحوص بن حكيم عن مهاصر بن حبيب عن أبي ثعلبة مرفوعاً بلفظ: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان يطلع الله عز وجل الى خلقه فيغفر للمؤمنين ويترك أهل الضغائن وأهل الحقد بحقدهم."

قلت: وهذا سنده مضطرب منكر، فيه الأحوص بن حكيم عمير الهمداني الحمصي.

-قال عنه ابن المديني: لايكتب حديثه.

-وقال أبوحاتم والدارقطني: منكر الحديث.

-وقال أحمد: ضعيف لا يسوى حديثه شيئا.

-وقال مرة: لا يروى عنه.

-وقال ابن حبّان: يروي المناكير عن المشاهير.

اس روایت میں احوص بن حکیم الحمصی ضعیف راوی ہے۔

10. وأما حديث عوف بن مالك.

أخرجه البزار في المسند(ج7ص186) من طريق أحمد بن منصور قال حدثنا أبوصالح الحراني -يعني عبدالغفار بن داود- قال حدثنا عبدالله بن لهيعة عن عبدالرحمن بن زياد بن أنعم عن عبادة بن نسي عن كثير بن مرة عنه به.

قلت: وهذا سنده ضعيف جداً وله علتان:

○ الأولى: عبدالله بن لهيعة الحضرمي، ضعيف وقد تقدم.

○ الثانية: عبدالرحمن بن زياد بن أنعم الأفريقي.

-قال عنه أحمد: ليس بشيء.

-وضعفه ابن معين الدارقطني والنسائي وأبو زرعة وأبو حاتم وابن حجر.

-وقال الترمذي: ضعيف عند أهل الحديث.

وأورده ابن حجر في مختصر زوائد البزار (ج2، ص212) وقال: (إسناده ضعيف)

اس روایت میں عبد الرحمن بن زیاد افریقی ضعیف راوی ہے۔

خلاصہ کلام

تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں جتنی بھی روایات وارد ہوئی ہیں وہ سب اپنے تمام طرق سمیت ضعیف ہیں اور کوئی بھی روایت صحت کے درجے تک نہیں پہنچتی.

اختلاف کی وجہ:

۱. محدثین کی ایک جماعت ایسی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ضعیف روایت پر عمل اس وقت کیا جائے جب وہ عمل کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو، جبکہ شب برات کی فضیلت اور تخصیص کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں، لہذا اس رات کا کوئی ثبوت ہی نہیں.

۲. محدثین کی دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو اس وقت رد کیا جاتا ہے جب کہ اس کا مضمون کسی صحیح روایت سے ٹکراتا ہو، یہاں پر اگرچہ تمام روایات اپنے تمام طرق سے کمزور ہیں لیکن کسی صحیح روایت سے انکا ٹکراؤ نہیں ہوتا، لہذا اس پر عمل کیا جاسکتا ہے.

بہرحال یہ تمام روایات اپنے ضعف کے باوجود اس رات کی اہمیت کو کسی قدر ضرور واضح کرتی ہیں.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 36

اکابرین امت کے اس رات کے متعلق اعمال واقوال (قسط نمبر 3)

عبدالرحمن بن زید بن اسلم جو کہ تبع تابعین اور اہل مدینہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء اور بزرگان دین اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں شب کو کوئی خاص فضیلت نہیں دیتے تھے.

قال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم (وهو من أتباع التابعين من أهل المدينة): "لم أدرك أحداً من مشيختنا ولا فقهائنا يلتفتون إلى ليلة النصف من شعبان، ولم ندرك أحداً منهم يذكر حديث مكحول ولا يرى لها فضلاً على سواها من الليالي". أخرجه ابن وضاح بإسناد صحيح في ما جاء في البدع (رقم 119)

ابن ابی ملیکہ جو کہ اکابر تابعین میں سے ہیں اور فقہائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے؛ کسی نے ان سے عرض کیا کہ زیاد النمیری اس رات کو شب قدر کے برابر رات کہتے ہیں تو فرمایا کہ اگر وہ میرے سامنے ایسی بات کہہ دے تو میں اسکو لاٹھی سے مارونگا.

وقال ابن أبي مُليكة (وهو من جِلّة التابعين وفقهائهم بالمدينة)، وقيل له: إن زياداً النميري يقول: إن ليلة النصف من شعبان أجْرُها كأجر ليلة القدر، فقال: لو سمعته يقول ذلك وفي يدي عصاً لضربته بها.

أخرجه عبد الرزاق في المصنف (رقم 7928)، وابن وضاح في ما جاء في البدع (رقم 120) بإسناد صحيح.

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اس رات اللہ رب العزت آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں تو جواب دیا کہ آسمان دنیا پر تو اللہ تعالی ہر رات تشریف لاتے ہیں تو اس رات کی کیا تخصیص ہے.

ولما سئل عبد الله بن المبارك عن النزول الإلهي ليلة النصف من شعبان قال للسائل: "يا ضعيف! ليلة النصف؟! ينزل في كل ليلة" أخرجه أبو عثمان الصابوني في اعتقاد أهل السنة (رقم 92)

قاضی ابو بکر ابن العربی فرماتے تھے کہ نصف شعبان کے متعلق کوئی ایسی مضبوط روایت نہیں جس سے عبادت کیلئے اس رات کی تخصیص ثابت ہوتی ہو یا یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ اس رات میں زندگی موت کے فیصلے ہوتے ہیں.

قال القاضي أبو بكر ابن العربي رحمه الله:

"وليس في ليلة النصف من شعبان حديث يُعوَّلُ عليه، لا في فضلها، ولا في نسخ الآجال فيها، فلا تلتفتوا إليها" انتهى.

"أحكام القرآن" (117/4)

علامہ ابن رجب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ شامی تابعین جیسے خالد بن معدان مکحول لقمان بن عامر جیسے بزرگان دین اس رات کی تعظیم کرتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے.

وقال ابن رجب في لطائف المعارف (263) : "وليلةُ النصف من شعبان كان التابعون من أهل الشام، كخالد بن معدان، ومكحول، ولقمان بن عامر وغيرهم يُعظّمونها ويجتهدون فيها في العبادة، وعنهم يأخذ الناس فضلها وتعظيمها.

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ان فضائل کی بنیاد زیادہ تر اسرائیلی روایات ہیں کیونکہ مکحول شامی جو شب برات کی اکثر روایات کے راوی ہیں وہ کعب اَحبار سے روایات لیا کرتے تھے،لہذا اسرائیلیات ہونے کی وجہ سے کچھ حضرات نے ان باتوں کو تسلیم کیا اور بعض نے اس کا انکار کیا.

وقد قيل: إنه بلغهم في ذلك آثار إسرائيلية، فلما اشتهر ذلك عنهم في البلدان اختلف الناس في ذلك، فمنهم من قبله منهم ووافقهم على تعظيمها منهم طائفة من عُبّاد أهل البصرة وغيرهم، وأنكر ذلك أكثر العلماء من أهل الحجاز منهم عطاء وابن أبي مُليكة، ونقله عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن فقهاء أهل المدينة.

■ امام مالک کا قول:

قال مالك وغيرهم: ذلك كلّه بدعة."

وأما قول ابن رجب من أن مرجع تعظيم هذه الليلة إلى الإسرائيليات فقد وجدُت ما يشهد له، من أن مكحولاً الشامي (وهو مرجع أكثر طرق الحديث كما سبق) قد رُوي هذا الحديث عنه في بعض الوجوه عن كعب الأحبار؛ كما تراه في كتاب النزول للدارقطني (162-164، 168 رقم 88)، وانظر لطائف المعارف أيضاً (264)

■ اَمام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل سے کوئی واضح بات اس رات کے متعلق ثابت نہیں.

ونقله ابن رجب في لطائف المعارف (264): "ولا يُعرف للإمام أحمد كلام في ليلة النصف من شعبان ."

اس رات کی فضیلت میں چونکہ زیادہ تر شامی اکابرین کی رائے اور عمل ہے لیکن شامی فقیہ امام اوزاعی اس رات کی فضیلت کا انکار کرتے تھے.

وأما تعظيم أهل الشام لهذه الليلة، فقد خالفهم في ذلك فقيه الشام الإمام الأوزاعي، فيما ذكره السبكي، ونقله عنه الزبيدي في تخريج إحياء علوم الدين (5211/1)، وفيما ذكره ابن رجب أيضاً في لطائف المعارف (263)

■ امام شافعی کا قول

امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس رات کو بہتر سمجھتے تھے لیکن انفرادی عبادت کے طور پر نہ کہ اجتماعی عبادت کو اور نہ ہی امام شافعی نے مستحب ہونے کی دلیل ذکر فرمائی۔

أما الشافعي فاستحب إحياءَها، كما في الأم (231/1)، لكن لم يذكر أن ذلك يكون بالاجتماع لها، ولم يذكر الشافعي دليل ذلك الاستحباب.

■ احناف کا قول

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی واضح قول نظر سے نہیں گذرا لیکن علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں
کہ اس رات کو عبادت کرنا مستحب ہے لیکن اجتماعی طور پر مساجد میں اس رات کی ترتیب بنانے کا عمل درست نہیں۔

قال ابن نجيم الحنفي: ومن المندوبات إحياء ليالي العشر من رمضان وليلتي العيدين وليالي عشر ذي الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الأحاديث وذكرها في الترغيب والترهيب مفصلة والمراد بإحياء الليل قيامه وظاهره الاستيعاب ويجوز أن يراد غالبه، ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد.

- اسی طرح فقہ حنفی کی ایک اور مشہور کتاب "حاوی القدسی" میں لکھا ہے کہ "اجتماعی نوافل کی جماعت درست نہیں، البتہ صرف رمضان میں تراویح کی جماعت کرائی جاسکتی ہے اور جتنی بھی نمازوں کی فضیلت کسی بھی رات میں ثابت ہے اس سے مراد انفرادی عبادت ہے، اجتماعی عبادت نہیں۔

قال في الحاوي القدسي: ولا يصلي تطوع بجماعة غير التراويح وما روي من الصلوات في الأوقات الشريفة كليلة القدر وليلة النصف من شعبان وليلتي العيد وعرفة والجمعة وغيرها تصلى فرادى، ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلاة الرغائب التي تفعل في رجب.

- علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس رات میں نفلی عبادت کرنی چاہیئے۔

قال ابن عابدين: وإحياء ليلة العيدين الأولى ليلتي بالتثنية أي ليلة عيدالفطر وليلة عيدالأضحى، والنصف أي وإحياء ليلة النصف من شعبان.

● علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ چند راتیں ایسی ہیں کہ جن میں عبادت کرنی چاہیئے لیکن اس کیلئے مسجدوں میں اجتماعات کرنا درست نہیں.

قال الشرنبلالي: وندب إحياء ليالي العشر الأخير من رمضان وإحياء ليلتي العيدين وليالي عشر ذي الحجة وليلة النصف من شعبان ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد.

▪اکابرین دیوبند کے اقوال

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شب برأت کے متعلق اپنے ایک بیان میں فرمایا:

اس رات میں کرنے کے دو کام ہیں، ایک تو جہاں تک ممکن ہو سکے عبادت کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو، نماز پڑھنا سب سے افضل ہے، لیکن اگر بیٹھ کر تسبیحات پڑھنا چاہو تو یہ بھی جائز ہے۔ غرضیکہ اللہ کی یاد میں جتنا وقت بھی گذار سکتے ہو گذارو، باقی سونے کا تقاضا ہو تو سو جاؤ، فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ضرور پڑھ لو، تو ایک یہ کہ جہاں ممکن ہو سکے عبادت میں وقت گذارا جائے، اور دوسرے یہ کہ یہ مانگنے کی رات ہے، کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے، کیا مانگا جائے؟ اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، دوسرے اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو، اور تیسرے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، لیجئے خدا تعالیٰ نے کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں، جتنا چاہے کھولو اور لو۔

(اصلاحی مواعظ ۲۸۶/۵)

▪شب برات کی حقیقت اور فضیلت

مفتی تقی عثمانی صاحب

[ماخوذ از: ماہنامہ البلاغ اگست 2010ء]

■شب برات کی فضیلت کی حقیقت:

شب برات کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی، ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بیشک کچھ کمزور ہیں اور ان احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور

ہو لیکن اس کی تایید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اسکی کمزوری دور ہو جاتی ہے، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ دس صحابہ کرام سے اسکی فضیلت میں روایات موجود ہیں لہٰذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بہت غلط ہے۔

■شب برات میں عبادت:

امت مسلمہ کے جو خیر القرون ہیں یعنی صحابہ کرام کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے، لوگ اس رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں، لہٰذا اس کو بدعت کہنا، یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں. صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں عبادت کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور اسکی خصوصی اہمیت ہے۔

■عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں:

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقے سے عبادت کی جائے، جیسے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے ایک طریقہ گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شبِ برات میں اس خاص طریقے سے نماز پڑہی جاتی ہے، مثلاً پہلی رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑہی جائے، دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑہی جائے وغیرہ وغیرہ. اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے بنیاد بات ہے بلکہ نفلی عبادت جس قدر ہوسکے وہ اس رات میں انجام دی جائے، نفل نماز پڑہیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں، ذکر کریں، تسبیح پڑہیں، دعائیں کریں، یہ ساری عبادتیں اس رات میں کی جاسکتی ہیں لیکن کوئی خاص طریقہ ثابت نہیں۔

■شبِ برات میں قبرستان جانا:

اس رات میں ایک اور عمل ہے جو ایک روایت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے. اب چونکہ حضور ﷺ اس رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شبِ برات میں قبرستان جائیں، لیکن میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک بڑی کام کی بات بیان فرمایا کرتے تھے جو ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے. فرماتے تھے کہ جو چیز رسول کریم ﷺ سے جس درجہ میں ثابت ہو اسی درجے میں اسے رکھنا چاہیئے، اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے، لہٰذا ساری حیاتِ طیبہ میں رسول کریم ﷺ سے ایک مرتبہ

جانا ثابت ہے کہ آپ شبِ برات میں جنت البقیع تشریف لے گئے. چونکہ ایک مرتبہ جانا مروی ہے اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاو تو ٹھیک ہے، لیکن ہر شب برات میں جانے کا اہتمام کرنا، التزام کرنا، اور اسکو ضروری سمجھنا اور اسکو شب برات کے ارکان میں داخل کرنا اور اسکو شب برات کالازمی حصہ سمجھنا اور اسکے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوئی، یہ اسکو اسکے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔

■ 15 شعبان کا روزہ:

ایک مسئلہ شب برات کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے. اسکو بھی سمجھ لینا چاہیئے، وہ یہ کہ سارے ذخیرہ حدیث میں اس روزہ کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب برات کے بعد والے دن روزہ رکھو لیکن یہ روایت ضعیف ہے لہذا اس روایت کی وجہ سے خاص پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں، البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے، لیکن 28 اور 29 شعبان کو حضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو، تاکہ رمضان کے روزوں کے لئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے۔

خلاصہ کلام

پندرھویں شعبان کے متعلق شدہ روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس رات کی فضیلت ثابت ہے. اب اس رات میں کیا خصوصیات ہیں اس کے بارے میں صراحتا کوئی بات صحیح ثابت نہیں لہذا اس کے متعلق علماء کی رائے ہر زمانے میں مختلف رہی ہے کچھ نے روایات کو دیکھتے ہوئے اسکو تقدیر کی تحریر کی رات قرار دیا جبکہ دوسرے طبقے نے ان روایات کے ضعف کو دیکھتے ہوئے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اس رات کی کوئی اتنی اہمیت نہیں ہے. اس میں فقط یہ رائے دی جاسکتی ہے کہ کونسا موقف زیادہ درست ہے. ہماری رائے میں شب برات کو تقدیر کی تحریر یا رزق کی تقسیم کی رات قرار دینا زیادہ درست نہیں بلکہ شب قدر کو قرار دینا زیادہ صحیح ہے. لیکن جن حضرات نے شب برات کو تقدیر کے لکھنے کی رات قرار دیا ہے چونکہ ان کے سامنے بھی روایات ہیں جو اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس قول کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ قوی قول نہیں. اس رات انفرادی عبادت بغیر کسی تداعی اور اجتماع کے کی جائے، روزے کی توفیق ہو تو نفلی روزہ سنت سمجھے بغیر رکھا جائے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 37

مہمان کا اکرام

سوال: آج کل یہ روایت بہت عام ہو رہی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ بہت زیادہ اپنے دوستوں کو اپنے گھر پر دعوت دیتا رہتا ہے اور وہ تھک جاتی ہے کھانے بنا بنا کے اور ان کی مہمانداری میں.

رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ عورت واپس چلی گئ. کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے شوہر کو بلوایا اور فرمایا: "آج میں تمہارا مہمان ہوں" وہ آدمی بہت خوش ہوا اور گھر جا کر اپنی بیوی کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ آج ہمارے مہمان ہیں. اس کی بیوی بے حد خوش ہوئی اور وقت لگا کر محنت سے ہر اچھی چیز تیار کرنے میں لگ گئ اپنے سب سے معزز مہمان رسول اللہ ﷺ کے لئے۔

اس زبردست پر تکلف دعوت کے بعد رسول ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ "اپنی بیوی سے کہنا کہ اس دروازے کو دیکھتی رہے جس سے میں جاؤنگا"۔ تو اس کی بیوی نے ایسا ہی کیا اور دیکھتی رہی کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کے گھر سے نکلتے ہی آپ کے پیچھے بہت سے حشرات، بچھو اور بہت سے مہلک حشرات بھی گھر سے باہر نکل گئے اور یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گئی۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ "یہ ہوتا ہے. جب تمہارے گھر سے مہمان جاتا ہے تو اپنے ساتھ ہر طرح کے خطرات، مشکلات اور آزمائشیں اور مہلک جاندار گھر سے باہر لے جاتا ہے اور یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ جو تم محنت کر کے اس کی خدمت مدارت کرتی ہو."

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ اگرچہ مشہور کیا گیا ہے لیکن در حقیقت یہ من گھڑت واقعہ ہے. حدیث کی کسی بھی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں یہ واقعہ موجود نہیں.

اس کے علاوہ بھی کچھ روایات مشہور کی جارہی ہیں:

1. جس گھر میں مہمان آتے جاتے رہتے ہیں اللہ تعالی اس گھر سے محبت کرتا ہے.
2. اس گھر سے بہتر اور کیا ہوگا جو ہر چھوٹے بڑے کے لئے کھلا رہے، ایسے گھر پر اللہ کی رحمت اور بخششیں نازل ہوتی رہتی ہیں.

یہ دونوں روایات کتب حدیث میں موجود نہیں.

3. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ کسی کا بھلا چاہتے ہیں تو اسے نوازتے ہیں"، انہوں نے پوچھا: کس انعام سے؟ اے اللہ کے رسول ﷺ. آپ نے فرمایا: "مہمان اپنا نصیب لے کر آتا ہے اور جاتے ہوئے گھر والوں کے گناہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے.

یہ روایت کئی طرق سے وارد ہے لیکن تمام طرق انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہیں.

أما ما يسنب إليه صلى الله عليه وسلم من قوله: "إذا أراد الله بقوم خيراً أهدى لهم هدية. قالوا: وما تلك الهدية؟ قال: الضيف ينزل برزقه، ويرتحل بذنوب أهل البيت."

١. فقد رواه الديلمي: "أخبرنا أبومحمد الحسن بن أحمد الحافظ كتابة أخبرنا أبوعثمان الصابونى ثنا عبد اللّٰه بن حامد أنا ابن بلال البزاز ثنا سحفويه بن ماربار ثنا معروف بن حسان ثنا زياد الأعلم عن الحسن عن أنس به."

قلت: معروف بن حسان منكر الحديث.

-قال ابن عدي: منكر.

٢ .ثم رواه من طريق آخر: قال أبوالشيخ حدثنا محمد بن أحمد بن معدان ثنا أيوب بن على بن الهيصر ثنا زياد بن سيار عن عزة بنت أبي قرصافة عن أبيها قال: قال رسول اللَّه صلى اللَّه عليه وسلم: "إذا أراد اللَّه بقوم خيرا أهدى إليهم هدية. قالوا يا رسول اللَّه! وما تلك الهدية؟ قال: الضيف ينزل برزقه ويرتحل وقد غفر اللَّه لأهل المنزل."

قلت: زياد بن سيار.

-قال البخاري: روى عنه الطيب بن زبان.

-قال ابن حبان: أحاديثه مستقيمة إذا كان دونه ثقة.

وفي توثيق ابن حبان ما فيه، و عزة بنت أبي قرصافة: مجهولة.

اس سند میں "عزہ" نامی راوی مجہول ہے.

٣ .ورواه أيضا من طريق أبي عبدالرحمن السلمى: ثنا محمد بن نصر بن أشكاب عن الحسين بن محمد بن أسد عن منصور ابن أسد عن أحمد بن عبداللَّه عن إسحاق بن نجيح عن عطاء الخراسانى عن أبي ذر عن النبي صلى اللَّه عليه وسلم قال: "الضيف يأتى برزقه ويرحل بذنوب القوم يمحص عنهم ذنوبهم."

قلت: آفته إسحاق بن نجيح، فهو إسحاق بن نجيح الأزدى، أبو صالح، ويقال أبو يزيد، الملطى.

-قال ابن حجر: كذوبه.

-قال أحمد: هو من أكذب الناس.

-وقال يحيى: معروف بالكذب ووضع الحديث.

-وقال يعقوب الفسوي: لا يكتب حديثه.

-وقال النسائي والدارقطني: متروك.

4. ہر وہ گھر جس میں مہمان نہیں آتا اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے.

وأما حديث: "كل بيت لا يدخل فيه الضيف لا تدخله الملائكة."

فهذا لا أصل له عن النبي صلى الله عليه وسلم.

وإنما ذكره الغزالي في "أحياء علوم الدين" عن أنس من غير أصل.

5. مہمان جنت کا راستہ ہے.

وحديث: "الضيف دليل الجنة". (لا وجود له)

6. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو شخص مہمان سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن ایسا اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوا ہو گا.

وقال أمير المؤمنين علي رضى الله عنه:

[ما من مؤمن يحب الضيف إلا ويقوم من قبره ووجهه كالقمر ليلةالبدر، فينظر أهل الجمع فيقولون: ما هذا إلا نبي مرسل! فيقول ملك: هذا مؤمن يحب الضيف ويكرم الضيف، ولا سبيل له إلا أن يدخل الجنة]

وهذا كسابقه من أباطيل الروافض وخرافاتهم التي لا وجود لها.

یہ بھی من گھڑت ہے

■ **مہمان کے اکرام کے بارے میں صحیح احادیث موجود ہیں:**

- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه". (متفق عليه)

جو شخص اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے.

- وقال صلى الله عليه وسلم: "ما في الناس مثل رجل آخذ برأس فرسه يجاهد في سبيل الله عز وجل، ويجتنب شرور الناس، ومثل آخر باد في نعمة يقري ضيفه ويعطي حقه".(صحيح، رواه أحمد)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دو آدمیوں جیسا اجر والا کوئی نہیں:

ایک وہ جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو اور دوسرا وہ جو مہمان نوازی کر رہا ہو.

- وقال صلى الله عليه وسلم: "لا خير فيمن لا يضيف". (حسن، رواه أحمد)

حضور ﷺ نے فرمایا:

اس گھر میں خیر نہیں جس میں مہمان نہ آئے.

- وقال صلى الله عليه وسلم: "إن لزورك عليك حقا". (متفق عليه)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 38

فقر کے أسباب

سوال: آجکل یہ بات بہت عام کی جارہی ہے کہ درجہ ذیل امور سے رزق میں تنگی ہو جاتی ہے، شرعا اس کی کیا حقیقت ہے؟

- **گھر میں غربت آنے کے اسباب:**

1. غسل خانے میں پیشاب کرنا.
2. ٹوٹی ہوئی کنگھی سے کنگھا کرنا.
3. ٹوٹا ہوا سامان استعمال کرنا.
4. گھر میں کوڑا کرکٹ رکھنا.
5. رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنا.
6. بائیں پیر سے پجامہ پہننا.
7. مغرب عشاء کے درمیان سونا.
8. مہمان کے آنے پر ناراض ہونا.
9. آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا.
10. دانت سے روٹی کاٹ کر کھانا.

14. عورتوں کا کھڑے کھڑے بال باندھنا.
15. پھٹے ہوئے کپڑے جسم پر سینا.
16. صبح سورج نکلنے تک سونا.
17. درخت کے نیچے پیشاب کرنا.
18. بیت الخلاء میں باتیں کرنا.
19. الٹا سونا.
20. قبرستان میں ہنسنا.
21. پینے کا پانی رات میں کھلا رکھنا.
22. رات میں سوالی کو کچھ نہ دینا.
23. برے خیالات کرنا.

27. اپنی اولاد کو کوسنا.
28. دروازے پر بیٹھنا.
29. لہسن پیاز کے چھلکے جلانا.
30. فقیر سے روٹی یا اور کوئی چیز خریدنا.
31. پھونک سے چراغ بجھانا.
32. بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا.
33. غلط قسم کھانا.
34. جوتا یا چپل الٹا دیکھ کر سیدھا نہ کرنا.
35. حالت جنابت میں حجامت کرنا.
36. مکڑی کا جالا گھر میں رکھنا.

11. دانت سے ناخن کاٹنا.
12. کھڑے کھڑے شلوار یا پجامہ پہننا
13. چالیس دن سے زیادہ زیر ناف کے بال رکھنا.
24. بغیر وضو کے قرآن مجید پڑھنا.
25. استنجا کرتے وقت باتیں کرنا.
26. ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھانا.
37. رات کو جھاڑو لگانا.
38. اندھیرے میں کھانا.
39. گھڑے میں منہ لگا کر پینا.

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ ہر انسان کی تقدیر اس کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دی جاتی ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں، البتہ اس تقدیر کے لکھنے کے مراحل مختلف ہیں:

1) لوح محفوظ میں کتابت:

اس میں کسی صورت بھی تبدیلی ممکن نہیں.

2) ماں کے پیٹ میں تقدیر کا لکھا جانا:

یہاں چار چیزیں لکھی جاتی ہیں: رزق، اجل، عمل، نیک بخت یا بد بخت ہونا.

3) لیلۃ القدر میں تحریر:

اس رات میں پورے سال کا رزق اور اس سال بھر میں پیش آنے والے تمام امور کو لکھ دیا جاتا ہے.

لأن الكتابة من الله عزوجل على أنواع:

١ .النوع الأول: الكتابة في اللوح المحفوظ، وهذه الكتابة لا تبدل ولا تغير، ولهذا سماه الله لوحاً محفوظاً، لا يمكن أن يبدل أو يغير ما فيه.

٢ .النوع الثاني: الكتابة على بني آدم وهم في بطون أمهاتهم، لأن الإنسان في بطن أمه إذا تم له أربعة أشهر، بعث الله إليه ملكاً موكلاً بالأرحام، فينفخ فيه الروح بإذن الله، لأن الجسد عبارة عن قطعة من لحم إذا نفخت فيه الروح صار إنسانًا، ويؤمر بأربع كلمات: بكتب رزقه، وأجله، وعمله، وشقي أو سعيد.

٣ .النوع الثالث: كتابة حولية كل سنة، وهي الكتابة التي تكون في ليلةالقدر، فإن الله سبحانه وتعالى يقدر في هذه الليلة ما يكون في تلك السنة. قال الله تبارك وتعالى: {فيها يفرق كل أمر حكيم} [الدخان: 4]. فيكتب في هذه الليلة ما يكون في تلك السنة .

اس کے بعد ایک تحریر وہ ہوتی ہے جو انسانی عمل کے بعد ہوتی ہے جسکو کراما کاتبین لکھتے ہیں.

ان تمام امور میں اجمالی طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ نیکی اور دعا کرنا عمر اور رزق کی برکت کے اسباب میں سے ہے اور گناہ کرنے سے رزق میں تنگی آتی ہے، لیکن کسی مخصوص عمل کا رزق میں تنگی کا باعث بننا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے اور ایسی تمام روایات سند کے لحاظ سے درست نہیں.

■ فقر کے اسباب کے متعلق روایات اور انکی تحقیق:

روایت نمبر:١

حديث: "من أراد الفقر الدائم فليغني والأذان يؤذن، ومن أراد الفقر فليغني بين الأذان والإقامة."

لا أعرف هذا الحديث، ولا أدري هل هو حديثٌ مرويٌّ أم لا.

جو شخص اذان اور اقامت کے درمیان گانا بجائے گا اس پر ہمیشہ کا فقر آئیگا.

یہ روایت من گھڑت ہے.

روایت نمبر:٢

"من أراد أن يرى الفقر بين عينيه فليأكل عند معازف."

• جو شخص باجا بجنے کے وقت کھاتا ہو (مثلا: ٹی وی چلتے وقت) تو اس کا فقر یقینی ہے.

¤ یہ روایت ثابت نہیں.

روایت نمبر:٣

"من كتب بقلم معقود وتمشط بمشط مكسور فتح الله تعالى عليه سبعين باباً من الفقر. "قال الصغاني: موضوع. "الموضوعات" (40/1) اهـ.

جو ٹوٹے ہوئے قلم سے لکھے یا ٹوٹے ہوئے کنگھے سے کنگھی کرے اس پر فقر کے ستر (۷۰) دروازے کھول دیئے جاتے ہیں.

¤یہ روایت من گھڑت ہے.

روایت نمبر:۴

قال ابن الجوزي في "الموضوعات" (284/3)

"باب انقطاع الرزق بقطع الدعاء للوالدين"

حدثنا الحسن البصري سمعت أنس بن مالك يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا ترك العبد الدعاء للوالدين فإنه ينقطع على الولد الرزق في الدنيا."

هذا الحديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

والمتهم به الجويبارى وهو أحمد بن خالد، نسبوه إلى جده لانه أحمد بن عبدالله بن خالد، وإنما قصدوا التدليس وهو محرم.

جو شخص اپنے والدین کیلئے دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس اولاد پر رزق کو منقطع فرما دیتے ہیں.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے.

.5 حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول:

جاء رجل إلى أمير المؤمنين علي بن ابي طالب رضي الله عنه فقال: إني أجد في رزقي ضيقا؛ فقال له: لعلك تكتب بقلم معقود؟ فقال لا؛ قال: لعلك تمشط بمشط مكسور؟ فقال لا؛ قال: لعلك تمشي أمام من هو أكبر منك سنا؟ فقال لا؛ قال: لعلك تنام بعد الفجر؟ فقال لا؛ قال: لعلك تركت الدعاء للوالدين؟ قال نعم يا أمير المؤمنين! قال: فاذكرهما فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ترك الدعاء للوالدين يقطع الرزق."

ایک شخص حضرت علی رضي الله عنہ کے پاس آیا اور رزق میں تنگی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "کیا تو ٹوٹے ہوئے قلم سے لکھتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں. آپ نے کہا کہ تو ٹوٹے ہوئے کنگھے سے بال ٹھیک کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں. آپ نے کہا کہ شاید تو اپنے سے بڑی عمر کے شخص کے آگے آگے چلتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں. آپ نے کہا کہ تو فجر کے بعد سوتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں. تو آپ نے کہا کہ شاید تو اپنے والدین کیلیئے دعا نہیں کرتا؟ اس شخص نے کہا کہ جی یہی بات ہے. تو آپ نے فرمایا کہ والدین کیلیئے دعا نہ کرنا فقر کا سبب ہے.

هذا "الخبر" مكذوب مصطنع لا أصل له بكتب أهل السنة ولا وجود.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے.

البتہ صحیح روایات میں آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فقر سے پناہ مانگی ہے اور امت کو جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں بھی فقر سے پناہ طلب کرنے کے الفاظ موجود ہیں.

ولحديث أبي بكرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر الصلاة: "اللهم إني أعوذبك من الكفر والفقر وعذاب القبر."
-صححه ابن خزيمة والحاكم والألباني.

ہر نماز کے بعد کفر، فقر اور عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی ہے.

"اللهم إني أعوذبك من الجوع فإنه بئس الضجيع وأعوذبك من الخيانة فإنها بئست البطانة."

اللہ کے نبی ﷺ نے بھوک سے پناہ مانگی ہے.

خلاصہ کلام

فقر کے اسباب کے متعلق جتنی روایات صراحتا وارد ہوئی ہیں ہمارے علم کے مطابق تقریبا وہ تمام روایات ناقابل اعتبار اور من گھڑت ہیں. البتہ جتنی باتیں اس پوسٹ میں لکھی گئی ہیں وہ یقینا آداب زندگی کے خلاف ہیں. لیکن اس طرح کی باتوں کو یوں عموما پھیلانے سے ذہن میں یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ باتیں احادیث سے ثابت ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے.

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 39

مولود کعبہ کی تحقیق

سوال: بعض حضرات نے خلیفہ رابع، امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش بھی بیت اللہ کے اندر ہوئی تھی.

ملاحظہ ہو:

"امام حاکم رحمہ اللہ نے "المستدرک" میں ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں حدیث کے راوی مصعب بن عبد اللہ رحمہ اللہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بیت اللہ کے اندر پیدا ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ولم يولد قبله ولا بعده في الكعبة أحد". کہ نہ ان سے پہلے اور نہ ہی انکے بعد کوئی بھی کعبہ میں پیدا ہوا۔ لیکن اس پر امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَهِمَ مصعبٌ في الحرف الأخير، فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بنت أسد ولدت أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرم الله وجهه في جوف الكعبة". کہ اس آخری بات میں "مصعب" کو وہم ہو گیا ہے، اس لیے کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بیت اللہ کے اندر جنم دیا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین، ذکر

مناقب حكيم بن حزام القرشي رضى الله عنه، رقم الحديث: ٦٠٤٤، ٣/٥٥٠، دار الكتب العلمية)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واز مناقب علي رضى الله عنه كه در حين ولادت او ظاہر شد يكى آن است كه در جوف كعبه معظمه تولد يافت .

قال الحاكم في ترجمة حكيم بن حزام قول مصعب؛ فيه: ”ولم يولد قبله ولا بعده في الكعبة أحد“ ما نصه: ”وهم مصعب في الحرف الأخير، فقد تواترت الأخبار أن فاطمة بنت أسد ولدت أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرم الله وجهه في جوف الكعبة“ .
(ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: ٦/٣٥٩)

اس کے بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ خانہ کعبہ ہر زمانے میں ایک محترم اور عزت والا مقام رہا ہے. مشرکین عرب باوجود اپنی جہالت اور سرکشی کے اس بیت اللہ کا اکرام کرتے تھے اور یہاں آنے والے حجاج کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے. لہذا ایسا ممکن نہیں کہ اتنے مقدس مقام کو ولادت جیسے آلودہ عمل کیلئے مختص کیا جائے.

تاریخ میں صرف اس ایک واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام کی والدہ کسی خاص مناسبت سے بیت اللہ میں داخل ہوئیں کہ اچانک انکو دردزہ شروع ہوا حتی کہ ان کو وہاں سے نکالنا ممکن نہ رہا تو وہیں ان کیلئے چمڑا بچھایا گیا اور بچے کی ولادت ہوئی.

ورواه الذهبي عن ابن منده وأتى برواية الزبير عن مصعب بن عثمان أن حكيم ولد في جوف الكعبة.

-سير أعلام النبلاء 46/3.

-والمناوي في "فيض القدير" 37/2.

" -الوفيات" للقسطني 67/1.

-وانظر مشاهير علماء الأمصار 12/1.

-ريح النسرين فيمن عاش من الصحابة 49/1.

-الوقوف على الموقوف 80/1.

بل هذا ما رواه في جمهرة نسب قريش (353/1)

وجاء في كتاب الثقات «حكيم بن حزام.. وكان مولده قبل الفيل بثلاث عشرة سنة، دخلت أمه الكعبة فمخضت فيه فولدت حكيم بن حزام في جوف الكعبة» (كتاب الثقات 71/3)

حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں اور حضور ﷺ سے پانچ سال بڑے ہیں. یہ واحد شخص ہیں جو کعبہ میں پیدا ہوئے اور ان کی عمر ایک سو بیس سال رہی.

- حكيم بن حزام بن خويلد بن أسد بن عبدالعزى بن قصي بن كلاب أبوخالد القرشي الأسدي.
- مولده: وُلِد حكيم في جوف الكعبة، وعاش مئة وعشرين سنة.

■ امام حاکم رحمہ اللہ کا موقف

امام حاکم رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس بات کا دعوی کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی ہے اور اس پر تواتر کا دعوی کیا لیکن اس تواتر پر ایک بھی روایت ثابت نہ کر سکے. پھر بعد کے جن حضرات نے بھی اس قول کو لیا انہوں نے امام حاکم کے قول کو بنیاد بنایا، لیکن جیسا کہ عرض کیا کہ امام حاکم کا اپنا قول ہی بلا دلیل تھا .

● تمام اسماء الرجال کے ماہر محدثین نے امام حاکم رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کیا.

علامہ سیوطی اور علامہ نووی رحمہما اللہ نے بالتصریح ان حضرات کی تردید فرمائی ہے.

علامہ سیوطی نے امام حاکم رحمہ اللہ کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے.

قال شيخ الإسلام: ولا يعرف ذٰلك لغيره، وما وقع في ”مستدرك الحاكم“ -من أن عليا وُلِدَ فيها- ضعيفٌ. (تدريب الراوي، النوع الستون: التواريخ والوفيات، فرع الثاني: صحابيان عاشا ستين سنة في الجاهلية: ۴۸۲/۲، دار العاصمة)

اور علامہ نووی رحمہ اللہ نے بھی امام حاکم رحمہ اللہ کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے.

"قالوا: ولد حكيم بن حزام في جوف الكعبة، ولا يعرف أحد ولد فيها غيره، وأما ما روي أن علي ابن أبي طالب رضي الله عنه ولد فيها: فضعيف عند العلماء". (تهذيب الأسماء واللغات للنووي، حرف الحاء، حكيم بن حزام: ١٦٦/١، دارالكتب العلمية)

● اس کے علاوہ علامہ حسین بن محمد الدِّیار البَکْري (المتوفی:٩٤٤ھ) نے تاریخ الخمیس میں ذکر کیا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے، لیکن یہ بات ثابت نہیں ہے.

"ويقال: ولادته في داخل الكعبة، ولم يثبت". (تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس، ذكر علي بن أبي طالب: ٢٧٥/٢، دار صادر)

اسی طرح شرح نهج البلاغه لابن عبدالحميد بن هبة الله (المتوفى: ٦٥٦) میں مذکور ہے: "واختلف في مولد علي رضي الله عنه أين كان؟ فكثير من الشيعة يزعمون أنه ولد في الكعبة، والمحدثون لا يعترفون بذلك، ويزعمون أن المولود في الكعبة حكيم بن حزام بن خويلد بن أسد بن عبدالعزى بن قصي". (شرح نهج البلاغة، القول في نسب أمير المؤمنين علي بن أبي طالب وذكر لمع بسيرة من فضائله: ١٤/١، دار الجيل)

● اسی طرح السيرة الحلبية لعلي بن إبراهيم الحلبي (المتوفى ١٠٤٤ھ) میں مذکور ہے:

"وكون علي رضى الله عنه ولد في الكعبة؛ قيل: الذي ولد في الكعبة حكيم بن حزام، قال بعضهم: لا مانع من ولادة كليهما في الكعبة، لكن في النور: حكيم بن حزام ولد في جوف الكعبة، ولا يعرف ذلک لغيره، وأما ما روي أن علياً ولد فيها، فضعيف عند العلماء". (السيرة الحلبية، باب تزوجه ﷺ خديجة بنت خويلد: ٢٠٢/١)

● مختصراً ان حضرات کی فہرست یہاں دی جارہی ہے جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خانہ کعبہ میں پیدائش کا انکار کیا ہے.

•واحتج الزيلعي في نصب الراية بما قاله مسلم (2/4)

•وحكاه الحافظ ابن حجر رواية عن الزبير بن بكار وهو ثقة (تهذيب التهذيب 384/2، الإصابة في معرفة الصحابة 112/2).

•وحكاه الحافظ المزي رواية عن العباس رضي الله عنه (تهذيب الكمال 63/21)

•وحكاه الحافظ ابن عبد البر في (الاستيعاب 142/1)

•وحكاه السيوطي في "تدريب الراوي" (358/2)
•وفي أخبار مكة «أول من ولد في الكعبة» (226/3 و 236)

خلاصہ کلام

مولود کعبہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولود کعبہ قرار دیا ہے ان کا قول بلا دلیل ہے. خود امام حاکم رحمہ اللہ اپنے اس قول پر کوئی واضح دلیل پیش نہیں کرسکے ہیں.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 40

رمضان المبارک کی فضیلت کی روایت

ایک اشکال:

یہ ایک جھوٹی مشہور حدیث ہے کہ:

"رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے نجات کا."

ذرا سوچیں، تمام جہانوں کے مالک ہمارے اللہ کی رحمت اور مغفرت کے دروازے اتنے چھوٹے اور تنگ ہو ہی نہیں سکتے کہ صرف دس دن کے لئے کھلے رہیں.

نہیں!!.... بلکہ ہمارے اللہ کی رحمت ہر دن رات ہر بندے پر برستی رہتی ہے .

حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالی ہر رات تہائی حصے کے بعد فرماتا ہے :

"کوئی ہے جو مجھ سے رحمت و مغفرت اور حاجت طلب کرے تاکہ میں اپنے بندوں کی ہر حاجت کو پورا کروں اور جو مانگے وہ دوں."

تو پھر صرف دس دن رحمت کا عشرہ کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ تو اللہ پر سراسر بہتان اور جھوٹا الزام ہے.

دوسرا اور تیسرا عشرہ مغفرت اور جہنم سے نجات کا ہے.

اللہ تعالی ہر لمحہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے اپنے بندوں کی مغفرت کرنے کے لئے تیار رہتا ہے.

اللہ کی رحمتوں، نعمتوں اور اسکی قدرت کی کوئی حد نہیں، وہ جب چاہے اپنے بندوں کو اپنے فضل و کرم سے ہر نعمت سے نواز سکتا ہے.

لیکن طلبگار بندے ہونا چاہیئے.

دیکھئے اس حدیث کے بارے میں محدثین کی تحقیق:

ضعیف: امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے وہ کچھ یوں ہے: ”اگر یہ حدیث صحیح ہو تو فضائل رمضان کے بارہ میں باب.“

اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔(زوائد ابن ماجہ:228)

☆ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا:"یہ حدیث منکر ہے".(العلل لابن ابی حاتم:۱/۲۴۹)

☆ امام عقیلی رحمہ اللہ نے کہا:"اس کی کوئی اصل نہیں ہے". (الکامل:۳/۱۱۵۷)

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: اس حدیث کا دارومدار علی بن زید پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔(اتحاف المھرۃ:۵/۵۶۱)

☆ شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا:"منکر"(الضعیفہ:۱/۸۷)

☆ شیخ ابو اسحاق الحوینی مصری حفظہ اللہ نے کہا:"یہ حدیث باطل ہے۔" (النافلۃ فی الاحادیث الضعیفۃ والباطلۃ:۱/۲۹۱)

اس تحقیق سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

بہر حال!

اللہ کے بندے ایسی من گھڑت اور جھوٹی حدیثوں پر یقین کر کے اپنا ایمان اور عقیدہ خراب کر کے اللہ کی رحمت و نعمتوں سے محروم نہ ہو جائیں.

الجواب باسمہ تعالی

اس روایت کو من گھڑت قرار دینا ایک بہت بڑی زیادتی ہے جس پر لکھنے والے کو اللہ تعالی سے معافی مانگنی چاہیئے کیونکہ علماء محدثین کے سخت ترین کلمات میں سے "منکر" کا لفظ ہے جو ابن ابی حاتم اور البانی رحمھما اللہ نے اس روایت کے متعلق کہا ہے.

ان دونوں حضرات کے علاوہ محدثین نے اس روایت اور اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان کے متعلق ضعف کا قول تو کہا ہے لیکن اس روایت کو من گھڑت کسی نے بھی قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی محدث نے اس راوی کو **"متهم بالكذب"** قرار دیا ہے، لہذا اس حدیث کو ضعیف کہنا تو بجا ہوگا لیکن "من گھڑت" کہنا بہت بڑی غلطی ہے.

■ روایت کی تحقیق

• فقد روي من حديث سلمان: "وهو شهر أوله رحمة وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار."

-ابن خزیمة نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ 'بشرطیکہ یہ روایت صحیح ہو.'

•رواه ابن خزيمة في صحيحه 1887 وقال: إن صح.

• امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کیا.

-والبيهقي في شعب الإيمان: 3608.

-وفي سنده على بن زيد بن جدعان

-قال فى الكشاف: علي بن زيد بن جدعان أحد الحفاظ ليس بالثبت.

-قال الدارقطني: لا يزال عندي فيه لين.

-وقال عنه الإمام أحمد وأبوزرعة: ليس هو بالقوى. (كما في الجرح والتعديل)

-وعن يحيى بن معين: ليس بحجة.

- ان تمام کبار محدثین نے اس راوی کو ضعیف تو قرار دیا ہے لیکن اس پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جس کی وجہ سے روایت موضوع یا متروک بن جائے.

☆ البتہ چونکہ اس راوی کے متعلق کچھ سخت الفاظ بھی کہے گئے جس سے اس کی کمزوری واضح ہوتی ہے.

مثلا: ليس بحجة، ليس بشئ، ضعيف فی كل شئ.

اس وجہ سے بعض محدثین نے اس روایت پر "منکر" کا حکم لگادیا.

وضعف هذا الحديث الشيخ الألباني في السلسة الضعيفة، حديث رقم: 871،

وقال: منكر.

وروي أيضًا من حديث أبي هريرة:

"أول شهر رمضان رحمة، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار."

-رواه ابن أبي الدنيا والخطيب وابن عساكر.

وضعفه الشيخ الألباني في ضعيف الجامع، حديث رقم: 2135، وقال عنه في السلسة الضعيفة: 1569: منكر.

■ اس روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کرنے والے وہ محدثین جنہوں نے اس روایت کو قابل بیان قرار دیا ہے:

1) علامه ابن حجر الهيتمى رحمه الله:

-المحدث: الهيتمي المكي.

-المصدر: الزواجر.

-الصفحة أو الرقم: 197/1.

-خلاصة حكم المحدث: في سنده من صحح، وحسن له الترمذي لكن ضعفه غيره.

2) علامه ابن حجر عسقلانى رحمه الله:

شَهْر رمضانَ أوَّلُه رحمةٌ، وأوسطُه مغفرةٌ، وآخرُه عِتقٌ منَ النَّارِ.

-الراوي: أبوهريرة.

-المحدث: ابن حجر العسقلاني.

-المصدر: لسان الميزان.

-الصفحة أو الرقم: 59/8.

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] مسلمة بن الصلت.

-قال ابن عدي: ليس بالمعروف

3) علامه الدمياطی رحمه الله:

-الراوي: سلمان الفارسي.

-المحدث: الدمياطي.

-المصدر: المتجر الرابح.

-الصفحة أو الرقم: 133.

-خلاصة حكم المحدث: [فيه] علي بن زيد بن جدعان، والجمهور على تضعيف "علي" هذا وقد يحسن حديثه.

4) امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ:

امام ابن خزیمہ نیساپوری (۲۲۳ھ/۳۱۱ھ) نے حدیث کی مشہور و معروف کتاب " صحیح ابن خزیمہ ۳ / ۱۹۱" میں.

5) امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ:

امام ابو بکر بغدادی جو "ابن ابی الدنیا" کے نام سے معروف ہیں (۲۰۸ھ/ ۲۸۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب "فضائل رمضان" میں.

6) ابن شاہین بغدادی رحمہ اللہ:

ابن شاہین بغدادی (۲۹۷ھ/۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب "فضائل شہر رمضان" میں.

7) امام بیہقی رحمہ اللہ:

مشہور محدث امام بیہقی (۳۸۴ھ/۴۵۸ھ) نے حدیث کی مشہور کتاب "شعب الایمان ۳۳۳۶" اور "فضائل اوقات ۳۷" میں.

8) امام ابو القاسم اصبہانی رحمہ اللہ:

امام ابو القاسم اصبہانی رحمہ اللہ جو "قوام السنۃ" کے نام سے معروف ہیں (۴۵۷ھ/۵۳۵ھ) نے اپنی مشہور کتاب "کتاب الترغیب والترہیب ۱۷۵۳" میں.

9) امام بغوی رحمہ اللہ:

امام بغوی جو "محی السنۃ" کے لقب سے مشہور ہیں (۴۳۳ھ/۵۱۰ھ) نے اپنی مشہور تفسیر قرآن "معالم التنزیل ۱/۲۰۲" میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف چند محدثین کے نام ان کی کتابوں کے حوالے کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں. ان کے علاوہ بھی بڑے بڑے محدثین نے فضائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے جو کہ دیگر کتابوں میں مذکور ہے، اگرچہ ان کی سند میں ضعف ہے۔

علی بن زید بن جدعان

اس راوی کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن محدثین کی ایک جماعت نے انکی توثیق بھی کی ہے، جیسے:

۱. امام ترمذی رحمہ اللہ

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صدوق صدوق". (تذكرة الحفاظ للذهبی)

۲ . **یعقوب بن شیبۃ** وقال يعقوب بن شيبة: "ثقة". (تهذيب الكمال)

۳ . **امام حاکم رحمہ اللہ نے** "المستدرک 4041" میں علی بن زید بن جدعان کی روایت کو "هذا حديث صحيح" کہا ہے.

۴ . **علامہ ذہبی رحمہ اللہ** "المستدرک 8543" کی تلخیص میں لکھتے ہیں: ابن جدعان "صالح الحديث."

۵ . **المستدرک** 8699 میں لکھتے ہیں: "اسناده قوی."

٦ . **امام عجلی** نے اپنی ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے.

۷ . **علامہ ابن حجر عسقلانی** لکھتے ہیں."الحافظ". (لسان الميزان)

۸ . **علامہ ابن الملقن** لکھتے ہیں: "وهو حسن الحديث". (تحفة المحتاج)

۹. "**المختارۃ**" **کی** تخریج کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد الملک دہیش لکھتے ہیں: "اسناده حسن". (الاحاديث المختارة 475)

۱۰ .**علامہ عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ** نے بھی اس حدیث کو عن سلمان رضی اللہ عنہ کہہ کر نقل کیا ہے جو کہ ان کے نزدیک حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے.
علامہ ناصر الدین البانی صاحب کا اس حدیث کو منکر لکھنا محل نظر ہے.

۱۱ .**ناصر الدین البانی صاحب** نے علی بن زید کی روایت کو "سنن ترمذی 764" میں صحیح لکھا ہے.

۱۲ .**سنن ترمذی** 1146 میں بھی علی بن زید سے روایت موجود ہے جس کے بارے میں **امام ترمذی** فرماتے ہیں: "حدیث حسن صحیح."

- **اور علامہ ناصر الدین البانی** نے بھی اسکو "صحيح" تسلیم کیا ہے.

خلاصہ کلام

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ضرور ہے، لہذا اگر کوئی اسکو بیان نہ کرنا چاہے تو نہ کرے، لیکن اس پر من گھڑت کا حکم لگانا اور اس کو باطل روایت قرار دینا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر41

چند مشہور روایات کی تحقیق

۱. چاروں مشہور فرشتوں کا اترنا

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ چاروں مشہور فرشتے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درود کی فضیلت کو بیان کیا...

ما صحة هذا الحديث: "هبط الملائكة الأربعة: جبريل، ميكائيل، إسرافيل، عزرائيل على النبى محمد صل الله عليه وسلم، فقال جبريل: يا حبيبى يامحمد! قال: نعم ياجبريل، من صلى عليك عشرة صباحا وعشرة مساء خطفته من على الصراط كالبرق. وقال ميكائيل: يا حبيبى يا محمد! قال: نعم ياميكائيل، قال: من صلى عليك عشرة صباحا وعشرة مساء اعطيته شربة لم يظمأ بعدها أبدا. وقال إسرافيل: يا حبيبى يا محمد! قال: نعم ياإسرافيل، قال: من.........

● روایت کی تحقیق:

هذا الكلام لا نعلم له أصلا عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولا يجوز أن ينسب إليه إلا ما رواه أهل الحديث بالإسناد الثابت عنه صلى الله عليه وسلم، ومثل هذا الكلام الذي لا أصل له، نسبته إليه صلى الله عليه وسلم من الكذب عليه.

اس روایت کا وجود کسی بھی حدیث کی معتبر کتاب میں نہیں، لہذا اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں.

۲. جبرائیل ﷺ کا جہنم کے بارے میں خبر دینا

ایک بار جبرائیل علیہ سلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ جبرائیل کچھ پریشان ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل کیا معاملہ ہے کہ آج میں آپکو غمزدہ دیکھ رہاہوں؟ جبرائیل نے عرض کیا کہ اے محبوب! کل میں اللہ پاک کے حکم سے جہنم کا نظارہ کرکے آیاہوں اور اسکو دیکھنے سے مجھ پہ غم کے آثار نمودار ہوئے ہیں. نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل مجھے بھی جہنم کے حالات بتاؤتو جبرائیل نے عرض کیا کہ جہنم کے کل سات درجے ہیں: سب سے نیچے والے درجے میں اللہ تعالی منافقوں کو رکھے گا. اس سے اوپر والے چھٹے درجے میں اللہ تعالی مشرکوں کو ڈالیں گے. اس سے اوپر پانچویں درجے میں اللہ تعالی سورج اور چاند کی پرستش کرنے والوں کو ڈالیں گے. چوتھے درجے میں اللہ پاک آتش پرست لوگوں کو ڈالیں گے. تیسرے درجے میں اللہ پاک یہود کو ڈالیں گے. دوسرے درجے میں اللہ تعالی عیسائیوں کو ڈالیں گے. یہ کہہ کر جبرائیل ﷺ خاموش ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا؟

جبرائیل آپ خاموش کیوں ہوگئے؟ مجھے بتاؤ کہ پہلے درجے میں کون ہو گا؟

جبرائیل علیہ سلام نے عرض کیا...... الی آخرہ

ما صحة هذا الحديث عن وصف النار؟

روى يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك قال: جاء جبريل إلى النبي صلى الله عليه وسلم في ساعةٍ ما كان يأتيه فيها متغيّر اللون، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: مالي أراك متغير اللون؟ فقال: يامحمد! جئتُكَ في الساعة التي أمر الله بمنافح النار أن تنفخ فيها، ولا ينبغي لمن يعلم أن جهنم حق، وأن النار حق، وأن عذاب القبر حق، وأن عذاب الله أكبر أنْ تقرّ عينه حتى يأمنها.

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يا جبريل! صِف لي جهنم، قال: نعم، إن الله تعالى لمّا خلق جهنم أوقد عليها ألف سنة فاحْمَرّت، ثم أوقد عليها ألف سنة فابْيَضّت، ثم أوقد عليها ألف سنة فاسْوَدّت، فهي سوداء مُظلمة لا ينطفئ لهبها ولا جمرها.

والذي بعثك بالحق، لو أن خُرْم إبرة فُتِحَ منها لاحترق أهل الدنيا عن آخرهم من حرّها ... والذي بعثك بالحق، لو أن ثوباً من أثواب أهل النار عَلِقَ بين السماء والأرض، لمات جميع أهل الأرض من نَتَنِهَا وحرّها عن آخرهم لما يجدون من حرها ... والذي بعثك بالحق نبياً، لو أن ذراعاً من السلسلة التي ذكرها الله تعالى في كتابه وُضِع على جبلٍ لَذابَ حتى يبلُغ الأرض السابعة ... والذي بعثك بالحق نبياً، لو أنّ رجلاً بالمغرب يُعَذّب لاحترق الذي بالمشرق من شدة عذابها...حرّها شديد، وقعرها بعيد، و حليها حديد، و شرابها الحميم والصديد، وثيابها مقطعات النيران، لها سبعة أبواب، لكل باب منهم جزءٌ مقسومٌ من الرجال والنساء.

فقال صلى الله عليه وسلم: أهي كأبوابنا هذه؟ قال: لا، ولكنها مفتوحة، بعضها أسفل من بعض، من باب إلى باب مسيرة سبعين سنة، كل باب منها أشد حراً من الذي يليه سبعين ضعفاً، يُساق أعداءالله إليها فإذا انتهوا إلى بابها استقبلتهم الزبانية بالأغلال و السلاسل، فتسلك السلسلة في فمه وتخرج من دُبُرِه، وتُغَلّ يده اليسرى إلى عنقه، وتُدخَل يده اليمنى في فؤاده، وتُنزَع من بين كتفيه، وتُشدّ بالسلاسل، ويُقرّن كل آدمي مع شيطان في سلسلة.....

● روایت کی تحقیق:

هذا الحديث منكر لا يصح؛ وفيه يزيد بن أبان الرقاشي ضعيف واه.

یہ روایت درست نہیں اور اسکی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا بھی صحیح نہیں.

۳. جبرائیل علیہ السلام کی چالیس ہزار سال کی عبادت

ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یااللہ! میں آپ کی عبادت کرنا چاہتا ہوں، اللہ پاک نے فرمایا کرلو. تو انہوں نے دو رکعت نماز کی نیّت باندہی اور اس اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی کہ چالیس ہزار سال کے بعد سلام پھیرا. اللہ پاک نے فرمایا: تم نے بہت اچھی نماز پڑہی ہے لیکن ایک امّت آنے والی ہے جس کی فجر کی دو سنّتیں تیری اس دو رکعتوں سے بڑھ کر ہو نگی.

روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "لما خلق الله تعالى جبرائيل عليه السلام على أحسن صورة وجعل له ستمائة جناح، طول كل جناح ما بين المشرق والمغرب نظر جبريل إلى نفسه فقال: إلهي هل خلقت أحسن صورة مني؟ فقال الله تعالى: لا، فقام جبرائيل وصلى ركعتين شكرًا لله تعالى، فقام في كل ركعة عشرين ألف سنة، فلما فرغ من الصلاة قال الله تعالى: ياجبريل! عبدتني حق عبادتي ولا يعبدني أحد مثل عبادتك لكن يجيء في آخر الزمان نبي كريم حبيب إليَّ يقال له: محمد، وله أمة ضعيفة مذنبة يصلون ركعتين مع سهو ونقصان في ساعة يسيرة وأفكار كثيرة وذنوب كبيرة، فوعزتي وجلالي إن صلاتهم أحب إليَّ من صلاتك.............

- **روایت کا حکم:**

هذا الحديث لا أصل له، بل هو من الأحاديث المكذوبة على رسول الله صلى الله عليه وسلم.

یہ روایت بھی من گھڑت روایات میں سے ہے.

۴. انتقال کے وقت حضرت عزرائیل علیہ السلام سے مکالمہ

جب حضور ﷺ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے حضرت عزرائیل ﷺ سے فرمایا: "کیا میری امت کو موت کی تکلیف برداشت کرنی پڑے گی؟" تو فرشتے نے کہا: "جی". تو آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے. اس پر اللہ تعالی نے فرمایا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپکی امت اگر ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گی تو موت کے وقت اسکا ایک پاؤں دنیا میں ہو گا اور دوسرا جنت میں."

• تحقیق:

ہمارے علم کے مطابق اس مضمون کی روایت کتب احادیث میں کہیں بھی موجود نہیں، چاہے صحاح ہوں یا ضعیف روایات یا موضوعات کی کتابیں.

۵. التحیات کا پس منظر

السؤال: هل ذكرت التحيات في قصة المعراج؟

ما صحة قصة أن لفظ: (التحيات) كانت عندما عرج النبي صلى الله عليه وسلم إلى السماء، ووصل سدرة المنتهى، أن الرسول صلى الله عليه وسلم قال: (التحيات لله والصلوات والطيبات، فقال الله: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقالت الملائكة: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين)، فهذه القصة تدرس للأطفال في المدارس لتساعدهم على حفظ التحيات؟

الجواب: وغاية ما وقفنا عليه في هذه القصة:

ما تنقله بعض كتب التفسير عند قوله تعالى: {سَلامٌ قَوْلاً مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ} (يس/58)، فقالوا: "يشير إلى السلام الذي سلمه الله على حبيبه عليه السلام ليلة المعراج إذ قال له: "السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته". فقال في قبول السلام: "السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين" انتهى.

انظر "روح المعاني" للآلوسي (38/3)

وما يذكره بعض شراح السنة عند الكلام على حديث التشهد، ذكره بدرالدين العيني في "شرح سنن أبي داود" (238/4)، ونقله الملا علي القاري في "مرقاة المفاتيح" عن ابن الملك، وكذلك تذكره هذه القصة في بعض كتب الفقه، مثل حاشية "تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق" (121/1)، وفي بعض كتب الصوفية كالقسطلاني والشعراني.

کیا "التحیات" معراج میں اللہ اور اسکے رسول کے درمیان کوئی گفت وشنید ہے؟

● **تحقیق:**

اس واقعے کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور نہ کوئی سند ہے. ہمیں ثابت شدہ احادیث میں اس سے متعلق کوئی نام ونشان نہیں ملا، لیکن واقعۂ معراج مکمل تفصیلات کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم سمیت دیگر کتابوں میں ثابت شدہ ہے. اس کے باوجود نماز کے تشہد سے متعلق ایسی کوئی بات ان میں ذکر نہیں کی گئی، نیز نبی ﷺ نے جب یہ تشہد صحابہ کرام کو سکھایا تو اس وقت بھی آپ ﷺ نے اس کی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں۔

چنانچہ صحیح بخاری:(6328)اور صحیح مسلم:(402)میں التحیات سکھانے کا ذکر ہے لیکن اس واقعے کا ذکر کہیں بھی نہیں،

لہذا یہ ساری تفصیلات بھی من گھڑت ہیں.

٦. حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پانچ اعمال کی ترغیب

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سونے سے پہلے پانچ کام کرلیا کرو:

1) چار ہزار دینار صدقہ کرنا.
2) ایک قرآن مجید پڑھنا.
3) دو لڑنے والوں میں صلح کرانا.
4) جنت کی قیمت ادا کرنا.
5) ایک حج کرنا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه: "يا علي! لا تنم قبل أن تأتي بخمسة أشياء؛ هي: قراءة القرآن كله، والتصدُّق بأربعة آلاف درهم، وزيارة الكعبة، وحفظ مكانك في الجنة، وارضاء الخصوم. فقال علي: كيف ذلك يارسول الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أما تعلم أنك إذا قرأت {قل هو الله أحد} إلى آخره ثلاث مرات فقد قرأت القرآن كله، وإذا قرأت سورة الفاتحة أربع مرات فقد تصدقت بأربعة آلاف درهم، وإذا قلت (لا إله إلا الله يحي ويميت وهو على كل شيء قدير) عشر مرات فقد زرت الكعبة، وإذا قلت (لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم) عشر مرات فقد حفظت مكانك في الجنة، وإذا قلت (أستغفر الله العظيم الذي لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه) فقد أرضيت الخصوم."

● روایت کی تحقیق:

اس روایت کی کوئی اصل نہیں.

إن هذا الحديث حديث باطل لا أصل له، وفيه من علامات الوضع ما لا يخفى على أهل العلم، مع أنه قد صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أن قراءة سورة الإخلاص {قل هو الله أحد} تعدل ثلث القرآن.

انظر ما رواه البخاري (5013) ومسلم (811)

۷. حضرت فاطمہ کو بتائی گئی وتر والی تسبیحات

حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وتر کے بعد یہ تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا: اے فاطمہ! جب کوئی مؤمن مرد یا عورت وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور ہر سجدے میں یہ دعا پڑھتے ہیں

سبوح قدوس رب الملائكة والروح

تو اس کے سر اٹھانے سے پہلے اللہ تعالی اس کے سب گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کو سو حج، سو عمرے، اور سو شہیدوں کا اجر عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالی اس کیلئے ایک ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں جو اس کیلئے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں اور اس کو ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور اللہ تعالی اس کو مستجاب الدعوات بنادیتے ہیں اور قیامت کے دن ساٹھ جہنمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائیگی اور یہ شخص جب مرے گا تو شہادت کی موت نصیب ہو گی.

رغب النبي ﷺ في الجهاد وذكر فضله، فسألته الجهاد، فقال: ألا أدلك على شيئ يسير وأجره كبير، ما من مؤمن ولا مؤمنة يسجد عقيب الوتر سجدتين ويقول في كل سجدة: سبوح قدوس رب الملائكة والروح خمس مرات لا يرفع رأسه حتى يغفر الله ذنوبه كلها واستجاب الله دعاءه وان مات في ليلته مات شهيدا وأعطاه ثواب مائة حجة و مائة عمرة واعطاه الله ثواب الشهداء وبعث الله إليه الف ملك يكتبون له الحسنات وكأنما أعتق مائة رقبة ويشفع يوم القيامة فى ستين من أهل النار وإذا مات مات شهىدا.

● روایت کی تحقیق:

اس روایت کو علامہ شامی نے "فتاوى شامية" جلد دوم "باب سجود التلاوة" میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

فحديث موضوع لا أصل له(ج: 2، ص: 120)

اسی طرح موضوع روایات کی تحقیق میں لکھی گئی ایک کتاب میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

فحديث موضوع باطل لا اصل له ولا يجوز العمل به ولا يجوز نقله الا لبيان بطلانه كما هو شان الاحاديث الموضوعة.

۸. تراویح کے ایک سجدے پر پندرہ سو (۱۵۰۰) نیکیاں ملنا

وهو ما أخرجه البيهقي فى "شعب الإيمان" (3635)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان أول ليلة من رمضان فتحت أبواب السماء فلا يغلق منها باب حتى تكون آخر ليلة من رمضان وليس من عبد مؤمن يصلى فى ليلة منها إلا كتب الله له ألفا وخمسمائة حسنة بكل سجدة وبنى له بيتا فى الجنة من ياقوتة حمراء لها ستون ألف باب لكل باب منها قصر من ذهب موشح بياقوتة حمراء، فإذا صام أول يوم من رمضان غفر له ما تقدم من ذنبه إلى مثل ذلك اليوم من شهر رمضان واستغفر له كل يوم سبعون ألف ملك من صلاة الغداة إلى أن توارى بالحجاب وكان له بكل سجدة يسجدها فى شهر رمضان بليل أو نهار شجرة يسير الراكب فى ظلها خمسمائة عام.

وللمزيد من الفائدة انظر: "الضعيفة" (5469) للألباني.

● حكم الحديث: موضوع.

اخرجه البيهقي فى "الشعب" (٣/٣١٤/٣٦٣٥)

والاصبهانى فى "الترغيب" (١/١٨٠) من طريق محمد بن مروان السدي عن داؤد بن ابى هند عن ابى نضرة العبدى وعن عطاء بن ابى رباح عن ابى سعيد الخدرى مرفوعا.

قلت: والسدى هذا -وہو صغير- متهم بالكذب.

۹ اعتکاف پر دو حج اور دو عمروں کا ثواب

جس شخص نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا اسکو دو حج اور دو عمروں کا اجر ملیگا

"من اعتكف عشرا في رمضان كان كحجتين و عمرتين. "

رواه البيهقي في " الشعب " من حديث الحسين بن علي مرفوعا و قال "إسناده ضعيف و محمد بن زاذان أي أحد رجاله متروك ، و قال البخاري : لا يكتب حديثه . اه كلامه و فيه أيضا عنبسة بن عبد الرحمن ، قال البخاري : تركوه ،وقال الذهبي في " الضعفاء " : متروك متهم أي بالوضع " . كذا في " فيض القدير. " قلت : و عنبسة هذا هو الذي قال فيه أبو حاتم : " كان يضع الحديث " كما في" الميزان " للذهبي ، ثم ساق له أحاديث هذا أحدها ، و من طريقه أخرجه الطبراني في المعجم الكبير"(1 / 292 / 1) و أبو طاهر الأنباري في " المشيخة " (ق 162
(2 - 1 /بلفظ : "اعتكاف عشر.." و قال ابن حبان (2 / 168) : " صاحب أشياء موضوعة و ما لا أصل له."
قال الألباني في " السلسلة الضعيفة و الموضوعة " (2 / 10) :موضوع.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے

۱۰. حضرت موسی کو افطار کے وقت کی فضیلت

روایت ہے کہ حضرت موسی کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے موسی جب میں آپ سے بات کرتا ہوں تو میرے اور آپ کے درمیان 70 ہزار پردے ہوتے ہیں لیکن امت محمدیہ جب افطار کے وقت دعامانگے گی تو کوئی پردہ نہ ہو گا.

السؤال: ورد في الحديث عن فضل الصيام : " أن موسى عليه الصلاة والسلام قال : يا رب ! لقد شرفتني بالتكلم معك بلا ترجمان , فهل أعطيت هذا الشرف لغيري ؟ فيقول الله سبحانه وتعالى : يا موسى ! سوف أرسل أمة من الأمم - والتي هي أمة محمد صلى الله عليه وسلم - وهم ذو شفاه وألسن جافة , وأجسام نحيلة هزيلة ، وسوف يدعونني فيكونوا أقرب إلي منك . يا موسى ! بينما أنت تتكلم معي ، هناك 70000 حجاب بيني وبينك , لكن عند وقت الإفطار سوف لن يكون هناك أي حجاب بيني وبين أمة محمد صلى الله عليه وسلم " سؤالي هو : هل هذا الحديث صحيح ؟ لأنه قد انتشر على النت.

تم النشر بتاريخ: 2008-11-03

الجواب: الحمد لله

ليس هذا الحديث من السنة النبوية ، وليس هو مما يعرفه الحفاظ والمحدثون في كتبهم ومسانيدهم ، ولا تتناقله إلا بعض الكتب التي ملأها أصحابها بالموضوعات والمكذوبات والقصص والخرافات ، ككتاب " نزهة المجالس ومنتخب النفائس " للمؤرخ الأديب عبد الرحمن بن عبد السلام الصفوري ، المتوفى سنة (894هـ). ص/182-183 باب فضل رمضان والترغيب في العمل الصالح فيه "، وكذلك في تفسير " روح البيان " (112/8) لإسماعيل حقي الحنفي الخلوتي المتوفى سنة (1127هـ). فقد ذكرا نحو هذا الحديث الذي يقصده السائل ، حيث جاء فيه : (قال موسى عليه السلام : يا رب ! أكرمتني بالتكليم ، فهل أعطيت أحداً مثل ذلك ؟ فأوحى الله تعالى : يا موسى ! إن لي عباداً أخرجهم في آخر الزمان وأكرمهم بشهر رمضان فأكون أقرب لأحدهم منك ؛ لأنك كلمتني وبيني وبينك سبعون ألف حجاب ، فإذا صامت أمة محمد

صلى الله عليه وسلم حتى ابيضت شفاههم ، واصفرت ألوانهم، أرفع الحجب بيني وبينهم وقت إفطارهم . يا موسى ! طوبى لمن عطش كبده ، وأجاع بطنه في رمضان)

ثم إن في متن هذا الحديث ما يدل على نكارته ، وذلك في قوله في الحديث (فأكون أقرب لأحدهم منك – يعني موسى عليه السلام)، والمعلوم في عقائد المسلمين أن الرسل والأنبياء أفضل من جميع البشر سواهم ، فكيف وموسى عليه السلام من أولي العزم من الرسل ، فكيف يتقرب الله إلى عباده أكثر من نبيه موسى عليه السلام ، وقد قال في حقه جل وعلا : (وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا) مريم/52، قال ابن عباس رضي الله عنهما : " أُدنيَ حتى سمع صريف القلم " – يعني بكتابة التوراة -. انظر: " تفسير القرآن العظيم " للحافظ ابن كثير (237/5)

والخلاصة : أن هذا الحديث المذكور ليس في شيء من الكتب المعتمدة ، ولا يجوز نسبته إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ولا اعتقاد ما فيه .

یہ روایت بھی من گھڑت ہے

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

7 رمضان المبارک 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 42

افطار کا وقت

گذشتہ روز ایک مجہول شخص کی ویڈیو موصول ہوئی جس میں اس شخص نے افطار کے وقت پر اشکال ظاہر کیا تھا اور قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ غروب آفتاب کے وقت اِفطار کرنا سنت اور شریعت کے خلاف ہے اور آپ ﷺ کا طریقہ بھی نماز مغرب ادا کرنے کے بعد افطار کا تھا.

الجواب باسمہ تعالی

قرآن کریم میں روزے کی جو حد مقرر کی گئی ہے :

ثم اتموا الصيام الى الليل

روزے کی تکمیل کی آخری حد "رات" ہے.

"رات کی ابتداء" کے وقت کے بارے میں اہل لغت کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

- جاء في "القاموس المحيط" (1364)
"اللَّيْلُ: من مَغْرِبِ الشمسِ إلى طُلوعِ الفَجْرِ الصادِقِ أو الشمسِ" ... انتہی .

- وجاء في "لسان العرب" (607/11)
"اللَّيْلُ: عقيب النهار، ومَبْدَؤُه من غروب الشمس" ... انتہی.

یعنی رات کی ابتداء سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتی ہے.

علماء مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں افطار کا حکم بھی بیان کیا ہے کہ افطار میں جلدی کرنی چاہیئے.

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله في تفسير هذه الآية: وقوله تعالى: {ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ} يقتضي الإفطار عند غُرُوب الشمس حكمًا شرعيًا" ... انتہی.
(تفسير القرآن العظيم 517/1)

• بل نبه بعض المفسرين إلى أن استعمال حرف الجر (إِلَى) في الآية يفيد التعجيل أيضا، لما تحمله دلالة هذا الحرف من انتهاء الغاية.

○قال العلامة الطاهر ابن عاشور رحمه الله: (إِلَى اللَّيْلِ) غاية اختير لها (إِلَى) للدلالة على تعجيل الفطر عند غروب الشمس؛ لأن (إِلَى) لا تمتد معها الغاية، بخلاف (حتى)، فالمراد هنا مقارنة إتمام الصيام بالليل".. انتهى. (التحرير والتنوير 181/2)

●علامہ نووی کی تشریح:

ليس هناك إشكال بين الآية وبين إفطار الصائم بعد غروب الشمس، وذلك لأن الليل يدخل بغروب الشمس، فأول الليل هو غروب الشمس، وآخره طلوع الفجر. ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ، وَغَابَتْ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ."

ومعنى الحديث: أنه إذا غربت الشمس فقد دخل الليل، وانتهى النهار، وحينئذ يحل للصائم أن يفطر. [انظر: شرح مسلم للنووي (209/7)

گویا علمائے لغت اور اہل تفسیر اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ سورج غروب ہوتے ہی رات شروع ہو جاتی ہے اور اِفطار کا یہی وقت مطلوب و محبوب ہے.

احادیث کی روشنی میں

●حدیث نمبر ۱:

قال اللهُ عزوجل: أَحَبُّ عبادِي إِلَيَّ، أَعْجَلُهُم فِطْرًا.

-الراوي: أبوهريرة.

-المحدث: الترمذي.

-المصدر: سنن الترمذي.

-الصفحة أو الرقم: 700

-خلاصة حكم المحدث: حسن.

• اللہ رب العزت کے محبوب بندے وہ لوگ ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں.

● **حدیث نمبر۲:**

عَنْ سَهْلِ بن سَعْدٍ السَّاعِدِي رَضيَ الله عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم قال: "لا يَزَالُ النَّاسُ بَخَيْر مَا عَجَّلُوْا الفِطْرَ وَأَخَّروا السُّحُوْر".
(متفق عليه، البخاري1957- مسلم 1097)

میری امت اس وقت تک خیر پر رہیگی جب تک وہ افطاری میں عجلت اور سحری میں تاخیر کو اختیار کریگی.

اس روایت کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں :

قال المُناوي في فيض القدير (583/6): قوله: "لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر" أي ما داموا على هذه السنة؛ لأن تعجيله بعد تيقن الغروب من سنن المرسلين، فمن حافظ عليه تخلق بأخلاقهم؛ ولأن فيه مخالفة أهل الكتاب في تأخيرهم إلى اشتباك النجوم، وفي ملتنا شعار أهل البدع، فمن خالفهم واتبع السنة لم يزل بخير، فإن أخَر غير معتقد وجوب التأخير ولا ندبه فلا خير فيه.

● علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ افطار میں جلدی کرنا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور تاخیر کرنا اہل کتاب کا طریقہ ہے، پس افطار میں جلدی کرنا ہی سنت اور خیر کا راستہ ہے.

● **حدیث نمبر۳:**

قال الشيخ آل بسام: الحديث من معجزات النبي صلى الله عليه وسلم، فان تأخير الإفطار عمل به الشيعة، الذين هم إحدى الفرق الضالة، وليس لهم قدوة في ذلك إلا اليهود، الذين لا يفطرون إلا عند ظهور النجوم.
حديث أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا يزال الدين ظاهرا ما عجل الناس الفطر لأن اليهود والنصارى يؤخرون."

آپ ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے امت کیلئے یہود اور نصاری کی مخالفت کی واضح نشانی بیان فرمائی کہ وہ افطار میں تاخیر کرتے تھے اور تم لوگ جلدی کرو.

-اسی بات کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے:

قال النووي رحمه الله في شرح مسلم (225/4): قوله صلي الله عليه وسلم: "لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر" فيه الحث علي تعجيله بعد تحقق غروب الشمس، ومعناه: لا يزال أمر الأمة منتظماً وهم بخير ما داموا محافظين على هذه السنة، وإذا أخروه كان ذلك علامة على فساد يقعون فيه.

یعنی کہ افطار میں تاخیر کرنا اس امت کے فساد میں واقع ہونے کی علامت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کا عمل:

دخلتُ أنا ومسروقٌ على عائشةَ فقلنا: يا أمَّ المؤمنينَ! رجلانِ من أصحابِ محمد صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ أحدُهما يعجِّلُ الفِطرَ ويعجِّلُ الصَّلاةَ والآخرُ يؤخِّرُ الإفطارَ ويؤخِّرُ الصَّلاةَ قالَت: أيُّهما يعجِّلُ الإفطارَ ويعجِّلُ الصَّلاةَ؟ قلنا: عبدُاللَّهِ بنُ مسعودٍ؛ قالَت: هَكذا صنعَ رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ والآخرُ أبوموسى.

-الراوي: عمرو بن أبي جندب أبوعطية الوادعي.

-المحدث: الألباني.

-المصدر: صحيح الترمذي.

-الصفحة أو الرقم: 702

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کو بہتر قرار دیا کہ وہ افطار میں جلدی کرتے تھے۔

عن أبي حمزة الضبعي: أنه كان يفطر مع ابن عباس في رمضان فكان إذا أمسى بعث ربيبة له تصعد ظهر الدار فلما غربت الشمس آذنته فيأكل ونأكل، فإذا فرغ أقيمت الصلاة فيقوم يصلي ونصلي معه. (4/21)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما غروب کے فورا بعد افطار کرتے تھے۔

وأخرج عبدالرزاق في "المصنف" (225/4) بسنده عن المسيب قال: كنت جالساً عند ابن عمر إذ جاءه ركب من الشام فطفق عمر يستخبر عن حالهم فقال: هل يعجل أهل

الشام الفطر؟ قال نعم، قال: لن يزالوا بخير ما فعلوا ذلك و لم ينتظروا النجوم انتظار أهل العراق.

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امت کے جلدی افطار کرنے کی فکر رہتی تھی.

وأخرج بسنده عن عمرو بن ميمونة الاودي قال: كان أصحاب محمد صلي الله عليه وسلم أسرع الناس إفطاراً وأبطأهم سحورا.

☆ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عموما افطاری میں جلدی کرتے تھے.

قال ابن حزم في المحلى (281/6)

مسئلة: ومن السنة تعجيل الفطر وتأخير السحور وإنما هو مغيب الشمس عن أفق الصائم ولا مزيد -إلى أن قال: وتعجيل الفطر قبل الصلاة والأذان أفضل! كذلك روينا عن عمر بن الخطاب وأبي هريرة وجماعة من الصحابة رضي الله عنهم.

☆ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عموما سورج غروب ہوتے ہی افطار کرتے تھے.

فقہاء اور محدثین کی رائے:

وترجم البخاري فقال: (باب تعجيل الإفطار) ..وساق حديث سهل بن سعد أن رسول الله صلي الله عليه وسلم قال: "لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر"

☆ امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں با قاعدہ جلدی افطار کرنے کا باب قائم فرمایا.

قال الحافظ: وفي الحديث أيضا استحباب تعجيل الفطر وأنه لا يجب إمساك جزء من الليل مطلقاً بل متى تحقق الغروب حل الفطر.

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایات میں جلدی افطار کا حکم مطلوب ہے اور یہ وقت غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے.

قد ذكر أبوحاتم ابن حبان أبوابا ذكر فيه هذه الاحاديث و ترجم له بعناوين مهمة وذكر عنوانا قال: ان عين الشمس إذا سقطت حل للصائم الإفطار (الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان؛ ط: دار المعرفة، ص: 973)

☆ اسی طرح امام ابو حاتم نے صحیح ابن حبان میں ابواب ذکر کئے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج کی ٹکیہ غروب ہوتے ہی روزے دار کیلئے افطار حلال ہو جاتا ہے۔

■ **حضور علیہ السلام کے سفر کا واقعہ:**

قال الإمام البخاري رحمه الله: (باب متي يحل فطر الصائم) وأفطر أبوسعيد الخدري حين غاب قرص الشمس ..ثم ساق بسنده حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلي الله عليه و سلم: "إذا أقبل الليل من هاهنا، وأدبر النهار من هاهنا، وغربت الشمس فقد أفطر الصائم". وساق حديث عبدالله بن أبي أوفى رضي الله عنه قال: كنا مع رسول الله صلي الله عليه وسلم في سفر وهو صائم، فلما غابت الشمس قال لبعض القوم: "يا فلان! قم فاجدح لنا" فقال: يارسول الله! لو أمسيت، قال: "انزل فاجدح لنا" قال: يارسول الله فلو أمسيت، قال: "انزل فاجدح لنا" قال: إن عليك نهارا، قال: "إنزل فاجدح لنا" فنزل فجدح لهم فشرب النبي صلي الله عليه وسلم ثم قال: "إذا رأيتم الليل قد أقبل من هاهنا فقد أفطر الصائم". قال الحافظ ابن حجر: ووجه الدلالة منه أن اباسعيد لما تحقق غروب الشمس لم يطلب مزيدا علي ذلك ولا التفت إلي موافقة من عنده على ذلك.

☆ اس واقعہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ بار بار حضرت بلال کو ستو تیار کرنے کا حکم دے رہے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ عرض کر رہے تھے کہ ابھی تو دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے ستو پیا اور فرمایا کہ جب سورج غروب ہو اور رات مشرق کی طرف سے پھیلنی شروع ہو جائے بس یہی افطار کا وقت ہے۔

☆ اور اسی عمل کو صحابہ نے بھی اختیار کیا کہ محض سورج کے غروب ہونے کو یقینی بنایا نہ کہ پوری طرح اندھیرے کے پھیلنے کا انتظار کیا۔

حضور ﷺ کی مغرب کی نماز:

ایک ویڈیو میں یہ دعوی کیا گیا کہ حضور ﷺ ہمیشہ پہلے مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور پھر افطار کرتے تھے.
یہ دعوی بلا دلیل ہے اور ایسی کوئی روایت ذخیرہ احادیث میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس روایات موجود ہیں جن میں افطار کو مقدم کرنے کی سنت کا ذکر ہے.

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قط صلى صلاة المغرب حتى يفطر ولو على شربة من ماء.
(رواه أبو يعلى وابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی افطار کے بغیر نماز نہیں پڑھائی، اگرچہ کچھ نہ ہوتا تو پانی کے ایک گھونٹ سے ہی روزہ کھولتے.

خلاصہ کلام:

افطاری کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے اور فورا افطاری کرنا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور بلا عذر تاخیر کرنا یہود ونصاری اور رافضیوں کا شیوہ ہے.
اور اس ویڈیو میں بیان کردہ تمام روایات کا غلط معنی اور مطلب پیش کرکے گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 43

صلاۃ التسبیح

صلاۃ التسبیح کی نماز کے متعلق جو روایات وارد ہوئی ہیں انکے پیش نظر ابتداء ہی سے اس نماز کے بارے میں علمائے امت کی مختلف آراء اور اقوال موجود ہیں:

نمبر ا: (یہ روایات صحیح ہیں)

التصحيح:

ابن المبارك، أبوداود، الحاكم، ابن منده، الخطيب البغدادي، أبوبكر بن أبي داود، أبوعلى بن السكن، الآجري، أبوموسى المديني، الديلمي، أبوسعد السمعاني، أبوالحسن بن المفضل، أبومحمد عبدالرحيم المصري، البلقيني، العلائي، الزركشى، ابن ناصرالدين الدمشقى، ابن حجر العسقلاني، السيوطى، الزبيدي، البيهقي، أبوالحسن المقدسي، ابن شاهين، ابن الصلاح، أبوالحسن السندي، اللكنوى، المباركفوري.

ومن المعاصرين ومحدث ديار الشام الألباني والعلامة أحمد شاكر

والإمام أحمد وثق المستمر وحديث الثقة صحيح.

نمبر۲: (یہ روایات حسن درجے کی ہیں)

التحسين:

البغوي، المنذري، ابن الصلاح، النووي في تهذيب الأسماء واللغات وفى الأذكار، تقى الدين السبكي، وولده تاج الدين، وابن حجر فى أمالى الاذكار وفى الخصال المكفرة، والسيوطي فى المرقاة.

وللإمام مسلم كلام يشعر بتحسينه.

ملحوظة:

اختلف اجتهاد النووى والعسقلاني فى الحديث، والأولى أن يقال: انهما حسنا الحديث، كما حققه العلامة اللكنوى فى الآثار المرفوعة (ص 139)

نمبر۳: یہ روایات ضعیف ہیں:

التضعيف:

الترمذى، العقيلي، أبوبكر بن العربي فى العارضة، النووى فى شرح المهذب، الذهبي فى الميزان، ابن حجر فى تلخيص التحبير.

نمبر۴: یہ روایات موضوعات ہیں:

الوضع:

ابن الجوزی، ابن تيمية فی منهاج السنة، ابن عبدالهادي، سراج الدين القزويني، الشوكاني فی السيل الجرار وتحفة الواعظين.

■ ان اقوال میں سے راجح قول:

صلاة التسبیح کے متعلق تقریبا آٹھ یا نو صحابہ کرام سے روایات منقول ہیں: جیسے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت انس رضی اللہ عنهم وغیرہ.

•ورد حديث التسابيح عن عدة من الصحابة منهم ابن عباس وابن عمرو والأنصاري وأنس وأبي رافع وجعفر وابن عمر ومن مرسل عكرمة وعن غيرهم.

☆ان روایات میں سے سند کے لحاظ سے سب سے زیادہ درست اور اعلی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کی روایت ہے جو ابوداود، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، مستدرک حاکم وغیرہ میں مذکور ہے.

روایت نمبر۱:

فأما حديث ابن عباس:

فأخرجه البخاري في القراءة خلف الإمام (ص 83، رقم 240)، وأبوداود (29/2، رقم 1297) واللفظ له، وابن ماجه (443/1، رقم 1387) وابن خزيمة (223/2، رقم 1216) والطبراني في المعجم الكبير (11/ 243، رقم 11622) والحاكم في المستدرك (463/1، رقم 1195) والبيهقي في الكبرى (3 /51، رقم 4695) جميعًا من طريق عكرمة عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباس بن عبدالمطلب: يا عباس يا عماه! ألا أعطيك ألا أمنحك ألا أحبوك ألا أفعل بك عشر خصال إذا أنت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك أوله وآخره قديمه وحديثه خطأه وعمده صغيره وكبيره سره

وعلانيته عشر خصال أن تصلي أربع ركعات تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم قلت سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة ثم تركع فتقولها وأنت راكع عشرا ثم ترفع رأسك من الركوع فتقولها عشرا ثم تهوي ساجدا فتقولها وأنت ساجد عشرا ثم ترفع رأسك من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد فتقولها عشرا ثم ترفع رأسك فتقولها عشرا فذلك خمس وسبعون في كل ركعة تفعل ذلك في أربع ركعات إن استطعت أن تصليها في كل يوم مرة فافعل فإن لم تفعل ففي كل جمعة مرة فإن لم تفعل ففي كل شهر مرة فإن لم تفعل ففي كل سنة مرة فإن لم تفعل ففي عمرك مرة.

حضور اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا! میں آپ کو کچھ ایسا خاص دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ عمل کریں تو اللہ تعالی آپ کے تمام گناہ معاف فرمادینگے.

آپ چار رکعات نماز پڑہیں اور ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑہیں، پھر رکوع میں دس بار، پھر قومے میں دس بار، پھر پہلے سجدے میں دس بار، پھر جلسے میں دس بار، پھر دوسرے سجدے میں دس بار پ، ھر سجدے سے سر اٹھا کر دس بار، یہ ایک رکعت میں 75 بار ہو گیا، اسی طرح چار رکعتوں میں کیجئے. اس نماز کو روزانہ یا ہفتے میں ایک بار یا مہینے میں ایک بار یا سال میں ایک بار یا کم از کم زندگی میں ایک بار ضرور پڑہیں.

■ اس روایت کے متعلق محدثین کرام کی رائے:

قال المنذري في "الترغيب والترهيب" (1/ 268):

وقد روي هذا الحديث من طرق كثيرة وعن جماعة من الصحابة وأمثلها حديث عكرمة هذا، وقد صححه جماعة، منهم الحافظ أبوبكر الآجري وشيخنا أبومحمد عبدالرحيم المصري وشيخنا الحافظ أبوالحسن المقدسي رحمهم الله تعالى.

● علامہ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے لیکن ان میں سے سب سے بہترین سند عکرمہ عن ابن عباس کی روایت کی ہے.

وقال أبوبكر بن أبي داود: سمعت أبي يقول: أصح حديث في صلاة التسبيح هذا.

وقال مسلم بن الحجاج رحمه الله تعالى: لا يروى في هذا الحديث إسناد أحسن من هذا يعني إسناد حديث عكرمة عن ابن عباس.

- امام ابوداؤد کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ ابن عباس کی روایت اس باب کی اصح ترین روایت ہے.

وقال المنذري أيضًا (1 /270): جمهور الرواة على الصفة المذكورة في حديث ابن عباس وأبي رافع والعمل بها أولى إذ لا يصح رفع غيرها...والله أعلم.

روایت نمبر ۲:

وأما حديث ابن عمرو:

فأخرجه أبوداود (30/2، رقم 1298) والبيهقي في شعب الإيمان (428/1 ، رقم611)

روایت نمبر ۳:

وأما حديث أنس:

فأخرجه الترمذي (347/2، رقم 481) والحاكم في المستدرك (462/1، رقم 1191)

قال الترمذي: حديث أنس حديث حسن غريب.

وقد روي عن النبي ﷺحديث في صلاة التسبيح ولا يصح منه كبير شيء.

وقد رأى ابن المبارك وغير واحد من أهل العلم صلاة التسبيح وذكروا الفضل.

وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، وشاهده حديث اليمانيين في صلاة التسبيح. فذكر حديث ابن عباس.

قال الحافظ ابن حجر في "التلخيص الحبير" (7/2): وحديث أنس رواه الترمذي أيضا وفيه نظر لأن لفظه لا يناسب ألفاظ صلاة التسبيح وقد تكلم عليه شيخنا في شرح الترمذي.

روایت نمبر ۴:

وأما حديث أبي رافع:

فأخرجه الترمذي (350/2، رقم 482) والبيهقي في شعب الإيمان (427/1، رقم 610)

عن أبي رافع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للعباس: يا عم! ألا أصلك إلا أحبوك ألا أنفعك؟ قال بلى يارسول الله! قال: يا عم صل أربع ركعات تقرأ في كل ركعة بفاتحة...

قال الترمذي: هذا حديث غريب من حديث أبي رافع.

■ **بہت اہم بات:**

قال البيهقي رحمه الله: كان عبدالله بن المبارك يفعلها وتداولها الصالحون بعضهم من بعض وفيه تقوية للحديث المرفوع. (وبالله التوفيق)

☆ امام بیھقی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ صلاۃ التسبیح کی نماز پڑھتے تھے اور ہر زمانے کے نیک اور صالح افراد اس عمل کو سیکھتے اور سکھاتے تھے.

روایت نمبر ۵:

وأما مرسل عكرمة:

فأخرجه ابن خزيمة (223/2، عقب رقم 1216) والحاكم في المستدرك (464/1، رقم 1194)، والبيهقي في الكبرى (52/3، رقم 4697)

قال الحاكم: هذا الإرسال لا يوهن وصل الحديث فإن الزيادة من الثقة أولى من الإرسال على أن إمام آلاف في الحديث إسحاق بن إبراهيم الحنظلي قد أقام هذا الإسناد عن إبراهيم بن الحكم بن أبان ووصله.

● **امام نووی رحمہ اللہ کی رائے:**

☆ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس نماز کو صلاۃ التسبیح اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تسبیحات کی کثرت ہوتی ہے اور یہ ایک اچھی سنت ہے.

وقال النووي في "تهذيب الأسماء" (136/3): وأما صلاة التسبيح المعروفة فسميت بذلك لكثرة التسبيح فيها على خلاف العادة في غيرها؛ وقد جاء فيها حديث حسن في كتاب الترمذي وغيره وذكرها المحاملي وصاحب التتمة وغيرهما من أصحابنا وهي سنة حسنة.

■ صلاۃ التسبیح کی روایات کو قابل عمل قرار دینے والی شخصیات:

وقد قوّى هذا الحديث جمع من أهل العلم؛ منهم: أبوبكر الآجري، وأبوالحسن المقدسي، والبيهقي، ومن قبلهم ابن المبارك، وكذا ابن السكن، والنووي، والتاج السبكي، والبلقيني، وابن ناصرالدين الدمشقي، وابن حجر، والسيوطي، واللكنوي، والسندي، والزبيدي، والمباركفوري صاحب "التحفة"، والمباركفوري صاحب "المرعاة" [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح]، والعلامة أحمد شاكر، والألباني، وغيرهم..

☆ اِن تمام محدثین نے اس روایت کی سند کو قابل عمل قرار دیا ہے.

وممن صحح هذا الحديث ممن تقدم ابن منده وألف في تصحيحه كتابا والآجري والخطيب وأبوسعد السمعاني وأبوموسى المديني وأبوالحسن ابن المفضل والمنذري وابن الصلاح والنووي في "تهذيب الأسماء" وآخرون، وقال الديلمي في "مسند الفردوس": صلاة التسبيح أشهر الصلوات وأصحها إسنادا، وروى البيهقي وغيره عن أبي حامد الشرقي قال: كنت عند مسلم بن الحجاج ومعنا هذا الحديث فسمعت مسلما يقول: لا يروى فيها إسناد أحسن من هذا.

☆ اِن ائمہ حدیث نے صلاۃ التسبیح کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے.

● امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی فضیلت میں سب سے زیادہ صحیح روایت صلاۃ التسبیح والی ہے.

قال الدارقطني: أصح شيء في فضائل سور القرآن قل هو الله أحد وأصح شيء في فضل الصلاة صلاة التسبيح.

● علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کی نماز کی روایات حسن درجے کی ہیں.

قلت: وذكر الحافظ ابن حجر في النكت على ابن الصلاح (850/2) أن أحاديث صلاة التسبيح من قسم الحسن.

■ جن حضرات نے اس روایت کو نا قابل عمل قرار دیا:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ:

انہوں نے صلاۃ التسبیح کی روایات کو من گھڑت قرار دیا.

وقد ذكر ابن الجوزي أحاديث صلاة التسبيح وطرقها وضعفها كلها، وبين ضعفها وذكره في كتابه "الموضوعات."

امام ترمذی رحمہ اللہ:

انہوں نے اپنی کتاب میں صلاۃ التسبیح کی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے بارے میں مضبوط روایت موجود نہیں.

قال الترمذي: روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في صلاة التسبيح غير حديث، قال: ولا يصح منه كبير شيء.

امام نووی رحمہ اللہ کا دوسرا قول:

امام نووی رحمہ اللہ کا اس کے متعلق ایک اور قول یہ بھی ہے جو انہوں نے عقیلی سے نقل کیا ہے کہ صلاۃ التسبیح کی روایات ثابت نہیں اور اس نماز میں چونکہ عام نمازوں کے مقابلے میں ترتیب بدل رہی ہے لہذا اس نماز کو مستحب کہنا مشکل ہے.

ونقل النووي عن العقيلي: ليس في صلاة التسبيح حديث يثبت، وكذا ذكره ابن العربي وآخرون ليس فيه حديث صحيح ولا حسن، وقال النووي: في استحبابها نظر: لأن حديثها ضعيف، وفيها تغيير لنظم الصلاة المعروفة، فينبغي ألاَّ تفعل بغير حديث وليس حديثها ثابت. (ذكره في شرح المهذب)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ:

علامہ سیوطی نے ابن حجر رحمہ اللہ سے بھی اس روایت کا ضعف نقل کیا ہے.
لیکن علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے "شرح مشکاۃ" میں ان روایات کو حسن درجے کا قرار دیا ہے.

ونقل السيوطي في "اللآلي" عن الحافظ ابن حجر قوله: والحق أن طرقه كلها ضعيفة، وأن حديث ابن عباس يقرب من شرط الحسن إلا أنه شاذ لشدة الفردية فيه، وعدم المتابع، والشاهد من وجه معتبر، ومخالفة هيئتها لهيئة باقي الصلوات.

وموسى بن عبدالعزيز -وإن كان صادقاً صالحاً- فلا يحتمل منه هذا التفرُّد، وقد ضعَّفها ابن تيمية، والمزي، وتوقف الذهبي، حكاه ابن عبد الهادي عنهم في أحكامه...أهـ

مع أنه في جوابه عما قيل في بعض أحاديث المشكاة قال: "الحق أنه في درجة الحسن لكثرة طرقه". فاختلف كلامه فيه -رحمه الله-... والله أعلم.

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

بعض کتب میں کراہت کے قول کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے.

وقال صاحب الفروع في حديث صلاة التسبيح: رواه أحمد، وقال: لا يصح، قال: وادعى شيخنا أنه كذب، كذا قال، ونص أحمد وأئمة أصحابه على كراهتها، ولم يستحبها إمام. واستحبها ابن المبارك على صفة لم يرد بها الخبر؛ لئلا تثبت سُنَّة بخبر لا أصل له.

■ أئمة ثلاثة:

جمہور فقہائے کرام یعنی امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمھم اللہ سے اس کے متعلق کچھ واضح حکم وارد نہیں ہوا ہے، لہذا بعض حضرات نے ان کے عدم عمل کو ممانعت میں دلیل مان لیا.

قال: وأما أبوحنيفة، ومالك، والشافعي فلم يسمعوها بالكلية.

هذا كلام صاحب الفروع -أحد تلاميذ شيخ الإسلام ابن تيمية- رحمهم الله تعالى.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اس نماز کو ثابت نہیں مانتے تھے.

لم يستحبها أحد من الأئمة.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى: "قد نص أحمد وأئمة أصحابه على كراهتها ولم يستحبها إمام". قال: "وأما أبوحنيفة ومالك والشافعي فلم يسمعوها بالكلية."

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کے بارے میں امام احمد کی رائے یہ ہے کہ اس کے متعلق روایات ثابت نہیں اور نہ ہی یہ مستحب عمل ہے، لیکن اگر کوئی اس نماز کو پڑھے تو حرج بھی نہیں.

قال ابن قدامة رحمه الله تعالى في المغني في صلاة التسبيح (1/ 438): ولم يثبت أحمد الحديث المروي فيها ولم يرها مستحبة، وإن فعلها إنسان فلا بأس، فإن النوافل والفضائل لا يشترط صحة الحديث فيها... انتهى.

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا جواب:

چونکہ علامہ ابن جوزی نے اس روایت پر سب سے سخت حکم لگایا ہے یعنی اسکو من گھڑت کہا ہے لہذا محدثین نے ان کا جواب بھی دیا ہے.

۱. علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ:

علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی کا اس روایت کو موضوع قرار دینا غلطی ہے.

قال ابن الملقن في "خلاصة البدر المنير"(165/1): غلط ابن الجوزي حيث ذكرها في "الموضوعات."

۲. امام سیوطی رحمہ اللہ:

ابن جوزی نے اس روایت کو موضوع قرار دے کر حد سے تجاوز کیا کیونکہ جس راوی کو ابن جوزی نے مجھول قرار دیا ہے درحقیقت وہ مجھول نہیں، کیونکہ ابن معین اور نسائی نے موسی بن عبدالعزیز کو ثقہ قرار دیا ہے.

وقال في عون المعبود (4 /124): قال السيوطي: وأفرط ابن الجوزي فأورد هذا الحديث في كتاب "الموضوعات" وأعله بموسى بن عبدالعزيز قال: إنه مجهول.
قال الحافظ أبوالفضل ابن حجر في كتاب "الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة": أساء ابن الجوزي بذكر هذا الحديث في الموضوعات، وقوله: إن موسى بن عبدالعزيز مجهول لم يصب فيه، فإن ابن معين والنسائي وثقاه.
وقال في أمالي الأذكار: هذا الحديث أخرجه البخاري في جزء القراءة خلف الإمام.
وأبوداود وابن ماجه وابن خزيمة في صحيحه والحاكم في مستدركه وصححه البيهقي وغيرهم.
وقال ابن شاهين في "الترغيب": سمعت أبابكر بن أبي داود يقول سمعت أبي يقول: أصح حديث في صلاة التسبيح هذا؛ قال: وموسى بن عبدالعزيز وثقه ابن معين والنسائي وابن حبان وروى عنه خلق، وأخرجه البخاري في جزء القراءة هذا الحديث بعينه وأخرج له في الأدب حديثا في سماع الرعد وببعض هذه الأمور ترتفع الجهالة.

خلاصہ کلام

صلاۃ التسبیح کے متعلق وارد شدہ روایات پر اگرچہ آئمہ حدیث کا کلام موجود ہے لیکن ان تمام اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ ضعیف روایات کثرت طرق کی وجہ سے حسن کے درجے تک پہنچ چکی ہیں اور اکابرین امت کا ہر زمانے میں اس پر نہ صرف عمل رہا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، لہذا اس نماز کا پڑھنا اجر وثواب کا باعث ہے اور اس عمل کو من گھڑت کہنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

21 رمضان المبارک 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 44

شوال کے چھ روزے

حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو مختلف مواقع پر مختلف اعمال کرنے کی ترغیب دی اور ان اعمال کی فضیلت بھی بیان فرمائی.
ان ہی اعمال میں سے شوال کے چھ روزے بھی ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے بعد یہ چھ روزے رکھ لے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھ لئے.

صحیح مسلم شریف کی روایت:

روایت نمبر 1

مَنْ صامَ رمضانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ ستًّا مِنْ شوَّالٍ كانَ كصيامِ الدَّهْرِ.
-الراوي: أبو أيوب الأنصاري.
-المحدث: مسلم .
-المصدر: صحيح مسلم.
-الصفحة أو الرقم: 1164
-خلاصة حكم المحدث: صحيح

- **ہر روزہ دس دن کے روزوں کے برابر ہے**

روایت نمبر2

من صامَ رمضانَ وأتبعَهُ ستًّا من شوَّالٍ فذلكَ صيامُ الدَّهرِ قالَ قلتُ لكلِّ يومٍ عشرٌ قالَ نعم.

-الراوي: أبو أيوب الأنصاري.

-المحدث: الهيثمي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 187/3

-خلاصة حكم المحدث: رجاله رجال الصحيح.

- گویا رمضان کے تیس روزے تین سو دنوں کے برابر اور شوال کے چھ روزے ساٹھ دنوں کے برابر ہو گئے.

☆ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مختلف صحابہ کرام سے منقول ہے لیکن سب سے قوی سند ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے.

وحديث أبي أيوب رضي الله عنه الذي رواه الإمام مسلم في صحيحه هو أقوى هذه الأحاديث؛ وذلك لأن مسلماً رواه من ثلاثة طرق نظيفة: جميعها تدور على سعد ابن سعيد.

والرواية الأولى لم تسلم طرقها من الكلام على بعض رجال إسنادها، لكن بعضها يحمل بعضاً، إذ ليس في رجال إسنادها من هو كذاب أو متهم بكذب، وعلى طريقة الإمام الترمذي في تحسين الأحاديث فإنها حسنة لغيرها

أما الرواية الثانية فإسنادها صحيح، وبخاصة من طريق النسائي والدارمي، وطريق ابن خزيمة يلتقي معهما في يحيى بن حسان.

روایت نمبر۳:

حديث جَابِرِ بْنَ عَبْدِاللَّهِ الأَنْصَارِيِ: أنه سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا.

■روایت نمبر۴:

حديث أبي هريرة رضي الله عنه؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صام رمضان وأتبعه بست من شوال فكأنما صام الدهر كله."
وفي رواية أخرى: "من صام ستة أيام بعد الفطر متتابعة فكأنما صام السنة كلها."
أما الرواية الأولى فذكرها الهيثمي في مجمع الزوائد، وقال: رواه البزار، وله طرق رجال بعضها رجال الثقات.

■روایت نمبر۵:

حديث ابن عباس وجابر رضي الله عنهم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من صام رمضان وأتبعه ستا من شوال صام السنة كلها."

■روایت نمبر٦:

حديث ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صام رمضان وأتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه."
قلت: هذا الحديث منكر؛ لأن مسلمة بن علي: متروك ، كما أن متنه مخالف لجميع الروايات الأخرى.

● یہ روایات چھ صحابہ کرام سے مروی ہیں

ان روایات کا متن اتنا مشہور ہے کہ بعض محدثین نے ان کو متواتر روایات میں شمار کیا ہے۔

كما أن متن الحديث مروي من طرق كثيرة من غير طريق سعد بن سعيد، وقد بلغت هذه الطرق من الكثرة حداً جعل بعض المصنفين يُدرجون هذا الحديث في الأحاديث المتواترة، فأورده الكتاني في كتابه: "نظم المتناثر من الحديث المتواتر"، وذَكَرَ أن السيوطي أورده في كتابه: "الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة من طريق ثمانية أنفس من الصحابة هم: أبو أيوب الأنصاري، وجابر بن عبد الله، وثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، وابن عباس وابن عمر، والبراء بن عازب، وغنام، وعائشة رضي الله عنهم جميعاً، كلهم بألفاظ متقاربة.

■ اس روایت کو "صحیح" کا درجہ دینے والے محدثین کرام:

كما أن ثلَّة من العلماء قد صححوا هذا الحديث قديماً وحديثا منهم: الترمذي، وابن حبان، والدار قطني، والنووي، والهيثمي، والقرطبي، وابن القيم، والمباركفورى، والخطيب التبريزي، ومحمد بن مفلح المقدسي
ومن المُحدَثين: الشيخ شعيب الأرناؤوط[131]}

☆ اگرچہ روایت کی سند پر کلام موجود ہے لیکن تعدد طرق اور محدثین کرام کا اس روایت کو قبول کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ یہ روایت قابل قبول اور قابل عمل ہے.

☆ صحابہ کرام، تابعین اور متقدمین اور متاخرین فقہائے کرام کا اس عمل کو جائز اور مستحسن قرار دینا بھی اس کی قبولیت عند الآئمۃ کی علامت ہے.

خلاصة القول: إن حديث أبي أيوب رضي الله عنه حديث صحيح ويصلح للاحتجاج به، وكذلك حديث ثوبان رضي الله عنه، وباقي الأحاديث شواهد تتقوى بهما، باستثناء حديث ابن عمر فإنه ضعيف جداً ومنكر؛ لشدة ضعف رواته ولمخالفة متنه لباقي الروايات جميعاً.

جمہور امت کا قول:

استحب صيام ستة من شوال أكثر العلماء، منهم: ابن عباس رضي الله عنهما وطاؤوس والشعبي وميمون بن مهران، وهو قول ابن المبارك والشافعي وأحمد وإسحاق.

وقال السيد البكري: "ويسن متأكدا صوم ستة أيام من شهر شوال."

الرأي الأول: الاستحباب. وبه أخذ جمهور الفقهاء من فقهاء المذهب الشافعي[132]، والمذهب الحنبلي[133]، وبعض فقهاء المذهب الحنفي[134]، والمالكي[135

قال النووي: قال أصحابنا: يستحب صوم ستة أيام من شوال لهذا الحديث.. وهذا لا خلاف فيه عندنا، وبه قال أحمد وداود.
-وقال مالك وأبوحنيفة: يكره صومها.

■ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ:

فقہائے کرام میں سے ان دو حضرات کی طرف اس قول کی نسبت کی جاتی ہے کہ وہ ان چھ روزوں کو مکروہ یعنی ناپسندیدہ سمجھتے تھے

● الراي الثاني: الكراهة. وهو قول في المذهب الحنفي[136]، والمالكي[137]}

● الرأي الثالث: كراهة صيامها متتابعة فإذا فرقت الأيام فلا بأس في ذلك[138]. وبه قال بعض المالكية[139] وأبويوسف وغيره من الحنفية[140]}

احناف کی رائے:

امام ابویوسف رحمہ اللہ ان روزوں کو مسلسل رکھنے کی کراہت کے قول کو نقل فرماتے ہیں، لیکن اگر یہ روزے متفرق طور پر رکھے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں.

وقال ابن نُجيم في البحر الرائق: ومن المكروه... صوم ستة من شوال عند أبي حنيفة متفرقا كان أو متتابعا، وعن أبي يوسف كراهته متتابعا لا متفرقا [161]}

وعامة مشايخ الأحناف لم يروا بذلك بأسا. (كما في فتح القدير 349/2)

"**البحر الرائق**" میں مطلقا کراہت کو نقل کیا گیا ہے لیکن "فتح القدیر" میں جمہور احناف کا قول ان روزوں کے استحباب کا نقل کیا ہے اور یہی قول ہمارے زمانے کے تمام فتاوی میں بھی موجود ہے.

امام مالک رحمہ اللہ کی رائے:

امام مالک کی طرف ان روزوں کی کراہیت کا جو قول منسوب کیا جاتا ہے اس کے متعلق خود مالکیہ نے مختلف تاویلات کی ہیں:

۱. ابن عبد البر رحمہ اللہ کا قول:

ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ان روزوں کی ممانعت ایک خاص وجہ سے کی ہے اور وہ یہ کہ ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے لہذا احتیاطا امام مالک نے ان روزوں کی کراہت کا قول فرمایا.

۲. ابو عبد اللہ العبدری رحمہ اللہ:

ابو عبد اللہ العبدری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ ان روزوں کو واجب نہ سمجھ لیں اس لئے منع فرماتے تھے ورنہ امام مالک رحمہ اللہ خود ان روزوں کو رکھتے تھے۔

یہی بات امام قرطبی نے بھی مطرف کی روایت سے نقل کی ہے۔

وذهب أبو عبدالله العبدري إلى تأويل آخر لقول مالك وهو: أن مالكا إنما كره صومها لسرعة أخذ الناس بقوله فيظن الجاهل وجوبها، وزعم العبدري -وهو من فقهاء المالكية- أنّ مالكا كان يصومها وحضَّ مالكٌ الرشيدَ على صيامها [168].

كما أن القرطبي قال: "وروي مطرف عن مالك أنه كان يصومها في خاصة نفسه". [169]

اہل خراسان کا عمل:

امام مالک جس بات کا خوف کرتے تھے وہ عمل اہل خراسان نے شروع کیا کہ ان روزوں کا بھی باقاعدہ اسی طرح کا اہتمام کیا جاتا جیسا کہ رمضان کے روزوں میں کیا جاتا تھا۔

قد وقع ما خافه الإمام مالك في بعض بلاد خراسان إذ كانوا يقومون لسحورها على عادتهم في رمضان (153)

جمہور مالکیۃ کا عمل:

جمہور مالکیہ کا عمل ابتداء سے ہی ان روزوں کے رکھنے کا ہے اور ابتدائی دور میں جب جہل زیادہ تھا تو خوف تھا کہ لوگ اسکو فرض کا حصہ نہ سمجھ بیٹھیں لیکن جب علم عام ہوا تو اب کراہت بھی ختم ہو گئی۔

وللمالكية المتأخرين قيود معروفة لثبوت الكراهة، إذا انتفى قيد منها انتفت الكراهة. وعمل جمهورهم منذ زمن على المبادرة لصومها اتباعا لظاهر النص، بعد انتشار العلم وذهاب ما خشيه الإمام. والله أعلم.

خلاصہ کلام

شوال کے چھ روزوں کا ثبوت چونکہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے لہذا ان روزوں کے رکھنے پر اسی ثواب کی امید کی جاسکتی ہے جو روایات میں وارد ہے۔

اور جن فقہائے کرام کی طرف اسکی ممانعت کی نسبت تھی وہ عمومی ممانعت نہیں بلکہ ایک خاص نوعیت اور صورت میں تھی اور چونکہ موجودہ دور میں ان روزوں کو لازم یا رمضان کا حصہ سمجھنے کا خدشہ لاحق ہو ہی نہیں سکتا لہذا اب ایسی ممانعت یا کراہت والی کوئی بات نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

23 رمضان المبارک 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 45

ا. جمعۃ الوداع کا حکم

شریعت میں "جمعۃ الوداع" کے نام سے کوئی اصطلاح نہیں پائی جاتی بلکہ یہ ایک نیا نام اور نئی اصطلاح ہے اور اس میں جو مخصوص نمازیں یا مخصوص امور انجام دئے جاتے ہیں یہ سب بے بنیاد ہیں .

قرآن و سنت اور سلف صالحین کے آثار اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں جو بات صحیح ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالی نے جن عبادات کو فرض قرار دیا ہے جیسے صوم وصلاۃ وغیرہ ان کی پابندی کی جائے اور اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے جن نوافل کو سنت و مستحب قرار دیا ہے ان کا اہتمام کیا جائے .

اس کے علاوہ لوگوں نے دین کے اندر عبادت کے نام پر جو نئ چیزیں ایجاد کر لی ہیں وہ بدعت ہیں اور بدعتی عمل اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوتا.

علامہ عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(٢) قال العلامة عبد الحی اللکهنوی:

خطبہ وداع کا اہتمام کرنا جیسا کہ اس زمانے میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا ابتداع سے خالی نہیں. علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقے کے التزام کو چھوڑدیں تا کہ عوام اس کے مستحب اور سنت بلکہ ضروری ہونے کے اعتقاد سے نجات پائیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ص١٧٩ جلد ٢ کتاب الحظر والاباحۃ)

مولانا یوسف لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں

عوام میں رمضان المبارک کا آخری جمعہ بڑی اہمیت کے ساتھ مشہور ہے، اور اس کو ”جمعۃ الوداع“ کا نام دیا جاتا ہے. لیکن احادیثِ شریفہ میں ”آخری جمعہ“ کی کوئی الگ خصوصی فضیلت ذکر نہیں کی گئی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آخری جمعہ یا جمعۃ الوداع کا جو تصوّر ہمارے یہاں رائج ہے، حدیث شریف میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ رمضان کے آخری جمعہ کا نام ”آخری جمعہ“ یا ”جمعۃ الوداع“ کب سے جاری ہوا؟ اور یہ نام کیوں رکھا گیا؟ شاید اس کی

وجہ یہ ہو کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ: "رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد سے (یعنی عید کے دن سے) اگلے رمضان المبارک کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع کر دیا جاتا ہے۔"

یہ روایت کمزور ہے، لیکن اس حدیث کے مطابق گویا جنت اور اہلِ جنت کا نیا سال عید الفطر کے دن سے شروع ہوتا ہے، اور رمضان المبارک پر ختم ہوتا ہے، اس لئے گویا جنت کی تقویم کے مطابق ماہِ رمضان المبارک سال کا آخری مہینہ ہے، اور اس کا آخری جمعہ سال کا آخری جمعہ ہے۔ (واللہ اعلم!) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخری جمعہ کے بعد رمضان المبارک کے ختم ہونے میں ہفتے سے کم دنوں کا وقفہ رہ جاتا ہے، اس لئے آخری جمعہ گویا ماہِ مبارک کے فراق و وداع کی علامت ہے، اور یہ کچھ خبر نہیں کہ آئندہ یہ سعید گھڑیاں کس کو نصیب ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ آخری جمعہ کے خطبہ میں رمضان المبارک کے فراق و وداع کے مضامین بڑے رقت آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں. لیکن حضراتِ فقہاء نے آخری جمعہ میں فراق و وداع کے مضامین بیان کرنے کو مکروہ لکھا ہے. مولانا زوّار حسین صاحب اپنی کتاب "زبدۃ الفقہ" میں لکھتے ہیں:

"رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا آنحضرت ﷺ و اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم و سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے. اگرچہ فی نفسہ مباح ہے، لیکن اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو مطعون کرنا بُرا ہے. اور بھی کئی بُرائیاں ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے ان کلمات کا ترک لازمی ہے، تاکہ ان خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔" (زبدۃ الفقہ ج:۲ ص:۲۰۶)

۲. قضائے عمری کا حکم

رمضان کے آخری جمعہ کو نمازوں کی قضا کرنے کو تمام عمر کی قضا نمازوں کا کفارہ قرار دیا جاتا ہے اور اس متعلق ایک روایت پیش کیجاتی ہے.

یہ روایت اور نماز درست نہیں.

حديث : من قضى صلوات من الفرائض في آخر جمعة من رمضان كان ذلك جابرا لكل صلاة فائتة من عمره إلى سبعين سنة.

ملا علی قاری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نماز بالکل باطل ہے اور کسی کتاب میں نقل ہونا اسکی صحت کی علامت نہیں.

قال علي القاري في (موضوعاته الصغرى والكبرى) : باطل قطعيا ، لأنه مناقض للإجماع على أن شيئا من العبادات لا يقوم مقام فائتة سنوات ، ثم لا عبرة بنقل صاحب (النهاية) ولا بقية شراح (الهداية) لأنهم ليسوا من المحدثين ولا أسندوا الحديث إلى أحد من المخرجين . انتهى

علامہ شوکانی اپنی کتاب فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے.

وذكره الشوكاني في (الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة) بلفظ : من صلى في آخر جمعة من رمضان الخمس صلوات المفروضة في اليوم والليلة قضت عنه ما أخل به من صلاة سنة.

وقال : هذا موضوع بلا شك ولم أجده في شيء من الكتب التي جمع مصنفوها فيها الأحاديث الموضوعة ، ولكن اشتهر عند جماعة من المتفقهة بمدينة صنعاء في عصرنا هذا ، وصار كثير منهم يفعلون ذلك، ولا أدري من وضع لهم ، فقبح الله الكذابين انتهى.

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مختلف دعاؤں کی کتابوں میں لکھی گئی ہے لیکن یہ روایت من گھڑت ہے

قال اللكنوي : وقد ألفت لإثبات وضع هذا الحديث الذي يوجد في كتب الأوراد والوظائف بألفاظ مختلفة مختصرة ومطولة بالدلائل العقلية والنقلية رسالة مسماة ب(ردع الأخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان) وأدرجت
فيها فوائد تنشط بها الأذهان وتصغي إليها الآذان فلتطالع فإنها نفيسة في بابها رفيعة الشأن.

۳. جمعہ الوداع کے موقع کی دعا

سوال: سوشل میڈیا پہ جمعہ الوداع کو پڑھی جانے والی دعا کے نام سے ایک دعا گردش کررہی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ دن رمضان کا آخری جمعہ تھا. اللہ کے رسول کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا کہ اے جابر یہ ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہے، پس رمضان کو الوداع کرو اور کہو:

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ صِيَامِنَا إِيَّاهُ، فَإِنْ جَعَلْتَهُ فَاجْعَلْنِي مَرْحُوماً وَ لَا تَجْعَلْنِي مَحْرُوماً ". الخ .

اس کی کیا حقیقت ہے؟

مفتی عارف محمود گلگتی صاحب کا جواب:

مذکورہ دعا من گھڑت ہے، احادیث مبارکہ کی کسی بھی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں، لہذا اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا اور نقل کرنا جائز نہیں .

البتہ روافض کی بعض کتابوں میں یہ دعا نقل کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

خبر وداع شہر رمضان

قال محمد بن علي بن الحسين بن موسى بن بابويه القمي الشيخ الصدوق الرافضي حدثنا أحمد بن محمد بن السعيد الهمداني مولى بني هاشم عن جابر بن يزيد عن أبي الزبير المكي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِي

قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ (صلَّى الله عليه و آله و سلم) فِي آخِرِ جُمُعَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ. فَلَمَّا بَصُرَ بِي قَالَ لِي: "يَا جَابِرُ، هَذَا آخِرُ جُمُعَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَوَدِّعْهُ وَقُلِ:

"اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ صِيَامِنَا إِيَّاهُ، فَإِنْ جَعَلْتَهُ فَاجْعَلْنِي مَرْحُوماً وَ لَا تَجْعَلْنِي مَحْرُوماً"

فَإِنَّهُ مَنْ قَالَ ذَلِكَ ظَفِرَ بِإِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ، إِمَّا بِبُلُوغِ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَ إِمَّا بِغُفْرَانِ اللَّهِ وَ رَحْمَتِهِ."

(فضائل الأشهر الثلاثة، ص: 139،رقم:149) .

ونقله أيضا ابن طاووس الحسني الرافضي إقبال الأعمال 202/2، و ميرزا حسين الطبرسي الرافضي في مستدرك الوسائل، رقم: 8702،

ومحمد بن حسن الحر العاملي في وسائل الشيعة، رقم : 13620)

۴. عید کے موقعہ پر چند مشہور شدہ غیر مستند اعمال

1. عید کی صبح 100 بار استغفار کرنے سے تمام گناہوں کی معافی.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے.

استغفر في يوم عيد بعد صلاة الصبح مائة مرة لا يبقى في ديوانه شيء من الذنوب إلا مُحي عنه ، ويكون يوم القيامة آمنا من عذاب الله .

2. عید کے دن 300 بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھ کر مردوں کو بخشنا.

یہ روایت بھی ثابت نہیں ہے.

وقال الفشني في تحفة الأخوان عن أنس رضي الله تعالى عنه ، عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال " (زينوا العيدين بالتهليل والتقديس والتحميد والتكبير) وعن النبي صلى الله عليه وسلم (من قال سبحان الله وبحمده ثلاثمائة مرة وأهداها لأموات المسلمين دخل في كل قبر ألف نور ، ويجعل الله تعالى في قبرة إذا مات ألف نور.)

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ 400 بار پڑھنا

یہ روایت بھی ثابت نہیں.

وقال الزهري : قال أنس : قال النبي صلى الله عليه وسلم (من قال في كل واحد من العيدين : لا إله إلا الله وحده لاشريك له ، له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير ، وهو على كل شيء قدير(أربعمائة مرة) قبل صلاة العيد زوجه الله تعالى أربعمائة حوراء ، وكأنما أعتق أربعمائة رقبة ، ووكل الله تعالى به الملائكة يبنون له المدائن ، ويغرسون له الأشجار إلى يوم القيامة) قال الزهري : ماتركتها منذ سمعتها من أنس . وقال أنس رضي الله تعالى عنه ماتركتها منذ سمعتها من النبي صلى الله عليه وسلم

الجواب : ذكره الصفوي

في الكتاب : نزهة المجالس ومنتخب النفائس لم يذكر سنده

ولهذا أجمع العلماء أن الحديث لا يثبت إلا إذا صحّ سنده

أحياناً يقولون في بعض الأحاديث: «لا أصل له» بمعنى: أنَّه لا إسناد له يُرفع إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم، وقد يكون موقوفاً أو مقطوعاً أو حكاية. وقد يكون بمعنى لا إسناد له أصلاً. إنّما عرف في الكتب، واشتهر على ألسنة الأطباء، أو ألسنة القصاصين، أو على ألسنة العباد والوعَّاظ. وقد يكون بمعنى لا أصل له.

خلاصہ کلام:

اس پوسٹ میں لکھی گئی تمام باتیں سند ادرست اور ثابت نہیں لہذا تمام اہل ایمان ایسی چیزوں کو پھیلانے سے اجتناب کریں.

کتبہ عبدالباقی اخونزادہ

2شوال1438

تنبیہات سلسلہ نمبر 46

مولا علی

سوال: شیعہ حضرات ایک روایت پیش کرتے ہیں

"من كنت مولاه فهذا على مولاه"

اور اس سے خلافت اور "مولا علی مدد " کا معنی نکالتے ہیں.

الجواب باسمہ تعالی
سب سے پہلے اس روایت کا پس منظر اور اس اعلان کی وجوہات کا واضح کرنا ضروری ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے یہ بات کیوں فرمائی اور اس کا مطلب کیا ہے.

واقعہ کا پس منظر:

۱ پہلی روایت:

عباس عن بريدة الأسلمي رضي الله عنه قال: خرجت مع علي رضي الله عنه إلى اليمن فرأيت منه جفوة، فقدمت على النبي صلى الله عليه وسلم، فذكرت عليا، فتنقصته، فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يتغير وجهه، فقال" :يابريدة! ألست أولى بالمؤمنين من أنفسهم؟ "قلت: بلى يارسول الله، قال" :من كنت مولاه، فعلي مولاه."

-أخرجه النسائي في "الكبرى8145) "، 8466، .(8467)

-وأحمد (22945).

-والبزار (4352، 4353)

-والحاكم (4578)، وصححه على شرط مسلم.

-وقال الألباني في "السلسلة الصحيحة) "تحت الحديث 1750): قلت: وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، وتصحيح الحاكم على شرط مسلم وحده قصور.

۲ دوسری روایت:

وعن أبي سعيد الخدري قال: اشتكى الناس عليا رضوان الله عليه فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فينا خطيبا فسمعته يقول" :أيها الناس! لا تشكوا عليا؛ فوالله إنه لأخشن في ذات الله أو في سبيل الله من أن يشكى."

-رواه أحمد في "المسند(11835) :". وفي "فضائل الصحابة.(1161) "

-والطبري في تاريخه: (2/ 205)

-والحاكم (4654).

-وأبو نعيم في "الحلية.(1/68)

-وابن عساكر (200-199/42)

وهذا اللفظ مختصر، والقصة الكاملة هي:

عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه قال: بعث رسول الله ﷺعلي بن أبي طالب إلى اليمن، قال أبوسعيد: فكنت ممن خرج معه، فلما أخذ من إبل الصدقة سألناه أن نركب منها ونريح إبلنا فكنا قد رأينا في إبلنا خللاً فأبى علينا وقال: إنما لكم منها سهم كما للمسلمين، قال: فلما فرغ علي وإنطلق من اليمن راجعاً أمر علينا إنساناً وأسرع هو فأدرك الحج، فلما قضى حجته قال له النبي صلى الله عليه وسلم: ارجع إلى أصحابك حتى تقدم عليهم، قال أبوسعيد: وقد كنا سألنا الذي استخلفه ما كان على منعنا إياه نفعل فلما جاء عرف في إبل الصدقة إن قد ركبت رأى أثر المركب فذم الذي أمره ولامه، فقلت: إنا إن شاء الله إن قدمت المدينة لأذكرن لرسول الله ولأخبرنه ما لقينا من الغلظة والتضييق، قال: فلما قدمنا المدينة غدوت إلى رسول الله أريد أن أفعل ما كنت حلفت عليه، فلقيت أبابكر خارجاً من عند رسول الله فوقف معي ورحب بي وسألني وسألته وقال متى قدمت؟ قلت: قدمت البارحة فرجع معي إلى رسول الله فدخل فقال: هذا سعد بن مالك بن الشهيد، قال: ائذن له، فدخلت فحييت رسول الله وسلم وجاءني وسلم عليّ وسألني عن نفسي وعن أهلي فأحفى المسألة، فقلت له: يارسول الله! ما لقينا من علي من الغلظة وسوء الصحبة والتضييق، فانتبذ رسول الله وجعلت أنا أعدد ما لقينا منه حتى إذا كنت في وسط كلامي ضرب رسول الله على فخذي وكنت منه قريباً ثم قال: سعد بن مالك الشهيد؟ مه بعض قولك لأخيك علي، فوالله لقد علمت أنه أخشن في سبيل الله. قال: فقلت في نفسي: ثكلتك أمك سعد بن

مالك ألا أراني كنت فيما يكره منذ اليوم وما أدري لا جرم والله لا أذكره بسوء أبداً سراً ولا علانية.
-رواه البيهقي في "دلائل النبوة (5/398) "وابن عساكر (200/42).
-وقال ابن كثير في "السيرة النبوية :(4/ 205) "وهذا إسناد جيد.

۳ تیسری روایت:

وعن وهب بن حمزة قال: سافرت مع علي بن أبي طالب من المدينة إلى مكة فرأيت منه جفوة؛ فقلت: لئن رجعت فلقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنالن منه؛ قال: فرجعت فلقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت عليا فنلت منه فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم" :لا تقولن هذا لعلي فإن عليا وليكم بعدي."
-رواه الطبراني في "الكبير.[(22/ 135) "
-وخيثمة بن سليمان الطرابلسي، كما في "البداية والنهاية[(7/ 345) "
-وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد :(9/109) "رواه الطبراني، وفيه "دكين "ذكره ابن أبي حاتم ولم يضعفه أحد وبقية رجاله وثقوا.

روایات کا خلاصہ:

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر سے خمس (پانچواں حصہ) لانے کیلئے بھیجا تو وہاں تقسیم پر بعض صحابہ حضرت علی سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے انکی شکایت کی. بعض صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رویے کی سختی کی شکایت کی.

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزامات:

پہلا الزام: غنیمت کے خمس سے ایک خوبصورت باندی لی.

دوسرا الزام: ساتھیوں پر غنیمت کے معاملے میں سختی کی.

اس واقعے کا وقت اور مقام:

یہ حضور ﷺ کے حجۃ الوداع کا واقعہ ہے. حضور ﷺ کے سامنے جب یہ تمام حالات آئے تو آپ ﷺ نے مکہ سے کوچ فرما کر مدینہ کے راستے میں "غدیر خم "نامی مقام پر ۱۸ ذی الحج کو خطبہ ارشاد فرمایا.

غدیر خم:

یہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جحفہ کے قریب ایک علاقہ ہے اور اسکا موجودہ نام "غربہ " ہے.

"غديرُ خُم "هو: موضع بين مكة والمدينة، وهو واد عند الجحفة به غدير، يقع شرق رابغ بما يقرب من (26) كيلاً، ويسمونه اليوم الغربة، و"خم "اسم رجل صباغ نسب إليه الغدير.

والغدير هو: مستنقع من ماء المطر.

انظر" :معجم البلدان (2/389) "و"على طريق الهجرة "لعاتق البلادي (ص: 61)

واقعہ کی تاریخ:

یہ واقعہ ۱۸ ذی الحج کو حجۃ الوداع سے واپسی پر پیش آیا.

بالنسبة للحادثة فقد كانت بعد حجة الوداع و بالتحديد يوم الثامن عشر من ذي الحجة كما قال بذلك الدكتور مهدي رزق في كتابه "السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية" (ص: 678)

آپ ﷺ کا فرمان:

"من كنت مولاه فهذا على مولاه"

اس روایت کا اتنا حصہ متفقہ طور پر صحیح ہے.

جبکہ

"اللهم وال من والاه وعاد من عاداه"

روایت کے اس حصے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: کچھ حضرات نے اسکو موضوع قرار دیا ہے اور کچھ نے ضعف شدید کہا ہے، لیکن سالم بات یہ ہے کہ یہ حصہ بھی ثابت ہے.

فرمان رسول اللہ ﷺ کا مقصد:

چونکہ صحابہ کرام میں سے بعض حضرات کو حضرت علی سے شکوہ تھا اور شکوہ شکایت عموما نفرت کا سبب بنتے ہیں اور لوگوں میں جو چہ میگوئیاں شروع ہوئی تھیں ان سب امور کے خاتمے کیلئے لازم تھا کہ حضرت علی کی طرف سے وضاحت اور ان کے کئے ہوئے افعال کا دفاع کیا جائے، تو آپ ﷺ نے پہلے تو انفرادی طور پر ان افراد کو سمجھایا اور حضرت علی کے عمل کی وضاحت فرمائی اور ان کو حضرت علی کی محبت کا درس دیا.

- **جیسے حضرت بریدہ سے فرمایا:**

"يابريدة! الست اولى بالمؤمنين من أنفسهم؟"

حضرت بریدہ نے جب شکایت کی تو حضور ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوا اور فرمایا کہ کیا مجھے ایمان والوں کی نظر میں ان کی جان سے زیادہ محبوب نہیں ہونا چاہیئے؟ عرض کیا جی ضرور، فرمایا: پس جو مجھے محبوب رکھے ہے وہ علی کو محبوب رکھے .

- **جنہوں نے سختی کی شکایت کی:**

ان سے فرمایا:

"انه أخشن في سبيل الله "

وہ اللہ کے راستے میں اس سے زیادہ سختی کا مظاہرہ کافروں کے خلاف کرتا ہے.

- **باندی لینے کی شکایت کرنے والوں سے فرمایا:**

علی کا حصہ مال غنیمت میں اس سے زیادہ تھا اور پھر تمام مجمعے کے سامنے حضرت علی کی محبت، عقیدت اور ان کے ساتھ خلوص کو اپنی محبت کا جزء قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"من كنت مولاه فهذا على مولاه"

جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ علی سے محبت رکھے گا.

اسی حکم کو صحابہ کرام بھی سمجھے، لہذا حضرت عمر نے فورا مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ اے علی! مبارک ہو آج سے آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے محبوب بن گئے.

أخذ النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ بيدِ عليِّ بنِ أبي طالبٍ ، فقال : ألستُ وليَّ المؤمنين ؟
قالوا : بلى يا رسولَ اللهِ ، قال : من كنتُ مولاه فعليٌّ مولاه ،
فقال عمرُ بنُ الخطابِ : بخٍ بخٍ لك يا ابنَ أبي طالبٍ ! أصبحت مولايَ ومولى كلِّ مسلمٍ

مولا کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغت میں مولا کے تقریبا ۱۹ معانی ذکر کئے جاتے ہیں، لیکن عموما قرآن و حدیث میں جب مولا کا لفظ کہا جاتا ہے یا یہ صیغہ استعمال ہوتا ہے تو وہاں "نصرت، مددگار، محبت " کے معنی میں ہی استعمال کیا جاتا ہے.

قول النبي ﷺ في الحديثين" :وهو ولي كل مؤمن بعدي"؛ أراد بكلمة (ولي) هنا الموالاة التي هي المناصرة والموادّة.
فـ (وليّ) هنا تعني: المستحق للمودة والمحبّة والنّصرة، وهذا هو معنى (الولي) و (المولى) في كتاب الله تعالى:
قال الله تعالى: {وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ{
أي: موالاة المحبة والنصرة، وليس معناه بعضهم أمراء وحكّام بعض... إذن لأصبح كلٌّ منّا أميرًا مأمورًا، وحاكِمًا محكومًا، ورئيسًا مرؤوسًا في نفس الوقت، لأن بعضنا أولياءُ بعضٍ.

یعنی اگر ولی کا معنی بادشاہ یا خلیفہ لیا جائے تو بہت سی آیات اور احادیث کے معانی بگڑ جائینگے.

وقال تعالى:{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ}.

وقال تعالى: {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ}

أي: لا توادّوهم ولا تناصرونهم.

وقال تعالى: {وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ}

أي: إن الله والملائكة وصالح المؤمنين ناصِروه ومؤيّدوه، لان الملائكة والمؤمنين هم الأمراء الحاكمون على النبى.

گویا مقصد نبوت:

"مقام علی اور محبت علی " کا اظہار تھا، نہ کہ خلافت یا امارت کا بیان."

إذن فمقصودُ النبي ﷺ ومرادهُ: أنّ عليًّا تجب مودته ومناصرته لا بغضه والشكوى منه.

علمائے امت کا موقف:

● امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال البيهقي في "الإعتقاد "(ص 354)"وأما حديث الموالاة - إن صح إسناده - فليس فيه نصٌّ على ولاية علي بعده، فقد ذكرنا من طرقه في "كتاب الفضائل "ما دلّ على مقصود النبي صلى الله عليه وسلم من ذلك، وهو أنه لما بعثه إلى اليمن كثرت الشكاة

عنه وأظهروا بغضه فأراد النبي صلى الله عليه وسلم أن يذكر اختصاصه به ومحبته إياه ويحثهم بذلك على محبته وموالاته وترك معاداته فقال" :من كنت وليه فعلي وليه". وفي بعض الروايات" :من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه". والمراد به: ولاء الإسلام ومودته، وعلى المسلمين أن يوالي بعضهم بعضا ولا يعادي بعضهم بعضا."

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مقصود لوگوں کے دلوں سے بغض وعناد کو نکال کر آپس میں محبت کو پیدا کرنا تھا، نہ کہ حضرت علی کی خلافت کو بیان کرنا.

● علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال الإمام ابن كثير في "البداية والنهاية:(7/225) "

وأما ما يفتريه كثير من جهلة الشيعة والقصاص الأغبياء من أنه أوصى، يقصد النبي صلى الله عليه وسلم إلى علي بالخلافة فكذب وبهت وافتراء عظيم، يلزم منه خطأ كبير من تخوين الصحابة وممالأتهم بعده على ترك تنفيذ وصيته وإيصالها إلى من أوصى إليه وصرفهم إياها إلى غيره لا لمعنى ولا لسبب.

بعض لوگوں کا اس روایت سے خلافت علی کو ثابت کرنا جھوٹ اور بہتان ہے اور تمام صحابہ پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے وصیت رسول کو نافذ نہیں کیا.

● امام طبری رحمہ اللہ:

اس روایت پر سب سے زیادہ تفصیلی بحث علامہ طبری نے کی کہ انہوں نے صرف اس حدیث پر چار جلدوں کی کتاب لکھ ڈالی تھی جس کی وجہ سے ان پر تشیع کا الزام بھی لگا لیکن جب انہوں نے خلافت کا بیان کیا تو اس میں وہی ترتیب رکھی جو جمہور امت کے نزدیک ہے.

وأما الإمام الطبري فقد خالف الشيعة في النتائج التي رتبوها على هذا الحديث مخالفة جذرية، فقد أثبت أن أحق الناس بالخلافة بعد النبي صلى الله عليه وسلم

وأولاهم بالإمامة أبوبكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين، وأن ترتيبهم في الفضل كترتيبهم في الإمامة.
(انظر "صريح السنة "للطبري، ص: 24).

● **علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ:**

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں خلافت کا کوئی تذکرہ ہے ہی نہیں ورنہ آپ ﷺ اتنے اہم معاملے کو اس قدر بیان پر نہ چھوڑتے بلکہ اس کو اہمیت کے ساتھ بیان فرماتے۔

ما يستدل به الشيعة بهذه الواقعة على إثبات خلافة علي فقد أجاب عنه الإمام ابن تيمية في منهاج السنة (4/84-85) فقال: ليس في هذا الحديث -اى حديث الغدير- ما يدل على أنه نص على خلافة علي، إذ لم يرد به الخلافة أصلاً، وليس في اللفظ ما يدل عليه، ولو كان المراد به الخلافة لوجب أن يبلغ مثل هذا الأمر العظيم بلاغاً بيناً...الخ.

خلاصہ کلام:

مولا علی کا معنی "ہمارے محبوب، ہمارے سردار "بالکل درست معنی ہے اور یہی معنی مقصود نبوت بھی تھا اور مطلوب شریعت بھی، لیکن اس سے "الوصیت علی" کو یا "خلافت علی" کو ثابت کرنا محض جہل اور مزاج شریعت کو نہ سمجھنے کی نشانی ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 47

گھوڑے کا گوشت

سوال: گھوڑے کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب باسمہ تعالی

ابتدائے اسلام میں گھوڑے، گدھے سب کا گوشت حلال تھا اور صحابہ کرام اس کو استعمال فرماتے تھے۔

غزوہ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے "الحمر الاہلیة" یعنی پالتو گدھے کا گوشت منع فرمایا.

"نَهى النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم يومَ خَيبَرَ عن لُحومِ الحُمُرِ".

-الراوي :جابر بن عبدالله.

-المحدث: البخاري.

-المصدر: صحيح البخاري.

-الرقم: 5524

لیکن کیا آپ ﷺ نے گھوڑے کے گوشت کو بھی منع فرمایا؟ تو اس سلسلے میں دو طرح کی روایات وارد ہیں:

ایک میں گھوڑے کے حلال ہونے کا تذکرہ ہے اور دوسری روایات میں گھوڑے کے گوشت کی حرمت کا تذکرہ ہے.

حلت والی روایات:

۲ .نهى رسول اللهِ صلى الله عليه وسلم يوم خيبر عن أن نأكل لحوم الحمر، وأمرنا أن نأكل لحوم الخيل.

-الراوي: جابر بن عبدالله.

-المحدث: أبوداود.

-المصدر: سنن أبي داود.

-الصفحة أو الرقم: 3808.

یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے صحیح ہیں اور ان میں اسی موقعے پر گھوڑے کے گوشت کی حلت کا بیان ہے.

حرمت والی روایات:

۱ .نَهى رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ عن أَكلِ لحومِ الخيلِ والبغالِ والحميرِ.

-الراوي: خالد بن الوليد.

-المحدث: الإمام أحمد.

-المصدر: العلل المتناهية.

-الصفحة أو الرقم: 659/2.

-خلاصة حكم المحدث: منكر.

اس روایت میں گھوڑے کے گوشت کو گدھے کے گوشت کے ساتھ منع فرمایا گیا.

یہ روایت سند کے لحاظ سے بہت کمزور ہے.

۲ .أنَّ النبيَّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ نهى عن لُحُومِ الخَيْلِ والبِغَالِ والحَمِيرِ. وفي روايةِ أبي داودَ قصةٌ، أولُها: غزوْتُ مع رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ خيبرَ.

-الراوي :خالد بن الوليد.

-المحدث: النسائي.

-المصدر: الدراية.

-الصفحة أو الرقم: 210/2.

-خلاصة حكم المحدث: يشبه –إن كان صحيحاً– أن يكون منسوخاً.

اس روایت کو امام نسائی نے منسوخ قرار دیا ہے.

فقہائے کرام کے اقوال:

جمہور فقہائے کرام اور امام صاحبین کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حلال ہے.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مختلف اقوال منقول ہیں:

۱ . مکروہ تحریمی.

۲ . مکروہ تنزیہی.

في كراهة لحم الخيل على قول أبي حنيفة روايتان: تنزيه وتحريم، وصحح الثاني.

جمہور کے دلائل صحیح روایات سے:

قال في المبسوط (233/11): وَبِهَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ يَسْتَدِلُّ مَنْ يُرَخِّصُ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِمَنْفَعَةِ الْأَكْلِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَالشَّافِعِيِّ رَحِمَهُمْ اللَّهُ تَعَالَى.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل:

امام صاحب رحمہ اللہ کے اقوال اس باب میں مضطرب ہیں. کہیں سے کراہت تنزیہی کا مطلب نکلتا ہے اور کہیں سے کراہت تحریمی کا. اسی طرح امام صاحب کے قول کے سبب میں بھی اختلاف ہے. بعض علماء اس روایت کو سبب قرار دیتے ہیں اور بعض علماء آلہ جہاد ہونے کو سبب قرار دیتے ہیں .

وَأَمَّا أَبُوحَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ لَحْمَ الْخَيْلِ، فَظَاهِرُ اللَّفْظِ فِي كِتَابِ الصَّيْدِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْكَرَاهَةَ لِلتَّنْزِيهِ، فَإِنَّهُ قَالَ: رَخَّصَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ، فَأَمَّا أَنَا لَا يُعْجِبُنِي أَكْلُهُ، وَمَا قَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَكْرَهُ لَحْمَ الْخَيْلِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ كَرَاهَةُ التَّحْرِيمِ، فَقَدْ رُوِيَ أَنَّ أَبَايُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ لِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ :إذَا قُلْتُ فِي شَيْءٍ أَكْرَهُهُ فَمَا رَأْيُكَ فِيهِ قَالَ :التَّحْرِيمُ .

وقال في لسان الحكام (ص: 381)

وحمار الْوَحْش يُؤْكَل بِخِلَاف الأهلي والبغل لَا يؤكل. وَيكرهُ لحم الْخَيل عِنْد أبي حنيفَة رَحمَه الله، وَفِي الْكَرَاهَة رِوَايَتَانِ، وَالأَصَح كَرَاهَة التحريم.

اگر انکے نزدیک ممانعت والی روایت کی وجہ سے کراہت ہے تو وہ روایت محدثین کے نزدیک متفق علیہ روایت کی وجہ سے منسوخ ہے.

وَذَهَبَ جَمَاعَةٌ إِلَى تَحْرِيمِهِ، رُوِيَ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ.

قَالَ النَّوَوِيُّ: وَاحْتَجَّ أَبُوحَنِيفَةَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى، وَبِحَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ: «نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ». (رَوَاهُ أَبُوداوِدِ)

وَعَنِ الْحَدِيثِ بِأَنَّ عُلَمَاءَ الْحَدِيثِ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ. قَالَ أَبُودَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ.

وَقَالَ النَّسَائِيُّ: حَدِيثُ الْإِبَاحَةِ أَصَحُّ، وَيُشْبِهُ إِنْ كَانَ هَذَا صَحِيحًا أَنْ يَكُونَ مَنْسُوخًا، وَاحْتَجَّ الْجُمْهُورُ بِأَحَادِيثِ الْإِبَاحَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا مُسْلِمٌ وَغَيْرُهُ، وَهِيَ صَحِيحَةٌ صَرِيحَةٌ، وَلَمْ يَثْبُتْ فِي النَّهْيِ صَحِيحٌ اهـ وَلَا يَخْفَى أَنَّ مَا نَقَلَهُ عَنْ أَنَّ دَاوُدَ، وَالنَّسَائِيَّ مُخَالِفٌ لِدَعْوَاهُ مِنِ اتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ عَلَى أَنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ ضَعِيفًا لَمَا احْتَاجُوا إِلَى الْقَوْلِ بِنَسْخِهِ، مَعَ أَنَّ قَوْلَ النَّسَائِيِّ" :حَدِيثُ الْإِبَاحَةِ أَصَحُّ" صَرِيحٌ.

(مرقاۃ المفاتیح)

اور اگر وجہ کراہیت آلہ جہاد ہونا تھا تو موجودہ زمانے میں یہ علت تقریباً ناپید ہو چکی ہے. اسی وجہ سے اب فقہ حنفی کے عظیم دارالافتاء بھی گھوڑے کے گوشت کی حلت کے فتوے جاری کر رہے ہیں.

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال#68175

ا. میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ گھوڑے کا گوشت اسلام میں حلال ہے یا حرام ہے؟

Published on: Jul 3, 2016

جواب#68175

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa ID: 707-707/B=9/1437

ا. گھوڑے کا گوشت اسلام میں حلال ہے. صرف اس کے فوجی نظام میں کام میں آنے کی وجہ سے اس کو ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ

سوال: گھوڑا کھانا حلال ہے یا حرام یا مکروہ؟ اور گھوڑی کے دودھ کا کیا حکم ہے، حلال ہے یا حرام؟

جواب: صورت مسئولہ میں گھوڑا حلال جانور ہے، اس کا گوشت کھانا اور دودھ پینا حلال اور جائز ہے۔ یہاں طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کا گوشت اور دودھ کھانے پینے میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ فقط. واللہ اعلم.

(دارالافتاء، بنوری ٹاؤن)

خلاصہ کلام

گھوڑے کا گوشت حلال اور طیب ہے اور فقہ حنفی میں اس کی ممانعت کی وجہ آلہ جہاد ہونا بیان کیا گیا ہے کہ کھانے میں اسکے استعمال ہو جانے سے جہاد میں کمی واقع نہ ہو جائے. موجودہ دور میں جہاں جہاں اس کا گوشت استعمال ہو تا ہے اسکا کھانا حلال اور بلا کراہت جائز ہے.

زبدہ الفقہ:

گھوڑا حلال ہے لیکن جہاد کا جانور ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے اس کے گوشت کو مکروہ فرمایا ہے۔(زبدۃ الفقہ)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

14 شوال1438

تنبیہات سلسلہ نمبر48

قبرستان جانے کا حکم

اس موضوع کے تین حصے ہیں:

- مردوں کا قبرستان جانا
- خواتین کا قبرستان جانا

- کسی خاص دن یا خاص موقعہ پر قبرستان جانا

1) قبرستان جانے کے متعلق ابتدائی اسلام میں ممانعت تھی لیکن پھر آپ ﷺ نے باقاعدہ اجازت اور ترغیب دی لہذا قبرستان جانا مردوں کیلئے باعث عبرت واجر عمل ہے

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : { قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ ، فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ } رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَه.

2) خواتین کے قبرستان جانے کے بارے میں مختلف آراء پائے جاتے ہیں:

القول الأول:
حرمة الزيارة مطلقاً:وهو وقول عند المالكية ذكره الدسوقي في حاشيته ،وقول عند الشافعيةقاله الشيرازي في المهذب257/1

پہلا قول بعض مالکیہ کا ہے کہ عورت کا قبرستان جانا مطلقا حرام ہے.

القول الثاني:
الكراهة،وهو قول عند المالكية ذكره الدسوقي في حاشيته مع تفريق بين الشابة والعجوز،وقول عند الشافعية ذكره ابن حجر الهيتمي في كتابه(تحفة المحتاج)،وقول عند الحنابلة رجحه ابن قدامة ڤي المغني2/ 430.

مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے قول کے مطابق عورت کا قبرستان جانا مکروہ ہے

الإباحة بل والندب-الاستحباب-،وهو قول الحنفية كما ذكر السرخسي في (المبسوط) راجع حاشية ابن عابدين.(1/150)

احناف کے نزدیک عورت کا قبرستان جانا مستحب اور بہتر ہے۔

حرام کہنے والوں کے دلائل:

أدلة الفريق الأول:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : { أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ } رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَه.

ووجه الدلالة فيه :النهي، وهو يفيد التحريم.

اس روایت میں آپ ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی اور اس لعنت سے حرام ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ ابْنِ عَمْرٍو عِنْدَ أَبِي دَاوُد وَالْحَاكِمِ { أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فَقَالَ : مَا أَخْرَجَكِ مِنْ بَيْتِكِ ؟ فَقَالَتْ : أَتَيْت أَهْلَ هَذَا الْمَيِّتِ فَرَحِمْت مَيِّتَهُمْ فَقَالَ لَهَا : فَلَعَلَّكِ بَلَغْت مَعَهُمْ الْكُدَى ، قَالَتْ : مَعَاذَ اللَّهِ وَقَدْ سَمِعْتُك تَذْكُرُ فِيهَا مَا تَذْكُرُ ، } فَقَالَ : لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمْ الْكُدَى فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ ، فَسَأَلْت رَبِيعَةَ مَا الْكُدَى ؟ فَقَالَ : الْقُبُورُ فِيمَا أَحْسِبُ وَفِي رِوَايَةٍ { لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمْ الْكُدَى مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ حَتَّى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكِ } قَالَ الْحَاكِمُ : صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخِ وَلَمْ يُخَرِّجَاه.
قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ : وَفِيمَا قَالَهُ الْحَاكِمُ عِنْدِي نَظَرٌ.

وجه الدلالة: أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم رتب عقوبة على الزيارة وهذادليل لى حرمة الزيارة بالنسبة للنساء

حضرت فاطمہ ایک تعزیت کیلئے گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم جنازے کے ساتھ جاتیں تو اتنا اتنا عذاب ہوتا اور یہ تشدید بھی حرمت کی علامت ہے۔

حرام کہنے والوں کا جواب:

پہلی روایت میں زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی گئی لیکن علماء امت اس کو خاص کرتے ہیں ان خواتین کے ساتھ جو کثرت سے قبرستان آنا جانا رکھے.

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ
وقد دل لفظ (زوارات القبور) على أن النهي متعلق بالمبالغة في الزيارة،
يقول ابن: العربي المالكي في ذلك-كما نقله عنه الشوكاني في نيل الأوطار 502/4

قال القرطبي: اللعن المذكور في الحديث إنما هو للمكثرات من الزيارة لما تقتضيه الصيغة من المبالغة ولعل السبب ما يفضي إليه ذلك من تضييع حق الزوج والتبرج وما ينشأ من الصياح ونحو ذلك وقد يقال إذا أمن جميع ذلك فلا مانع من الإذن لهن لأن تذكر الموت يحتاج إليه الرجال والنساء.. انتهى
ثم علق الشوكاني اليه قائلاً

(وهذا الكلام هو الذي ينبغي اعتماده في الجمع بين أحاديث الباب المتعارضة في الظاهر)

● امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ جو عورتیں کثرت سے قبرستان جاتی ہیں اور رونا دھونا کرتی ہیں یا زیب زینت اختیار کرتی ہیں یا شوہر کے حقوق ضائع کرتی ہیں ان عورتوں کے بارے میں یہ شدید ممانعت وارد ہے

● دوسری روایت حضرت فاطمہ والی

اس روایت کی سند کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے مقابل جن روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے وہ روایات زیادہ قوی ہیں.

جو حضرات کراہیت کے قائل ہیں:

در حقیقت قول ثانی اور ثالث کے دلائل ایک ہی ہیں البتہ کچھ باتوں میں فرق ہے مثلا: جو حضرات کراہیت کے قائل ہیں انہوں نے یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ جوان عورت کیلئے مکروہ ہے لیکن بوڑھی عورت کیلئے مکروہ نہیں وغیرہ.

جواز کے قائلین کے دلائل:

یہ حضرات خواتین کے قبرستان جانے کو چند شرائط کیساتھ مستحب قرار دیتے ہیں:

1. کثرت زیارت نہ ہو.
2. واویلا مچانا یا چہرہ پیٹنا نہ ہو.
3. بن سنور کر زیب وزینت کے ساتھ قبرستان نہ جائے.

دلائل:

1) حضور ﷺ نے ممانعت کے بعد جو اجازت عطا فرمائی وہ مرد عورت دونوں کیلئے عام ہے.

اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ عورتوں کی تربیت اسلامی خطوط پر نہیں ہوئی تھی وہ قبروں پر جا کر بین کرتیں، بال نوچتیں اور پیٹتی تھیں۔ لہٰذا منع کا حکم تھا لیکن اسلامی تعلیم وتربیت کے بعد ان کے قول و عمل میں صحیح انقلاب آیا، تو شارع ﷺ نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت عنایت فرمائی۔ آج بھی کوئی عورت یا مرد دورِ جاہلیت کی طرح قبروں پر جا کر غیر شرعی حرکات کرے تو اس کے لئے ممانعت ہے، ورنہ اجازت ہے۔ آقائے کریم کا فرمان ہے:

"نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها."
(مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب استيذان النبى صلى الله عليه وآله وسلم ربه قبر امه، 2 : 672، الرقم: 977)

"میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب ان کی زیارت کیا کرو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعن زوارات القبور قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ قبروں پر جانے والیوں پر۔ جس طرح نماز، روزہ، اور باقی عبادات میں مبالغہ آمیزی جائز نہیں، زیارت قبور میں بھی حد اعتدال کا حکم ہے۔

امام ترمذی نے اس کے متعلق فرمایا:

قد راى بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان يرخص النبى صلى الله عليه وآله وسلم فى زيارة القبور فلما رخص دخل رخصة الرجال والنساء وقال بعضهم انما كره زيارة القبور للنساء لقد صبرهن وكثرة جزعهن.
(ترمذى، السنن، كتاب الجنائز باب ماجاء فى كراهية زيارة القبور للنساء، 3: 372، الرقم: 1056)

"بعض اہل علم کے خیال میں یہ (لعنت) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت سے پہلے تھی۔ جب آپ نے رخصت دی تو آپ کی رخصت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں اور بعض علماء نے کہا کہ عورتوں کی زیارت قبور اس لئے مکروہ ہے کہ ان میں صبر کم اور بے صبری زیادہ ہوتی ہے۔"

پس اگر بے صبری کا اظہار، پیٹنا اور بال نوچنا یا گریبان پھاڑنا نہ ہو اور فتنہ و فساد کا خطرہ بھی نہ ہو تو عورت بھی اس طرح زیارت قبور کر سکتی ہے جس طرح مرد، اور یہ کہ یہ سنت دونوں کے لئے ہے۔

2) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه قَالَ : مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بِامْرَأَة تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ: اتَّقِي اللهِ وَاصْبِرِي. ملخصا
رَوَاه الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ .(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجنائز)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو ایک قبر کے پاس زار و قطار رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔
آپ ﷺ نے اس کے رونے کو برا جانا لیکن اس کے قبرستان آنے پر نکیر نہیں فرمائی.

3) عَنْ عَائِشَة رضي الله عنها، في رواية طويلة قَالَتْ : قُلْتُ : كَيفَ أَقُوْلُ لَهمْ يا رَسُوْلَ اللهِ؟ (تَعْنِي فِي زِيارَة الْقُبُوْرِ) قَالَ : قُوْلِي : السَّلَامُ عَلٰي أَهلِ الدِّيارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيرْحَمُ االلهِ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ االلهِ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ.
(رَوَاه مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ).
أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لأهلها.

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل روایت میں بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں زیارتِ قبور کے وقت اہلِ قبور سے کس طرح مخاطب ہوا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں کہا کرو: اے مومنو اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں۔‘‘

گویا آپ ﷺ حضرت عائشہ کو قبرستان میں داخل ہونے کی دعا سکھا رہے ہیں، اگر جانا ممنوع ہوتا تو ایسا ہرگز نہ ہوتا بلکہ آپ ﷺ منع فرماتے.

4) عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي مُلَيكَة رضي الله عنهما قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رضي الله عنهما بِحُبْشِيٍّ، قَالَ: فَحُمِلَ إِلٰي مَكَّة فَدُفِنَ فِيها فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَة أَتَتْ قَبْرَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا مقام حبشہ میں انتقال ہوا تو آپ کو مکہ مکرمہ لاکر دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی قبر پر تشریف لائیں۔
حضرت عائشہ کا اپنے بھائی کی قبر پر جانا اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

5) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مَلِيكَة رضي الله عنه أَنَّ عَائِشَة رضي الله عنها أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ، فَقُلْتُ لَها: يا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَينَ أَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: مِنْ قَبْرِ أَخِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لَها : أَلَيسَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم نَهي عَنْ زِيارَةِ الْقُبُوْرِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، كَانَ نَهي ثُمَّ أَمَرَ بِزِيارَتِها. رَوَاه الْحَاكِمُ.

أخرجه الحاكم في المستدرک، كتاب الجنائز، 1 / 532، الرقم : 1392، والبيهقي في السنن الكبري، 4 / 131

”حضرت عبد اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں میں نے اُن سے عرض کیا: اُم المؤمنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں! پہلے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں رخصت دے دی تھی۔“ اِسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

6) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيه قَالَ : كَانَتْ فَاطِمَة بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم تَزُوْرُ قَبْرَ حَمْزَة كُلَّ جُمُعَة. رَوَاه عَبْدُ الرَّزَّاقِ.

أخرجه عبد الرزاق في المصنف، 3 / 572، الرقم : 6713، والبيهقي في السنن الكبري، (4 / 131، الرقم : 7208)

امام جعفر الصادق اپنے والد گرامی امام محمد الباقر سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھی ں۔ اِسے امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔

7) عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أبيه أنَّ فَاطِمَة بِنْتَ النَّبِيِّ صلي الله عليه وآله وسلم كَانَتْ تَزُوْرُ قَبْرَ عَمِّها حَمْزَة كُلَّ جُمُعَة فَتُصَلِّي وَتَبْكِي عِنْدَه. رَوَاه الْحَاكِمُ وَالْبَيهقِيُّ.

وَقَالَ الْحَاكِمُ : هذَا الْحَدِيثُ رُوَاتُه عَنْ آخِرِهِمْ ثِقَاتٌ.

أخرجه الحاكم في المستدرک، 1 / 533، الرقم : 1396، والبيهقي في السنن الکبري، 4 / 78 ، الرقم : 7000، والعسقلاني في تلخيص الحبير، 2 / 137.

حضرت علی بن حسین اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ علیھا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھی ں آپ وہاں دعا کرتیں اور گریہ و زاری کرتی تھیں۔

اِسے امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا: اِس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

محدثین اور فقہائے کرام کے اقوال:

امام ترمذی نے تمام روایات کا خوبصورت خلاصہ بیان فرمایا ہے

رَوَاه التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنهما. وَقَالَ: هذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأي بَعْضُ أهلِ الْعِلْمِ أنَّ هذَا كَانَ قَبْلَ أنْ يرَخِّص النَّبِيُّ صلي الله عليه وآله وسلم فِي زِيارَة الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِي رُخْصَتِه الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهمْ : إِنَّمَا كُرِه زِيارَة الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّة صَبْرِهنَّ وَكَثْرَة جزَعِهنَّ.

(أخرجه الترمذي في السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء في کراهية زيارة القبور النساء: 3 / 371)

کہ ممانعت ابتداء سب کیلئے تھی اور اجازت بھی سب کیلئے ہے، البتہ عورتوں میں صبر کی کمی کی بنا پر کچھ علماء ان کے قبرستان جانے کو مکروہ سمجھتے ہیں.

یہی قول علامہ ابن حجر عسقلانی کا بھی ہے

أخرجه ابن حجر عسقلاني في فتح الباري، 149/3

اسی بات کو شارحِ ترمذی علامہ عبدالرحمن مبارکپوری (م 1353ھ) نے تحفۃ الاحوذی (4 : 136) میں نقل کیا ہے
تمام شارحینِ حدیث اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حصولِ عبرت اور تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور میں عموم ہے یعنی جس طرح ممانعت عام تھی اسی طرح جب رخصت ملی تو وہ بھی عام ہے۔ البتہ عورتیں چونکہ بے صبر ہوتی ہیں اگر اپنے کسی قریبی عزیز کی قبر پر جاکر اس طرح نوحہ کریں جس سے شریعت نے منع کیا ہے یا قبرستان میں ان کا جانا باعثِ فتنہ اور بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہو، محرم ساتھ نہ ہو یا ایسا اجتماع ہو جہاں اختلاطِ مرد وزن ہو تو اس صورت میں عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بلاشبہ ممنوع ہے۔ اور اگر محرم کے ساتھ باپردہ قبرستان جائے اور وہاں جاکر دعا کرے، تذکیرِ آخرت سامنے ہو تو پھر رخصت ہے.

جمہور احناف کے نزدیک رخصتِ زیارت مرد وعورت دونوں کے لئے ہے

۱۔ علامہ ابنِ نجیم حنفی (926۔970ھ) لکھتے ہیں.

وقيل تحرم علي النساء، والأصح أن الرخصة ثابته لهما
(ابن نجيم، البحر الرائق: 210/2)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے حرام ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد وزن دونوں کے لئے یکساں ہے۔

۲۔ علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی نے لکھا ہے:

أمّا علي الأصحّ من مذهبنا وهو قول الكرخي وغيره، من أن الرخصة في زيارة القبور ثابتة للرّجال والنّساء جميعًا، فلا إشكال.

(ابن عابدين، رد المحتار علي الدر المختار، 626/2)

☆ ”احناف کے نزدیک صحیح قول (جو امام کرخی وغیرہ کا ہے وہ) یہ کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد وزن دونوں کے لئے ثابت ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔“

۳۔ علامہ شرنبلالی (م1069ھ) لکھتے ہیں:

نُدِبَ زِيارَتُها لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَي الْأَصَحِّ.

(شرنبلالي، نور الإيضاح، فصل في زيارة القبور).

☆ صحیح روایت کے مطابق زیارتِ قبور مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر مستحب ہے۔

۴۔ علامہ طحطاوی (م1231ھ) مراقی الفلاح کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وفي السراج: وأمّا النّساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذالک لتجديد الحزن، والبكاء، والندب كما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه يحمل الحديث الصحيح ”لعن الله زائرات القبور“. وإن كان للاعتبار، والتّرحّم، والتّبرّک بزيارة قبور الصّالحين من غير ما يخالف الشّرع فلا بأس به، إذا كنّ عجائز. وكره ذالک للشّابات، كحضورهن في المساجد للجماعات.

وحاصله أن محل الرخص لهن إذا كانت الزيارة علي وجه ليس فيه فتنة.

والأصحّ أن الرّخصة ثابتة للرّجال والنّساء لأن السّيدة فاطمة رضي الله عنها كانت تزور قبر حمزة كل جمعة وكانت عائشة رضي الله عنها تزور قبر أخيها عبدالرحمٰن بمكة.

كذا ذكره البدر العيني في شرح البخاري.

[حاشية الطحطاوي علي مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح (340، 341)]

حاصل کلام:

یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی گنجائش اس وقت ہے جب اس طریقے سے زیارت قبور کو جائیں کہ جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی رخصت مرد و عورت دونوں کے لئے ثابت ہے۔

یہی بات علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے "عمدۃ القاری" شرح صحیح بخاری میں لکھی ہے.

کسی خاص دن یا خاص موقعہ پر قبرستان جانا:

کسی مخصوص دن یا کسی خاص موقعے پر قبرستان جانے کے متعلق شریعت بلکل خاموش ہے اور ایسی کوئی مستند صحیح یا ضعیف روایات نہیں ملتیں جن میں خاص دنوں میں اہتمام سے قبرستان جانے کی تاکید ہو.

مثلا: عید کا دن، شب برات، شب معراج یا دس محرم کے دن.

جمعہ کے دن قبرستان جانا:

جمعہ کے دن قبرستان جانے کے بارے میں اگرچہ روایات موجود ہیں لیکن محدثین نے ان روایات کو شدید ضعیف قرار دیا ہے، یہاں تک کہ بعض محدثین نے ان پر من گھڑت کا حکم لگایا ہے.

مَن زار قبرَ أبوَيْهِ أو أحدِهما في كلِّ جُمُعةٍ غُفِر له وكُتِب بَرًّا.

-الراوي: أبوهريرة.

-المحدث: الطبراني.

-المصدر: المعجم الأوسط.

-الصفحة أو الرقم: 175/6.

-خلاصة حكم المحدث: لا يروى هذا الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد، تفرد به يحيى بن العلاء محمد بن زكريا الغلاب.

لیکن صحابہ کے عمل سے اسکی تائید معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعے کو حضرت حمزہ کی قبر پر جاتی تھیں. لہذا اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اگر جمعے کے دن قبرستان جایا جائے تو شاید اس عمل سے صحابہ کی مطابقت کا اجر حاصل ہو، لیکن دیگر ایام میں جو معمول بنایا گیا ہے اس کی نہ کوئی شرعی دلیل ہے اور نہ ہی یہ عمل سلف میں کسی سے ثابت ہے، بلکہ عوام کے شدید التزام اور ہر عید اور ہر شب برات میں جانے کو لازم قرار دینے کی وجہ سے اس عمل کو بدعت قرار دیا گیا ہے.

شب برات میں آپ ﷺ کا قبرستان جانا:

آپ ﷺ سے اپنی پوری حیات طیبہ میں صرف ایک بار شب برات میں قبرستان تشریف لے جانے کا ثبوت ملتا ہے اور اس میں بھی نہ ترغیب ہے اور نہ ہی تداعی ہے، لہذا اگر زندگی میں ایک بار ایسا کرلیا جائے تو شاید اجر حاصل ہو، لیکن اسکو معمول بنانا درست نہیں .

خلاصہ کلام

قبرستان جانا مرد اور خواتین سب کیلئے ایک مستحب عمل ہے، لیکن اس کے لئے شریعت نے کسی مخصوص دن یا وقت کا تعین نہیں کیا ہے.

چونکہ یہ مقام آخرت کی یاددہانی کا ہے، لہذا خواتین بن سنور کر قبرستان جانے سے پرہیز کریں، اسی طرح مردوں کے ہجوم کے دنوں میں جانے سے بھی پرہیز کریں اور صبر اور ضبط کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں.

واللہ اعلم

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 49

اعضائے وضوء کی دعا

سوال: وضو کے دوران ہر عضو کے دہوتے وقت جو دعا پڑہی جاتی ہے کیا یہ حدیثوں سے ثابت ہے؟ اگر ہے تو حوالہ کے ساتھ ارسال فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسمہ تعالی

وضو کے دوران ہر عضو کے دہوتے وقت جو دعا پڑہی جاتی ہے وہ حضرت انس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کی جاتی ہے لیکن سند کے لحاظ سے ایسی تمام روایات درست نہیں.

١. حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے ہر عمل کیساتھ دعا سکھائی ہے:

عن أنس قال: دخلتُ على رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين يديه إناء مِن ماء ،فقال لي: "يا أنس! ادنُ مِنّي أُعلِّمك مقادير الوضوء". فدنوتُ مِن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

- **ہاتھ دہوتے وقت کی دعا:**

فلمّا غسل يديه قال: "بسم الله والحمد لله ولا حول ولا قوة إلا بالله."

- **استنجا کرتے وقت کی دعا:**

فلمّا استنجى قال: "اللهمّ حصِّن فرجي ويسِّر لي أمري."

- **مضمضہ اور استنشاق کی دعا:**

فلمّا أن تمضمض واستنشق قال: "اللهم لقِّني حجتك ولا تحرمني رائحة الجنة."

- **چہرہ دہوتے وقت کی دعا:**

فلمّا أن غسل وجهه قال: "اللهم بيِّض وجهي يوم تبيض الوجوه."

● دونوں بازو دھوتے وقت:

.فلمّا أن غسل ذراعيه قال: "اللهمّ أعطني كتابي بيميني."

● سر پر مسح کی دعا:

فلمّا أن مسح يده على رأسه قال: "اللهمّ تغَشَّ برحمتك وجنِّبنا عذابك."

● پیروں کو دھوتے وقت:

فلمّا أن غسل قدميه قال: (اللهمّ ثبِّت قدمي يوم تزل فيه الأقدام).

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرتے وقت یہ دعائیں پڑھے گا اللہ تعالی وضو کے ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرمائینگے جو ستر زبانوں سے قیامت تک تسبیحات کریگا اور اجر اس شخص کو ملیگا.

ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: "والذي بعثني بالحق يا أنس! ما مِن عبدٍ قالها عند وضوئه لم تقطر مِن خلل أصابعه قطرة إلا خلق اللهُ تعالى منها ملكاً يسبِّح اللهَ بسبعين لساناً يكون ثواب ذلك التسبيح له إلى يوم القيامة."

اس روایت کی تخریج:

اس روایت کی سند میں عباد بن صہیب نامی ایک راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

(۱) امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کی باتیں اگر کوئی طالب علم بھی سنے تو سمجھ جائیگا کہ یہ جھوٹی ہیں.

قال ابن حبان في المجروحين (2 / 164) : (عباد بن صهيب من أهل البصرة يروي عن هشام عن عروة والأعمش روى عنه العراقيون كان قدريا داعيا إلى القدر ومع ذلك يروي المناكير عن المشاهير التي إذا سمعها المبتدىء في هذه الصناعة شهد لها بالوضع

(۱۱) امام بخاری اور نسائی نے عباد کو متروک راوی قرار دیا ہے.

الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة» رقم (33) وقال: فِي إِسْنَادِهِ عَبَّادُ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ: مَتْرُوك.

○ اس سند میں ایک راوی ہے احمد بن ہاشم جس پر محدثین نے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے.

وَفِيهِ أَيْضًا أَحْمَدُ بْنُ هَاشِمٍ: اتَّهَمَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

قَالَ النَّوَوِيُّ: هَذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ لا أَصْلَ لَهُ، وَتَابَعَهُ ابْنُ حَجَرٍ.

«الزيادات على الموضوعات» للسيوطي رقم (441) وقال: أخرجه ابن الجوزي في «العلل» وقال: قد اتَّهم ابنُ حبان به عبّادَ بن صهيب، واتَّهم به الدارقطنيُّ أحمدَ بن هاشم.

فأمّا عبّاد:

فقال ابن المديني: ذهب حديثه.

وقال البخاري والنسائي: متروك.

وقال ابن حبان: يروي المناكير التي يُشهد لها بالوضع.

وأمّا أحمد بن هاشم فيكفيه اتّهام الدارقطني.. انتهى.

۲ . حضرت علی والی روایت:

عن أبي إِسْحَاق السبيعِي رَفعه إِلَى عَلّي بن أبي طَالب كرم الله وَجهه قَالَ: «عَلمنِي رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم كَلِمَات أقولهن عِنْد الْوضُوء فَلم أنسهن.

- **ہاتھ دھوتے وقت کی دعا:**

كَانَ رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا أُتِي بِمَاء فَغسل كفيه ثمَّ قَالَ: بِسم الله الْعَظِيم، وَالْحَمْد لله عَلَى الْإِسْلَام، اللَّهُمَّ اجْعَلنِي من التوابين واجعلني من المتطهرين، واجعلني من الَّذين إِذا أَعطيتهم شكروا، وَإِذا ابتليتهم صَبَرُوا.

- **استنجا کے وقت:**

فَإِذا غسل فرجه قَالَ: "اللَّهُمَّ حصن فَرجي" (ثَلَاثًا).

- **مضمضہ کے وقت:**

وَإِذا تمضمض قَالَ: اللَّهُمَّ أَعنِي عَلَى تِلَاوَة كتابك وذكرك.

- استنشاق کے وقت:

وَإِذا استنشق قَالَ: اللَّهُمَّ أرحني رَائِحَة الْجنَّة.

- چہرہ دہوتے وقت:

وَإِذا غسل وَجهه قَالَ: اللَّهُمَّ بيض وَجْهي يَوْم تبيض وُجُوه وَتسود وُجُوه.

- بازوؤں کو دہوتے وقت:

وَإِذا غسل يَمِينه قَالَ: اللَّهُمَّ آتني كتابي بيميني وحاسبني حسابا يَسِيرا. وَإِذا غسل شِمَاله قَالَ: اللَّهُمَّ لَا تعطني كتابي بشمالي وَلَا من وَرَاء ظَهْري.

- سر پر مسح کرتے وقت:

وَإِذا مسح رَأسه قَالَ: "اللَّهُمَّ غشني بِرَحْمَتك ."

- کانوں پر مسح کے وقت:

وَإِذا مسح أُذُنَيْهِ قَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلنِي من الَّذين يَسْتَمِعُون القَوْل فيتبعون أحْسنه."

- پیروں کو دہوتے وقت:

وَإِذا غسل رجلَيْهِ قَالَ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ سعيًا مشكورًا وذنبًا مغفورًا وتجارة لن تبور". ثمَّ رفع رَأسه إِلَى السَّمَاء فَقَالَ: الْحَمد لله الَّذِي رَفعهَا بِغَيْر عمد.

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ وضو کرنے والے کے سر پر کھڑے ہو کر یہ سب کچھ ایک ورقے پر لکھتا ہے، پھر اس پر مہر لگا کر اللہ تعالی کے عرش کے نیچے رکھے گا اور یہ مہر قیامت کے دن ہی کھلی گی.

قَالَ النَّبِي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلم: وَالْملك قَائِم عَلَى رَأسه يكْتب مَا يَقُول فِي ورقة ثمَّ يختمه، فيرفعه فيضعه تَحت الْعَرْش فَلَا يفك خَاتمه إِلَى يَوْم الْقِيَامَة.

اس روایت کی تخریج:

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوبشر احمد بن محمد بن عمر بن مصعب پر من گھڑت روایات بنانے کا الزام ہے.

اخرجه ابن دقيق العيد فى كتاب «الإمام» عَن أبي الْفضل مُحَمَّد بن نعيم بن عَلّي الْبُخَارِيّ، نَا أَبُوالْقَاسِم أَحْمد بن حم الصفار اللَّخْمِيّ، ثَنَا أَبُومقَاتل سُلَيْمَان بن الْفضل، ثَنَا أَحْمد بن مُصعب الْمروزِي، ثَنَا حبيب بن أبي حبيب الشَّيْبَانِيّ، ثنَا أَبُوإِسْحَاق السبيعِي فَذكره.

قال الحافظ فى «تخريج أحاديث الأذكار»: سليمان بن الفضل ضعيف، وشيخه منسوب الى جد ابيه، وهو احمد بن محمد بن عمر بن مصعب ابوبشر، متهم بوضع الحديث.

وقال ابن الملقن فى «البدر المنير»: وابواسحاق السبيعى عن على منقطع.

واخرجه المستغفرى في «كتاب الدعوات» من حَدِيث القَاضِي أبي سعيد الْخَلِيل بن أَحْمد، أنبأنا أَبُوعَمْرو التمار مُحَمَّد بن عبدالرَّحْمَن، ثَنَا الْحُسَيْن بن حميد، ثنَا الْحُسَيْن بن الْحسن الْمروزِي، نَا المغيث بن بديل، عَن خَارِجَة، عَن يُونُس، عَن الْحسن الْبَصْرِيّ ، عَن عَلّي.

قال ابن الملقن: وَهَذَا مُرْسل أَيْضا؛

ان روایات کے متعلق محدثین کے اقوال:

وقال ابن القيم في المنار المنيف (ص 122) (وأما الحديث الموضوع في الذكر على كل عضو فباطل)

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ ہر عضو پر دعا پڑھنے والی روایت باطل ہے.

شیخ طلحہ منیار صاحب نے بھی ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ : یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس کی اسانید میں کوئی بھی سند قابل اعتماد نہیں ہے، اور اس کا پڑھنا مسنون ہے ، نہ مستحب ہے، ہاں بعض فقہاء نے جو پڑھنے کا استحباب لکھا ہے تو وہ شرعی استحباب نہیں ہے، بلکہ وضو میں استحضار اور دہیان بڑھانے کے لئے مناسب ہے یا ادب کے درجہ میں ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ روایات غیر ثابت اور سند کے لحاظ سے نا قابل اعتبار ہیں، لہذا ان دعاؤں کو ثابت نہیں کہا جاسکتا، البتہ اگر کوئی شخص کبھی کبھی اس کو سنت سمجھے بغیر یونہی پڑھ لے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے، البتہ اگر وضو کے موقعے پر ثابت اعمال کا اہتمام کیا جائے تو زیادہ اجر اور نفع ہو گا.

وضو کے ابتداء میں:

آپ ﷺ نے وضو کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنے کی ترغیب دی ہے:

مَن توضَّأَ وذَكَرَ اسمَ اللَّهِ تطَهَّرَ جسدُهُ كلُّهُ، ومَن توضَّأَ ولم يذكُرِ اسمَ اللَّهِ لم يَتطَهَّر إلَّا موضعُ الوضوءِ.

-الراوي: أبوهريرة.

-المحدث: البيهقي.

-المصدر: السنن الكبرى للبيهقي.

-الصفحة أو الرقم: 45/1.

-خلاصة حكم المحدث: مرفوع ضعيف .

● وضو کرتے وقت کی دعا:

دوران وضو آپ ﷺ سے یہ دعا صحیح روایات سے ثابت ہے:

أتيتُ النبيَّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم بوضوءٍ فتوضأ وصلَّى وقال: اللهمَّ أصلحْ لي دينِي ووسِّعْ لي في دارِي وباركْ لي في رزقِي.

-الراوي: أبوموسى الأشعري عبدالله بن قيس.

-المحدث: الهيثمي.

-المصدر: مجمع الزوائد.

-الصفحة أو الرقم: 112/10

-خلاصة حكم المحدث: رجاله رجال الصحيح غير عباد بن عباد المازني وهو ثقة.

☆ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنے کی روایات تو بہت مشہور ہیں، البتہ انگلی اٹھانے والی بات اس میں بھی درست نہیں.

اسی طرح وضو کے بعد اللہم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطہرین بھی ثابت ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

24 شوال 1438

تنبیہات سلسلہ نمبر50

پہلی اولاد کا لڑکی ہونا

سوال: یہ بات بطور حدیث مشہور کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کی پہلی اولاد لڑکی ہو تو یہ اس عورت کی خوش قسمتی کی علامت ہے، کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمه تعالی

بچیاں اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک خوبصورت نعمت ہیں اور بچیوں اور بہنوں کی تربیت پر آپ ﷺ نے فضائل بھی ذکر فرمائے ہیں:

١. قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَه."
(رواه مسلم: 2631).

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی تربیت کی تو قیامت کے دن وہ میرے ساتھ اس طرح ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں جڑی ہوئی ہیں.

٢. قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ."
-رواه الترمذي.(1916)
-وأبوداود.(5147)
-وابن ماجه.(3669)

جس نے تین بہنوں یا بیٹیوں کی تربیت کی یا دو بہنوں اور دو بیٹیوں کی تربیت کی تو اس کیلئے جنت ہے.

☆لیکن پہلی اولاد کے بیٹی ہونے کے بارے میں جس قدر روایات منقول ہیں وہ اس حد تک کمزور ہیں کہ محدثین نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے.

١. قال الحافظ السخاوي رحمه الله في "المقاصد الحسنة" (677/1): حديث "من يمن المرأة تبكيرها بالأنثى" رواه الديلمي عن واثلة بن الأسقع مرفوعا بلفظ: "من بركة تبكيرها بالأنثى" ألم تسمع قوله تعالى: {يهب لمن يشاء إناثا} فبدأ بالإناث، ورواه أيضا عن عائشة مرفوعا بلفظ: "من بركة المرأة على زوجها تيسير مهرها وأن تبكر بالإناث" وهما ضعيفان.. انتهى..

• علامہ سخاوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایات ضعیف ہیں.

٢. وقال السيوطي في فتاويه: لا يصح.

(انظر: "كشف الخفاء" 287/2)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت پر غیر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے.

٣. حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند

أخرجه ابن عدي في "الكامل" (302/6) من طريق شيخه محمد بن محمد بن الأشعث: حدثني موسى بن إسماعيل بن موسى بن جعفر بن محمد: حدثني أبي، عن أبيه، عن جده جعفر، عن أبيه، عن جده علي بن الحسين، عن أبيه، عن علي مرفوعاً.

قلت: موضوع، المتهم به هذا الشيخ ؛ فقد ساق له ابن عدي نحو خمسة وعشرين حديثاً من أصل قرابة ألف حديث بهذا الإسناد العلوي، وقال: "وعامتها من المناكير، وكان متهماً."

ابن عدي نے یہ روایت محمد بن محمد بن الأشعث کی سند سے نقل کی ہے اور اس پر من گھڑت روایات بنانے کا الزام ہے.

٤. وقال الدارقطني: "آية من آيات الله: وضع ذاك الكتاب؛ يعني العلويات". وقد مضى له حديث آخر موضوع في المجلد الرابع رقم .(1932)

دار قطنی اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس نے ایک پوری من گھڑت کتاب گھڑلی تھی جس کا نام "علویات" رکھا.

٥. وقال الذهبي في "الميزان" : "وساق له ابن عدي جملة موضوعات"

امام ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس راوی کی روایات میں من گھڑت شامل ہے.

٦. واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی سند:

رواه مسنداً الخرائطي في "مكارم الأخلاق" قال: "حدثنا محمد بن جابر الضرير، حدثنا مسلم بن إبراهيم العبدي، حدثنا حكيم بن حزام، عن العلاء بن كثير، عن مكحول، عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من بركة المرأة تبكيرها بالأنثى، أما سمعت الله تعالى يقول: يهب لمن يشاء إناثا ويهب لمن يشاء الذكور، فبدأ بالإناث قبل الذكور.»

ومن نفس طريقه ابن عساكر في تاريخ دمشق، وكذلك الخطيب في تاريخ بغداد.

وقد رواه ابن الجوزي في الموضوعات من طريق الأثرم إلى سالم الوراق قال حدثنا حكيم بن (حزام) هكذا وقع ثم بنحو ما ذكر الخرائطي.

٧. قال ابن الجوزي بعد أن ذكره: "هذا حديث موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقد اتفق فيه جماعة كذابون.

- امام ابن جوزی اس روایت کو من گھڑت قرار دیتے ہیں اسلئے کہ اس کی سند میں بہت سے کمزور راوی جمع ہیں:

(ا) أما سالم الوراق:

فقال يحيى: هو كذاب.

ایک راوی سالم ہیں جن کو یحی مدنی نے جھوٹا کہا ہے.

(اا) وأما حكيم:

فقال أبوحاتم الرازي: متروك الحديث.

دوسرے راوی حکیم ہیں جن کو ابو حاتم رازی نے متروک قرار دیا ہے.

(III) وأما العلاء بن كثير:

فقال أحمد ويحيى: ليس بشئ.

وقال ابن حبان: يروى الموضوعات عن الاثبات.

تیسرے راوی علاء بن کثیر ہیں. انکے بارے میں امام احمد اور یحیی فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں.
ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹی روایات گھڑتا ہے.

٨. قال ابن حجر تبعاً للذهبي في الميزان: روى سالم عن حكيم بن حزام متروك عن العلاء بن كثير تالف عن مكحول عن واثلة مرفوعاً: "من يمن المرأة تبكيرها بأنثى" وهو سالم بن إبراهيم عن أبي بكر بن عياش...انتهى...

والخبر المذكور رواه في جزء بن عترة الموصلي.

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی سند کو انتہائی کمزور اور ناقابل قبول قرار دیا ہے.

اس قول کی حقیقت:

١. اگرچہ یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں لیکن مفسرین اور محدثین نے اس کو حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے.

وسمعت الشيخ سلمان العودة في شريط "نساء" يثبته موقوفاً على واثلة رضي الله عنه.

وراجع كتب التفسير في قوله تعالى: {يهب لمن يشاء إناثاً}.

واللہ أعلم.

٢. اسی طرح امام بغوی رحمہ اللہ نے اس قول کو قتادہ اور وھب بن منبہ کا قول بھی نقل کیا ہے.

وقد حكاه البغوي قولاً بالتمريض فقال: "قيل: من يمن المرأة تبكيرها بالأنثى قبل الذكر، لأن الله تعالى بدأ بالإناث."

وهو مروي عن قتادة أيضاً.

وقد ذكر هذا الأثر عن قتادة من كلامه، وعن وهب بن منبه وغيرهما.

۳ . اسی قول کو حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے "معارف القرآن" میں نقل کیا ہے:

حضرت واثلہ بن اسقع نے فرمایا کہ جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے.(قرطبی)
(معارف القرآن، سورۃ الشوری آیت:50)

خلاصہ کلام:

اس قول کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست نہیں، البتہ اس کو صحابہ کا قول کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۵ شوال ۱۴۳۸